فرقہ بریلویت

پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

تالیف

متکلم اسلام
مولانا **محمد الیاس گھمن** حفظہ اللہ

ناشر
مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

فرقہ بریلویت پاک و ہند
کا تحقیقی جائزہ

تالیف

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبۃ اہل السُّنَّۃ و الجماعۃ

فہرست

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	23
وجہ تالیف	32

باب اول

بانی فرقہ بریلویہ

عنوان	صفحہ
مولانا احمد رضا خان	34
پیدائش تا وفات	34
پیدائش	34
آپ کا خاندان	34
آپ کا خاندان ہندوستان کیسے آیا	34
سعادت یار خان	38
اعظم خان	39
آصف الدولہ کے حالات	39
کاظم علی خان	39
شیعہ شاہان اودھ	40
برادر اسلام	41

عنوان	صفحہ
احمد رضا خان	43
نام	43
سلسلہ نسب	44
مولانا احمد رضا کا حلیہ	46
آپ کا رنگ	46
درد گردہ	46
لاغری	46
آنکھیں خراب	46
روٹیاں نظر نہ آئیں	47
بخار	48
کمر میں درد	48
نسیان	48
طاعون	49
تعلیم	49
اساتذہ	49

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
علم جفر کی تعلیم	50	خواب میں درسی خدمات	65
ستاروں کا علم	50	اعلیٰ حضرت کی شان مجددیت	66
اس وقت کی مشہور درس گاہیں	51	اعلیٰ حضرت کے پیروں	
علم لدنی کا دعویٰ	52	کی علمی شان	69
تین برس کی عمر میں عربی		جہلا میں یہ مشنری ولولہ	70
میں گفتگو	53	مولانا احمد رضا کے مناظرانہ حیلے	71
نظر کی حفاظت	53	نواب کلب علی خان کی خدمت میں	73
چھ سال کی عمر میں تقریر	54	استاد کی نظر میں	74
تیرہ سالہ مفتی	55	مولانا احمد رضا کی چلبلی طبیعت	74
پچاس کتابیں زیر مطالعہ	56	فحش شعر کہنا	74
مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت	56	سیرت میں صوفیہ کا رنگ نہیں	75
کھڑے ہو کر سبق پڑھانا	57	مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش	75
عبدالحق خیرآبادی کی		خلافت بلا ریاضت	76
خدمت میں	58	آپ کو ساری عمر زیارت	
مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف	63	رسول a نہ ہوئی	77
امام یوسف کی برابری کا دعویٰ	63	مولانا احمد رضا کی نماز	77
شیعہ کتابوں سے بے خبری	63	سنت معاف نفل صاف	77
حدیث کے دوسرے علماء کی		نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا	78
طرف رجوع	64	عضو تناسل پر خاص تحقیق	79

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اٹھارہ سالہ لڑکی پر نظر	80	دوسرا مسئلہ	106
کھانے پینے کا ذوق	80	تیسرا مسئلہ	108
وصایا شریف	80	چوتھا مسئلہ	112
اس وصیت پر مولانا ظفر علی خان		پانچواں مسئلہ	125
کا شعر	82	مولانا احمد رضا کے کارنامے	
مولانا کی اخلاقی زبان	82	پہلا کارنامہ	146
علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی	83	قرآن پاک کا ترجمہ اِملاء کرانا	
فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی	89	یعنی کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	
ندوۃ العلماء کے خلاف بدزبانی	91	یہ ترجمہ درست نہیں	147
دیگر بریلوی علماء کی بدزبانی	92	چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں	147
مدینہ منورہ میں علم جفر کی تلاش	93	پہلی آیت	148
اولاد	94	دوسری آیت	150
صاحب زادگان	94	تیسری آیت	152
صاحب زادیاں	94	چوتھی آیت	155
تلامذہ	95	پانچویں آیت	158
خلفاء کرام	96	چھٹی آیت	160
تصانیف	98	ساتویں آیت	161
احمد رضا کا فقہی مقام	103	آٹھویں آیت	162
پہلا مسئلہ	103	نویں آیت	164

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
دسویں آیت	165	نواں مسئلہ	191
احادیث میں بھی یہی عادت تھی	171	دسواں مسئلہ	191
حدیث کی ایک مثال	171	گیارہواں مسئلہ	192
دوسرا کارنامہ	179	بارہواں مسئلہ	193
فتاویٰ رضویہ	179	تیرہواں مسئلہ	194
فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدوں		چودہواں مسئلہ	194
کی حقیقت	179	پندرہواں مسئلہ	195
احمد رضا کو حوالے غلط دینے		سولہواں مسئلہ	196
کی عادت تھی	184	سترہواں مسئلہ	197
مولانا کی فقہی تحقیقات کے		اٹھارواں مسئلہ	198
چند نمونے	184	انیسواں مسئلہ	198
پہلا مسئلہ	184	بیسواں مسئلہ	199
دوسرا مسئلہ	185	اکیسواں مسئلہ	201
تیسرا مسئلہ	185	بائیسواں مسئلہ	202
چوتھا مسئلہ	186	تیئسواں مسئلہ	203
پانچواں مسئلہ	187	چوبیسواں مسئلہ	204
چھٹا مسئلہ	188	پچیسواں مسئلہ	205
ساتواں مسئلہ	189	**باب دوم**	
آٹھواں مسئلہ	190	فرقہ بریلویہ کے مخصوص عقائد	210

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پہلا عقیدہ مسئلہ علم غیب	**210**	چودہویں آیت	216
مولوی محمد عمر اچھروی کا حوالہ	210	پندرہویں آیت	216
مفتی احمد یار گجراتی کا حوالہ	210	سولہویں آیت	216
مولانا غلام فرید ہزاروی کا حوالہ	211	سترہویں آیت	216
قرآن وسنت سے اس غلط		اٹھارویں آیت	217
عقیدے کی تردید		انیسویں آیت	217
پہلی آیت	213	بیسویں آیت	218
دوسری آیت	213	اکیسویں آیت	219
تیسری آیت	213	بائیسویں آیت	219
چوتھی آیت	213	احادیث سے تردید	219
پانچویں آیت	214	پہلی حدیث	220
چھٹی آیت	214	دوسری حدیث	220
ساتویں آیت	215	تیسری حدیث	221
آٹھویں آیت	215	چوتھی حدیث	221
نویں آیت	215	پانچویں حدیث	222
دسویں آیت	215	خاص قیامت کے دن کے علم	
گیارہویں آیت	215	پر بحث	223
بارہویں آیت	215	پہلی آیت	223
تیرہویں آیت	216	دوسری آیت	223

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تیسری آیت	223	مجدد الف ثانی کا حوالہ	233
چوتھی آیت	224	بریلویوں کے عقیدہ حاضر وناظر	
پانچویں آیت	224	کی علمی تنقیح	235
چھٹی آیت	224	سوال جواب کی شکل میں	236
ساتویں آیت	224	آنحضرت a کا اپنے لیے لفظ	
آٹھویں آیت	224	غائب کا استعمال	248
نویں آیت	224	پہلی حدیث	248
پہلی حدیث	225	دوسری حدیث	249
دوسری حدیث	225	شرح نقایہ کا حوالہ	249
شیخ سعدی کا حوالہ	228	تیسری حدیث	250
دوسرا مسئلہ حاضر وناظر	**230**	چوتھی حدیث	250
مفتی احمد یار نعیمی گجراتی کا حوالہ	230	پانچویں حدیث	251
مفتی صاحب کا دوسرا حوالہ	230	**تیسرا مسئلہ مختار کل**	252
احمد سعید کاظمی کا حوالہ	230	مسئلہ مختار کل کے متعلق فرقہ	252
احمد سعید کاظمی کا دوسرا حوالہ		بریلویہ کے نظریات	252
قرآن وسنت سے اس غلط	230	قرآن وسنت سے اس غلط	
عقیدے کی تردید	232	عقیدے کی تردید	258
پہلی آیت	232	پہلی آیت	258
دوسری آیت	233	دوسری آیت	258

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تیسری آیت	259	بائیسویں آیت	265
چوتھی آیت	259	تئیسویں آیت	266
پانچویں آیت	259	چوبیسویں آیت	266
چھٹی آیت	259	پچیسویں آیت	267
ساتویں آیت	260	چھبیسویں آیت	268
آٹھویں آیت	261	ستائیسویں آیت	268
نویں آیت	161	خاص حلال وحرام کرنے کا اختیار	270
دسویں آیت	261	فرقہ بریلویہ کے نظریات	270
گیارہوں آیت	261	قرآن وحدیث سے اس نظریہ	
بارہویں آیت	261	کی تردید	272
تیرہویں آیت	262	**چوتھا مسئلہ نور وبشر**	**281**
چودھویں آیت	262	مفتی احمد یار نعیمی کا حوالہ	281
پندرہویں آیت	263	مولوی محمد عمر اچھروی کا حوالہ	281
سولہویں آیت	263	مولانا احمد رضا کا حوالہ	284
سترہویں آیت	263	مولانا احمد رضا کا دوسرا حوالہ	284
اٹھارویں آیت	264	قرآن میں عیسائیوں کے	
انیسویں آیت	264	عقیدے کا رد	285
بیسویں آیت	264	عیسائیوں اور مسلمانوں میں	
اکیسویں آیت	265	واضح فرق	288

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
علامہ آلوسی کا حوالہ		خدا کا نور عام ہے یا کسی فرد میں	
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا حوالہ		محدود ہے؟	302
جامع ترمذی کا حوالہ		تفسیر مظہری کا حوالہ	303
علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ		سورہ الحدید میں ہے	303
مرقات شرح مشکوۃ کا حوالہ		سورہ الحجر میں ہے	304
فتح الملہم شرح صحیح مسلم کا حوالہ		حضور a کی بشریت کا بیان	304
امام نووی کا حوالہ	293	پہلی آیت	304
حافظ ابن حجر عسقلانی کا حوالہ	293	دوسری آیت	305
مرقات کا حوالہ	295	تیسری آیت	308
ملا باقر مجلسی کا حوالہ	296	چوتھی آیت	308
حدائق بخشش کا حوالہ	297	پانچویں آیت	307
دیوان عرفی کا حوالہ	298	چھٹی آیت	308
حضور کی ذات نور نہیں نور		ساتویں آیت	308
آپ کی صفت ہے	299	آٹھویں آیت	309
تفسیر ابن کثیر کا حوالہ	299	انبیاء کا بر سبیل تواضع کوئی بات کہنا	309
صحیح مسلم کا حوالہ	299	تواضع ایک ایسی نیازمندی ہے	
سورہ یونس میں ہے	300	یہ کسی کے کہنے پر نہیں کی جاتی	310
علامہ سہیلی کا حوالہ	301	حدیث میں حضور a کا اپنی	
سورہ بقرہ میں ہے	302	بشریت کو بیان کرنا	310

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پہلی حدیث	311	مفتی صاحب کا چوتھا حوالہ	318
امام نووی کا حوالہ	312	قرآن وسنت سے اس غلط عقیدہ کی تردید	318
دوسری حدیث	312	شرک کیا ہے	318
تیسری حدیث	313	عبادت اور الٰہ کا معنی	318
صحابہ کرام کا حضور a کے بشر ہونے کا عقیدہ	314	پہلی آیت	319
چوتھی حدیث	314	دوسری آیت	319
حضرت عکرمہ کا حوالہ	315	تیسری آیت	319
شرح عقائد نسفی کا حوالہ	316	چوتھی آیت	320
حضور a کی بشریت کے متعلق اولیاء کرام کا عقیدہ	316	پانچویں آیت	320
مجدد الف ثانی کا حوالہ	316	چھٹی آیت	320
بشریت کا اقرار کیا صحت ایمان کے لیے شرط ہے	317	ساتویں آیت	320
پانچواں مسئلہ غیر اللہ سے مدد مانگنا	**318**	**احادیث مبارکہ**	**321**
مفتی احمد یار گجراتی کا حوالہ	318	پہلی حدیث	321
مفتی صاحب کا دوسرا حوالہ	318	دوسری حدیث	321
مفتی صاحب کا تیسرا حوالہ	318	تیسری حدیث	321
		چوتھی حدیث	321
		پانچویں حدیث	321
		چھٹی حدیث	322
		ساتویں حدیث	322

عنوان	صفحہ
آٹھویں حدیث	322
نویں حدیث	322
دسویں حدیث	323
گیارہویں حدیث	323
بارہویں حدیث	323
تیرہویں حدیث	324
چودہویں حدیث	324
پندہوریں حدیث	324
اللہ کا معنیٰ	327
پہلی آیت	328
دوسری آیت	328
غیر اللہ کو نہ پکارو	329
پہلی آیت	329
دوسری آیت	329
تیسری آیت	329
چوتھی آیت	330
پانچویں آیت	330
غیر اللہ کو پکارنے والوں کا حساب ہوگا	331

عنوان	صفحہ
پہلی آیت	332
دوسری آیت	332
تیسری آیت	333
چوتھی آیت	334
فتاویٰ بزازیہ کا حوالہ	334
بحرالرائق کا حوالہ	334
مفتی احمد یار کی توجیہات کا جواب	335
تفسیر روح البیان کا حوالہ	336
تفسیر صاوی کا حوالہ	336
تفسیر صاوی کا حوالہ	236
امداد الفتاویٰ کا حوالہ	337
بوادر النوادر کا حوالہ	339
انوار ساطعہ کا حوالہ	340
انوار ساطعہ کا دوسرا حوالہ	341
مقیاس حنفیت کا حوالہ	341
الفقہ الاکبر امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہے	341
الفہرست ابن ندیم کا حوالہ	341
مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ کا حوالہ	342

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
باب سوم		عقیدہ نمبر ۳۳، ۳۴	357
فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد	344	انبیائے کرام علیہم السلام کے	
اللہ تعالیٰ کے متعلق فرقہ بریلویہ		متعلق فرقہ بریلویہ کے	359
کے عقائد	344	گستاخانہ عقائد	359
عقیدہ نمبر ۱، ۲	344	عقیدہ نمبر ۳۵	359
عقیدہ نمبر ۳، ۴، ۵	344	عقیدہ نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸	360
عقیدہ نمبر ۶، ۷، ۸	346	عقیدہ نمبر ۳۹، ۴۰	361
عقیدہ نمبر ۹، ۱۰	347	عقیدہ نمبر ۴۱	362
عقیدہ نمبر ۱۱، ۱۲	348	عقیدہ نمبر ۴۲	363
عقیدہ نمبر ۱۳، ۱۴	349	عقیدہ نمبر ۴۳	364
عقیدہ نمبر ۱۵، ۱۶	350	عقیدہ نمبر ۴۴	365
عقیدہ نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹	351	عقیدہ نمبر ۴۵	366
عقیدہ نمبر ۲۰، ۲۱	352	عقیدہ نمبر ۴۶، ۴۷	366
عقیدہ نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵	353	عقیدہ نمبر ۴۸، ۴۹، ۵۰	367
عقیدہ نمبر ۲۶، ۲۷	354	عقیدہ نمبر ۵۱، ۵۲، ۵۳	368
عقیدہ نمبر ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱	355	عقیدہ نمبر ۵۴، ۵۵	369
عقیدہ نمبر ۳۲	356	عقیدہ نمبر ۵۶، ۵۷	370
		عقیدہ نمبر ۵۸، ۵۹، ۶۰	371
		عقیدہ نمبر ۶۱، ۶۲، ۶۳	372

عنوان	صفحہ
عقیدہ نمبر ۶۴، ۶۵	373
عقیدہ نمبر ۶۶	374
عقیدہ نمبر ۶۷	375
صحابہ کرام کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد	375
عقیدہ نمبر ۶۸، ۶۹، ۷۰	
عقیدہ نمبر ۷۱، ۷۲، ۷۳	
عقیدہ نمبر ۷۴	379
عقیدہ نمبر ۷۵	380
عقیدہ نمبر ۷۶	381
عقیدہ نمبر ۷۷	388
عقیدہ نمبر ۷۸	389
فرقہ بریلویہ کے اولیاء اللہ کے متعلق گستاخانہ عقائد	392
عقیدہ نمبر ۷۹، ۸۰	392
عقیدہ نمبر ۸۱	392
عقیدہ نمبر ۸۳، ۸۲	393
عقیدہ نمبر ۸۵، ۸۴	395
عقیدہ نمبر ۸۷، ۸۶	396
عقیدہ نمبر ۸۸، ۸۹	397
عقیدہ نمبر ۹۰، ۹۱	399

باب چہارم

عنوان	صفحہ
فرقہ بریلویہ کی تعلیمات	402
پہلی تعلیم محفل میلاد کرنا	408
دوسری تعلیم قبروں پر گنبد بنانا	412
تیسری تعلیم قبروں پر چادریں ڈالنا	414
چوتھی تعلیم قبروں پر چراغ جلانا	416
پانچویں تعلیم قبروں پر پھول ڈالنا	417
چھٹی تعلیم قبروں پر ہر سال عرس کرنا	418
ساتویں تعلیم تیجہ اور چالیسواں کرنا	420
آٹھویں تعلیم اذان میں انگوٹھے چومنا	422
نویں تعلیم کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنا	423
دسویں تعلیم نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا	424
گیارہویں تعلیم جنازہ لے جاتے وقت کلمہ شہادت کہنا	426

عنوان	صفحہ
بارہویں تعلیم دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا	429
تیرہویں تعلیم قبروں پر دور دراز سے سفر کر کے آنا	430
چودہویں تعلیم کفن پر کلمہ لکھنا	431
پندرہویں تعلیم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا	432
سولہویں تعلیم اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا	433

باب پنجم

عنوان	صفحہ
فرقہ بریلویہ کی اساس قصے اور کہانیاں	438
پہلا قصہ	438
احمد رضا اپنے والد کے نافرمان تھے	
دوسرا قصہ	438
سیدی موسیٰ سہاگ کا واقعہ	439
تیسرا قصہ	339
عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو	440
چوتھا قصہ	440
سید احمد کا واقعہ	440
ہمبستری کے وقت پیر کا موجود ہونا	440
پانچواں قصہ	441
سیدی محمدی یمینی کے صاحبزادے کا واقعہ	441
فلاں شخص جنت میں اور فلاں شخص دوزخ میں فرمانا	441
چھٹا قصہ	441
یحییٰ منیری کے مرید کا ڈوب جانے والا واقعہ	441
ساتواں قصہ	442
ایک فقیر کا واقعہ	442
دوکان الٹ دوں گا	442
آٹھواں قصہ	442
سید اسماعیل حضرمی کا واقعہ	442
اے میرے آقا میں تو انہیں میں ہوں فلاں ڈومنی ہوں	443
نواں قصہ	443

عنوان	صفحہ
مردہ عورت کو نیا کفن بھیجنا	443
دسواں قصہ	444
سیدی فتح محمد کا واقعہ	444
کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا	444
گیارہواں قصہ	444
گدھے کو بھی علم غیب تھا	444
بارہواں قصہ	445
یا جنید یا جنید کہہ کر دریا سے پار ہونا	445
تیرہواں قصہ	445
اپنی عورت کے پاس نہیں گیا والا واقعہ	446
چودہواں قصہ	446
قبر میں سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں	447
عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا	447
پندرہواں واقعہ	447
وبا کو مختلف شکلوں میں دیکھنا	447

باب ششم

عنوان	صفحہ
فرقہ بریلویہ اور حرمین شریفین	450
جامعہ رضویہ فیصل آباد کا فتویٰ	451
مولانا محمد سردار احمد کا نظریہ	451
مولانا محمد عمر اچھروی کا نظریہ	451
مولانا احمد رضا کا حوالہ	451
مولانا احمد رضا کا دوسرا حوالہ	451
محمد عمر اچھروی کا حوالہ	451
مولانا احمد رضا کا حوالہ	452
بریلوی نظریہ کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں	453
مولانا احمد رضا کا نظریہ کہ بیت اللہ مجرا کرتا ہے	453
شرح دیوان فرید کا حوالہ	454
علی پور سیداں کو مدینہ منورہ کے برابر قرار دینا	454
رسالہ انوار صوفیہ کا حوالہ	454
بریلی کو مدینہ منورہ کے برابر قرار دینا	455
ملتان کو مدینہ منورہ کے برابر لانے کی کوشش	455

باب ہفتم

فرقہ بریلویہ اور تحریک پاکستان

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	458
مصور پاکستان علامہ اقبال بریلویوں کی نظر میں	460
مولوی طیب دانا پوری کا حوالہ	460
مولوی طیب دانا پوری کا دوسرا حوالہ	460
مولوی طیب دانا پوری کا تیسرا حوالہ	460
مولوی طیب دانا پوری کا چوتھا حوالہ	460
مولوی طیب دانا پوری کا پانچواں حوالہ	460
قائداعظم بریلویوں کی نظر میں	461
مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری کا حوالہ	462
دوسرا حوالہ	462
تجانب اہل سنت کا حوالہ	462
تجانب اہل سنت کا دوسرا حوالہ	462
قهر القاد علی الکفار اللیاڈر کا حوالہ	463
قهر القاد علی الکفار اللیاڈر کا دوسرا حوالہ	463
قهر القاد علی الکفار اللیاڈر کا تیسرا حوالہ	463
الجوابات السنیه کا حوالہ	463
احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ کا حوالہ	464
عام لیگی حضرات بریلویوں کی نظر میں	464
مولوی حشمت علی کا حوالہ	464
مولانا ابوالبرکات احمد کا حوالہ	465
اولاد رسول محمد میاں قادری کا حوالہ	465
ملک پاکستان بریلویوں کی نظر میں	465
مولانا اولاد رسول قادری کا حوالہ	465

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ابوالبرکات احمد کا حوالہ	466	مولانا اولاد رسول قادری کا حوالہ	469
الجوابات السنیہ کا حوالہ	466	مولوی حشمت علی کا حوالہ	470
مولوی حشمت علی کا حوالہ	466	مولانا اولاد رسول قادری کا حوالہ	470
مسلم لیگ کے مقاصد اور اس میں شرکت کا حکم	466	مولوی حشمت علی کا حوالہ	471
مولانا اولاد رسول قادری کا حوالہ	466	مسلم لیگ کی مخالفت کرنا فرض ہے	471
سید آل مصطفیٰ کا حوالہ	467	مولوی حشمت علی کا حوالہ	470
مولوی حشمت علی کا حوالہ	467	سید آل مصطفیٰ کا حوالہ	470
الجوابات السنیہ کا حوالہ	467	مولوی حشمت علی کا دوسرا حوالہ	471
سید چراغ دین قادری کا حوالہ	468	مولوی حشمت علی کا تیسرا حوالہ	471
ابوالبرکات احمد قادری کا حوالہ	468	اولاد رسول قادری کا حوالہ	471
مسلم لیگ کانگریس سے زیادہ مضر ہے	468	بریلوی علماء تحریک پاکستان سے علیحدہ رہے	472
پہلا حوالہ	468	اولاد رسول قادری کا حوالہ	472
دوسرا حوالہ	469	مولوی طیب دانا پوری کا حوالہ	473
تیسرا حوالہ	469	مسلم لیگ بریلوی علماء کی سخت مخالف ہے	474
چوتھا حوالہ	469	مولانا اولاد رسول کا فتویٰ	473
مسلم لیگ کا ماضی اور حال یکساں ہے	469	مولوی طیب دانا پوری کا حوالہ	473

عنوان	صفحہ
بریلویوں کا طریقہ کار لیگ کے مقابلہ میں کیا ہونا چاہیے	474
اولاد رسول قادری کا حوالہ	474
مولوی محمد طیب کا حوالہ	474

باب ہشتم

عنوان	صفحہ
فرقہ بریلویہ اور تکفیر المسلمین	478
شاہ اسماعیل شہید کی تکفیر	479
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تکفیر	479
مولانا رشید احمد گنگوہی کی تکفیر	479
مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تکفیر	479
مولانا اشرف علی تھانوی کی تکفیر	479
سید نذیر حسین دہلوی کی تکفیر	481
امیر حسین سہسوانی کی تکفیر	481
امیر احمد سہسوانی کی تکفیر	481
ڈپٹی نذیر احمد کی تکفیر	482
مولانا بشیر احمد قنوجی کی تکفیر	482
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تکفیر	483
علامہ شبلی نعمانی کی تکفیر	483
مولانا آزاد سبحانی کی تکفیر	486
مولانا عبدالماجد بدایونی کی تکفیر	486
مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تکفیر	488
مولانا معین الدین اجمیری کی تکفیر	491
قائداعظم محمد علی جناح کی تکفیر	492
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی تکفیر	493
مولانا ظفر علی خاں کی تکفیر	495
مولانا محمد علی جوہر کی تکفیر	497
مولانا شوکت علی کی تکفیر	497
مولانا الطاف حسین حالی کی تکفیر	499
سرسید احمد خان کی تکفیر	502
نواب محسن الملک مہدی علی خاں کی تکفیر	503
نواب یار جنگ مولوی چراغ علی خان کی تکفیر	503
نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین کی تکفیر	503
مولوی الطاف حسین حالی کی تکفیر	503
شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ کی تکفیر	503
مولوی مہدی حسن کی تکفیر	503

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سید محمود خان کی تکفیر	503	سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور کی تکفیر	504
مولانا شبلی نعمانی کی تکفیر	503	امارت شرعیہ بہار کی تکفیر	504
ڈپٹی نذیر احمد کی تکفیر	503	آل پارٹیز کانفرنس کی تکفیر	504
ہندوستان کی تمام جماعتوں اور		جمعیۃ المومنین کی تکفیر	505
انجمنوں کی تکفیر	504	جمعیۃ الانصار کی تکفیر	505
مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تکفیر	504	جمعیۃ المنصور کی تکفیر	505
ندوۃ العلماء کی تکفیر	504	جمعیۃ الادریسیہ کی تکفیر	505
خدام کعبہ کی تکفیر	504	جمعیۃ القریش کی تکفیر	505
خلافت کمیٹی کی تکفیر	504	جمعیۃ الراعین کی تکفیر	505
جمعیت علمائے ہند کی تکفیر	504	افغان کانفرنس کی تکفیر	505
خدام الحرمین کی تکفیر	504	مسلم کانفرنس کی تکفیر	505
اتحاد ملت کی تکفیر	504	جمعیۃ آل عباس کی تکفیر	505
مجلس احرار کی تکفیر	504	آل انڈیا کنبوہ کانفرنس کی تکفیر	505
مسلم لیگ کی تکفیر	504	مولانا ابوالکلام آزاد کی تکفیر	507
اتحاد کانفرنس کی تکفیر	504	مولانا حسین احمد مدنی کی تکفیر	507
مسلم آزاد کانفرنس کی تکفیر	504	مفتی کفایت اللہ کی تکفیر	507
نوجوان کانفرنس کی تکفیر	504	عبدالغفار خان کی تکفیر	507
نماز فوج کی تکفیر	504	مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تکفیر	507
جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ کی تکفیر	504	مولانا احمد سعید دہلوی کی تکفیر	507

عنوان	صفحہ
شاہ ابن مسعود کی تکفیر	510
امام مسجد بمبئی مولانا ذکریا کی تکفیر	510
فرقہ بریلویہ کی طرف سے ممانعت حج کا فتویٰ	511
پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھنے والے سب کافر ہیں	514
سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی تکفیر	514
ائمہ حرمین شریفین بریلوی فتوؤں	514
کی زد میں	515
پہلا فتویٰ مفتی سید شجاعت علی	515
قادری کراچی والوں کا فتویٰ	515
دوسرا فتویٰ جامعہ رضویہ فیصل آباد	515
کا فتویٰ	515
جنرل ضیاء الحق، جنرل سوار خان،	516
چوہدری ظہور الٰہی، پیر پگاڑا پر کفر کا فتویٰ	516

باب نہم

عنوان	صفحہ
فرقہ بریلویہ کی مشہور شخصیات کا تعارف	520

عنوان	صفحہ
بریلویوں کی انگریزوں سے وفاداری	520
ملکہ برطانیہ میری کی درگاہ	521
خواجہ غریب نواز پر حاضری	521
بریلویوں نے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کیا	521
بریلویوں کو انگریزوں سے ملازمتیں ملیں	524
مولوی فضل امام کی رشوت کی بنا پر معطّلی	526
مولانا احمد رضا نے تحریک خلافت اور تحریک موالات کی مخالفت کر کے انگریزوں کو فائدہ پہنچایا	528
مولانا احمد رضا کے نزدیک انگریزوں سے مدرسوں کے لیے امداد لینا جائز ہے	530
انگریز مؤرخ فرانسس رابن سن نے بھی مولانا احمد رضا کو انگریزوں کا حمایتی بنایا ہے	532

عنوان صفحہ

مولانا فضل رسول بدایونی 536
مولانا غلام حیدر 541
مولانا فضل حق خیر آبادی 542
مولانا عبدالحق خیر آبادی 577
نواب سید کلب علی خاں رام پوری 583
مولانا رحمان علی مولف تذکرہ علمائے ہند 593
پیر سید جماعت علی شاہ 596

باب دہم

فرقہ بریلویہ کے تعارف کے لیے کتب 602
مختلف اکابر اہل سنت کی کتب 602
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری کی کتب 603
مولانا محمد منظور نعمانی کی کتب 606
مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی کتب 608
علامہ خالد محمود کی کتب 610
مولانا حبیب اللہ ڈیروی کی کتب 610
مولانا ضیاء القاسمی کی کتب 610
مولانا محمد رمضان نعمانی کی کتب 610
مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی کی کتب 611
مولانا محمد یوسف رحمانی کی کتب 611
دیگر مصنفین کی کتب 612

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے حضراتِ انبیاء j کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سب سے پہلے نبی ابو البشر حضرت آدم k تھے اور سب سے آخری نبی سید المرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ a تھے۔ حضرت آدم k سے لے کر حضرت عیسیٰ k تک جتنے صاحبِ شریعت پیغمبر آئے وہ ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے۔ مگر امام الانبیاء آنحضرت a کو عالمگیر نبوت سے نواز کر **رحمة للعالمین** بنا کر بھیجا گیا۔

دینِ مصطفیٰ a کی عالم گیریت:

چونکہ آپ کا دین عالم گیر تھا۔ اس لیے آپ a نے قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے۔ روم شام، یمن کی فتح کی پیش گوئیاں فرمائیں اور وہ سب پوری ہوئیں۔ اسی طرح آپ a نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی۔

”یکون هذه الامة بعث الی السند والهند.“
”یہ امت سندھ اور ہند پر حملہ کرے گی۔“(۱)

چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی تابعی e کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی۔ ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔

اسی طرح آپ a نے ہند کے غزوہ کا بھی ذکر فرمایا تھا آپ a نے فرمایا تھا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِی أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام (۲)

---

(۱) (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۹)

(۲) نسائی ج ۱ ص ۶۳. ومسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹

’’میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرما دیا۔ ایک گروہ جو ہند پر جہاد کرے گا۔ دوسرا جو عیسیٰ k کے ساتھ ہوگا۔‘‘

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی e نے ہندوستان کو فتح کیا اور یہاں اسلامی سلطنت قائم فرمائی۔

یہاں جتنے بھی مسلمان خاندان حاکم رہے، چاہے وہ خاندانِ غلامان ہو یا خاندانِ غوری، خاندانِ خلجی ہو یا خاندانِ سادات، خاندانِ تغلق ہو یا خاندانِ سوری، یا خاندانِ مغلیہ یہ سب کے سب اہل السنّت والجماعت حنفی تھے۔

اسی طرح اولیاء کرام میں سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ۵۶۵ھ بھی اہل السنّت والجماعت اور حنفی تھے۔ دیکھئے **کشف المحجوب** ص ۱۸۶ الغرض ۵۸۹ھ میں سلطان معز الدین سام غوری آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہوگئے۔ اس وقت سے لے کر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی e ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی e تک اہل السنّت والجماعت اور فرقہ بریلویت کا اتفاق ہے۔ یعنی گیارہویں صدی تک۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نقشبندی e المتوفی ۱۱۷۶ھ:

اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی ان کو ہندوستان کے مایہ ناز محدث، مفسر، جامع معقول ومنقول اور عظیم صوفی، مصلح اور بارہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اور ان کو حنفی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب مقلد اور حنفی تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ یہ تحریر خدا بخش لائبریری میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے ایک تلمیذ محمد بن پیر محمد بن الشیخ ابی الفتح نے پڑھا ہے۔ تلمیذ مذکور نے درس صحیح بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ء لکھی ہے۔ جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ

سے اپنی سند امام بخاری تک لکھ کر تلمیذ مذکور کے لیے اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات لکھے۔

العمری نسباً، الدہلوی وطناً، الاشعری عقیدۃً، الصوفی طریقۃً، الحنفی عملاً، والحنفی والشافعی تدریساً، خادم التفسیر والحدیث والفقہ والعربیۃ والکلام...... ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی کہ ''بے شک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔'' اسی نسخہ مذکورہ پر ایک تحریر اور بھی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شاہ عالم نے ایک عالم محمد ناصح کو مامور کیا تھا کہ نسخہ مذکورہ کو اول سے آخر تک حرکات لگا کر ''معرّب'' کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے صحیح نسخہ سے اس کا مقابلہ کر کے تصحیح بھی کی۔ تحریر مذکور کو مولانا احمد رضا بجنوری نے ''**الخیر الکثیر**'' کے مقدمہ عربیہ میں بھی نقل کر دیا تھا۔ جو مجلس علمی ڈابھیل سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی تھی۔ (۱)

اس تحریر سے آپ کا حنفی ہونا واضح ہے۔ فرقہ بریلویت کے بعض حضرات آپ کو وہابی نجدی کہتے ہیں اور آپ کے مشن کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک سے جوڑتے ہیں مزید آپ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جیسا کہ فرقہ بریلویت کے اکابر میں سے مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنی بعض کتب میں آپ پر تنقید کی ہے اور فرقہ بریلویت کے اصاغر میں سے فرقہ بریلویت کے مشہور مناظر مولانا محمد عمر اچھروی نے مقیاس حنفیت میں آپ پر تنقید کی ہے اور ان کے علاوہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے، مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی کی کتاب، کشف الحجاب پر جو مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں بھی شاہ صاحب پر تنقید کی ہے اور تراجم قرآنی کا تقابلی جائزہ جو ''رضا المصطفیٰ'' کراچی والے نے لکھا ہے اس میں شاہ صاحب پر تنقید کی ہے۔

---

(۱) **(مقدمہ انوار الباری)**

ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی نہ تو محمد بن عبد الوہاب سے ملاقات ثابت ہے اور نہ ہی آپ اس کے افکار و خیالات سے متاثر تھے۔ اصل میں آپ مجتہد کے درجہ پر فائز تھے۔ گو مجتہد مطلق نہ تھے اس لیے آپ کی ابتدائی زمانہ کی بعض کتب میں کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ جن کے سمجھنے میں کچھ عوام کو دشواری پیدا ہوتی ہے۔ مگر اہل علم کو وہ بھی نہیں ہوتی۔

شاہ صاحب نے دین اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں اس کو تو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اس لیے یہاں پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حنفی e المتوفی ۱۲۳۹ھ:

آپ اپنے والد شاہ ولی اللہ e کے جانشین تھے۔ اہل السنّت والجماعت حنفی اور فرقہ بریلویت دونوں اس پر متفق ہیں کہ آپ اہل السنّت والجماعت حنفی بزرگ تھے اور کسی قسم کی کوئی تنقید ہماری نظر سے ایسی نہیں گزری جو فرقہ بریلویہ نے آپ پر کی ہو۔ اس لیے آپ کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں آپ کی خدمات کے سب لوگ معترف ہیں۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی حنفی e

المتوفی ۱۲۳۳ھ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e :

آپ نے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ کیا اور دیگر موضوعات پر تقریباً ۳۵ کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ اہل سنت آپ کے ترجمہ قرآن کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ فرقہ بریلویت آپ کے ترجمہ قرآن پر تنقید کرتا ہے۔ فرقہ بریلویت کی طرف سے جو کتب و رسالے اس موضوع پر شائع ہوئے ہیں، وہ اس بات پر گواہ ہیں۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی بن مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت خطیب میمن مسجد کراچی نے جو ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ رسالہ شائع کیا ہے اس میں بھی آپ پر تنقید کی ہے۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی حنفی e

المتوفیٰ ۱۲۳۰ھ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e :

آپ نے زیادہ تر تدریس فرمائی ہے اور قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اور اس کا مختصر سا حاشیہ بھی ساتھ تحریر کیا ہے۔ اہل السنّت اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر فرقہ بریلویت اس پر اعتراضات کرتا ہے۔ ثبوت کے لیے قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب والا رسالہ کافی ہے۔

اس کے بعد دور آتا ہے۔ اس خاندان کے تین افراد کا۔

(۱) مولانا عبدالحئی بڈھانوی داماد اور شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی e

(۲) شاہ اسماعیل شہید بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e

(۳) شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی e

ہم پہلے شاہ اسماعیل شہید e کا تذکرہ کریں گے بعد میں شاہ اسحٰق محدث دہلوی کا

شاہ محمد اسماعیل شہید محدث دہلوی e (المتوفیٰ ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء):

شاہ اسماعیل شہید دہلوی e اپنے زمانہ کے علامہ دہر، عالم کبیر، فقیہ ذی مرتبت اور محدث دوراں تھے۔ آپ شاہ عبدالغنی کے فرزند، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے بھتیجے، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالرحیم کے پڑپوتے تھے۔ ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ پھر ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی بعد میں شاہ عبدالقادر سے، حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں حصول علم سے فارغ ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ سید احمد شہید سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ اپنے مرشد امیر المجاہدین سے سات سال عمر میں بڑے تھے۔ آپ اپنے مرشد کے ساتھ اصلاح و

تبلیغ اور جہاد میں شریک ہو گئے۔ سن ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ کے میدان میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ آپ کی قبر مبارک آج بھی موجود ہے اور ہزاروں لوگ زیارت کے لیے وہاں جاتے ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں: (۱) عبقات (علم تصوف کی بہترین کتاب ہے) (۲) منصبِ امامت (۳) رسالہ اصول فقہ (۴) رد الاشراک عربی (۵) تقویۃ الایمان' یہ رد الاشراک کے پہلے باب کا ترجمہ وتشریح ہے (۶) یک روزی فارسی (۷) مثنوی سلک نور فارسی (۸) رسالہ بے نمازاں (۹) تنویر العینین' یہ آپ کی طرف منسوب ہے (۱۰) صراط مستقیم' فارسی اس میں سید احمد بریلوی کے ارشادات اور ملفوظات کو آپ نے اور آپ کے ایک پیر بھائی مولانا عبدالحیی بڈھانوی نے جمع کیے ہیں۔ (۱۱) رسالہ رد علم منطق' فارسی (۱۲) حقیقت تصوف (۱۳) الاربعین فی احوال المہدیین (۱۴) مکتوبات (۱۵) قصیدہ در مداح آنحضرت a (۱۶) قصید در مداح سید احمد شہید (۱۷) نسخہ قوت ایمان (۱۸) مثنوی سلکِ نور' اردو (۱۹) تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان' یہ آپ کی عربی کتاب رد الاشراک کے باب دوم کا ترجمہ وتشریح ہے، اس کا ترجمہ اور شرح کرنے والے مولانا سلطان محمد خان ہیں۔ (۲۰) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح' فارسی، اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی آپ کا ادب واحترام کرتے ہیں اور آپ کو شہید فی سبیل اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ فرقہ بریلویت آپ کو کافر کہتا ہے اور ہندوستان میں آپ کو فرقہ وہابیہ کا بانی تسلیم کرتا ہے۔ فرقہ بریلویت کا کہنا ہے کہ آپ نے محمد بن عبدالوہاب کے افکار وخیالات کو ہندوستان میں پھیلایا ہے۔ جو شخص بھی آپ کی تعریف کرتا ہے یا آپ کو برا بھلا نہیں کہتا وہ اس کو وہابی کہتے ہیں چاہے اس کا نظریہ کچھ بھی ہو۔

آپ کے خلاف ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور اب تک لکھی جارہی ہیں۔ مولانا فضل حق خیرآبادی، فضل رسول بدایونی اور ان کا خاندان، اس کے بعد مولانا احمد رضا اور ان کے دونوں بیٹے اور آپ کے خلفاء نے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے مشہور خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے تو حد کردی۔ مولانا فضل حق، مولانا فضل رسول، مولانا احمد رضا اور دیگر مخالفین شاہ اسماعیل شہید نے جو کچھ لکھا تھا اس کو جمع کیا اور ایک نئی کتاب مرتب کردی جس کا نام ''اطیب البیان'' ہے۔ اس کتاب کا جواب مرادآباد ہی کے عالم مولانا عزیزالدین مرادآبادی نے لکھا تھا ''**اکمل البیان فی تائید تقویة الایمان**''.

تقویۃ الایمان اور شاہ صاحب کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا اور ان کے دفاع میں بھی کافی کام ہوا۔ اس بارے میں مولانا منظور احمد نعمانی e کی کتاب ''شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت'' اور ''شاہ اسماعیل شہید اور ان کے ناقدین'' اور ''شاہ اسماعیل شہید نماز کا مقام توحید'' ملاحظہ فرمائیں۔ تمام اشکالات اور شبہات جو آپ کے مخالفین پیش کرتے ہیں سب دور ہوجائیں گے۔ ان شاءاللہ

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی حنفی e (م۱۲۶۲ھ):

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب موصوف حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے ہیں، جن کے توسط وسند سے ہندوستان کے موجودہ تمام حدیثی سلسلے وابستہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۶ھ یا ۱۱۹۷ھ میں بمقام دہلی میں ہوئی۔ اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی آغوش تربیت میں پلے بڑھے۔ کافیہ تک کتابیں حضرت شیخ عبدالحیی بڈھانوی سے پڑھیں، باقی سب اوپر والی کتابیں مع کتب فقہ وحدیث حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے پڑھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی اجازت حدیث حاصل فرما کر سلسلہ سند ان سے متصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت نانا جان موصوف کے بعد ان کی جگہ مسند درس

حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۲۴۰ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج وزیارت مقدسہ سے فارغ ہوکر وہاں کے شیخ محدث عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکی (م ۱۲۴۷ھ) سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

پھر ہندوستان واپس ہوکر سولہ سال تک دہلی میں درس حدیث، تفسیر وغیرہ دیتے رہے۔ اس کے بعد پھر مکہ معظّمہ کو ۱۲۵۸ھ میں ہجرت فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے بھائی حضرت مولانا یعقوب صاحب اور تمام متعلقین کو بھی لے گئے وہیں آخر تک مقیم رہے۔ درس وافادہ فرماتے رہے۔ آپ کے کبار تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی **المهاجر الی المدینة المنورة** (۲) شیخ عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری پانی پتی۔ (۳) السید عالم علی المرادآبادی۔ (۴) الشیخ عبدالقیوم بن عبدالحیی الصدیقی البرہانوی۔ (۵) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی۔ (۶) شیخ احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری۔ (۷) المفتی عنایت احمد الکاکوروی۔ (۸) حاجی امداداللہ مہاجر مکی۔ (۹) مولانا مظہر نانوتوی۔ (۱۰) شیخ محدث تھانوی f وغیرہ جن میں سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بکثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔ حتی کہ ہندوستان میں اس کے سوا کوئی سلسلہ سند حدیث کا باقی نہ رہا۔

وذالک فضل الله یوتیه من یشاء

مکہ معظّمہ میں بحالت روزہ، روز دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ کو وفات ہوئی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان مقبرہ معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المومنین خدیجہ m کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ (۱)

---

(۱) **(نزهة الخواطر ۷/ ۵۱، وحدائق حنفیه)**

اکابر علمائے دیوبند اہل السنّت والجماعت

حنفی ماتریدی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی:

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے جانشین شاہ عبدالغنی مجددی صاحب انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ قرار پائے۔ آپ نے ہندوستان میں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں علم حدیث کا ساری زندگی درس دیا۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حنفی اور حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند حنفی شمار ہوئے ہیں۔

شاہ محمد اسحاق کے دوسرے مشہور شاگرد مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی ہیں۔ جنہوں نے بخاری کا حاشیہ، جامع ترمذی کا حاشیہ، مشکوٰۃ شریف کا حاشیہ لکھ کر ہندوستان میں شائع کیا۔ یہ بھی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے استاد ہیں۔ شاہ محمد اسحاق کے تیسرے شاگرد مولانا مظہر نانوتوی ہیں۔ جن کے نام پر سہارنپور کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم ہے۔ علمائے دیوبند کے اکابر میں سے بے شمار علماء نے آپ سے حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔

شاہ محمد اسحاق کے چوتھے شاگرد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہیں۔ حاجی صاحب کا نام پہلے امداد حسین تھا شاہ صاحب ہی نے آپ کا نام تبدیل کر کے امداد اللہ رکھا تھا۔ حاجی صاحب تقریباً تمام دیوبندیوں کے پیرو مرشد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور خلیفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری تھے اور حضرت نانوتوی کے شاگرد حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبند تھے۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ وغیرہ زیادہ مشہور ہوئے۔

حضرت مدنی کے شاگردوں میں ہمارے استاد محترم امام اہل السنّت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر e کا جو مقام ہے وہ دنیا جانتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e سے لے کر امام اہل سنت تک جو شخصیات گزری ہیں

وہ سب قابلِ رشک ہیں۔ دین اسلام کی جو خدمات ان لوگوں نے سرانجام دی ہیں وہ قیامت تک زندہ رہیں گی۔ مگر ایک مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے پیروکار ہیں جو ان تمام بزرگوں پر اعتراض کرتے ہیں اور بعض کی تو تکفیر بھی کی ہے۔ مولانا احمد رضا سے لے کر اب تک بریلوی حضرات نے جو کتابیں علماء دیوبند کے خلاف لکھی ہیں۔ اگر ان کو شمار کیا جائے تو ہزاروں بن جاتی ہیں۔

فرقہ بریلویت کی طرف سے ایک کتاب **مرأۃ التصانیف** جلد اول شائع ہوئی ہے اس کے مصنف بریلویوں کے مشہور مصنف اور مدرس مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری سعیدی ہیں اور شائع مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے ہوئی ہے۔

اس کے ص ۲۴۵ سے لے کر ۲۶۶ تک کل ۲۲ صفحات میں بہت سے کتابیں جو علمائے اہل السنّت والجماعت دیوبند کے خلاف لکھی گئی ہیں، ان کتابوں کی فہرست دی ہے، ہر آدمی دیکھ سکتا ہے۔

وجہ تالیف:

فرقہ بریلویہ کی طرف سے یوں تو چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر اس فرقہ کی ایک کتاب نے ہمیں یہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ کتاب دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ ہے یہ کتاب ۲۰×۲۶/ ۸ سائز کے تقریباً ۶۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے مصنف مولانا مہر علی چشتیاں کے رہنے والے ہیں۔ ہر آدمی اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے۔ اس میں علمائے اہل السنّت کو جو گالیاں دی ہیں وہ مولانا مہر علی کا ہی خاصہ ہے کوئی شریف آدمی ایسی گفتگو نہیں کرسکتا۔ اس میں علمائے دیوبند کو کافر بھی کہا ہے اور جو کچھ فرقہ بریلویت کے علماء، علمائے دیوبند کے خلاف باتیں کرتے ہیں وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے حق کی مخالفت سے بچائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

محمد الیاس گھمن

بانی فرقہ بریلویہ مولانا احمد رضا خان کا تعارف

پیدائش:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، ہندوستان کے صوبہ یو۔ پی کے شہر بانس بریلی میں ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ صدی ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ (۱)

آپ کے خاندان کا تعارف:

آپ کا خاندان ہندوستان کے باشندگان میں سے نہ تھا۔ بلکہ غیر ملکی ہے، چنانچہ آپ کے خلیفہ مولانا ظفرالدین صاحب بہاری (المتوفیٰ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) آپ کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان ابن حضرت مولانا نقی علی خان بن حضرت مولانا رضا علی خان بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خانؒ حضور کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ (۲)

نادر شاہ ایرانی افشاری (المتوفیٰ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) نے جو ایران کا ایک رافضی حکمران تھا۔ اس نے سلاطین اسلام کی حکومتوں کا تختہ الٹنے اور بیخ کنی کرنے کی پوری سعی و کوشش کی چنانچہ پہلے پہل سنی افغان بادشاہ اشرف کی حکومت کا ایران سے استیصال کیا۔ اشرف چار سال سے فارس کا بادشاہ چلا آ رہا تھا۔ چونکہ وہ اہل سنت والجماعت سے تعلق

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۲)

(۲) (دیکھیئے حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۲)

رکھتا تھا اس لیے نادر نے (۱۱۴۲ھ/ ۱۷۱۹ء) اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ طہماسپ صفوی شیعی کو بادشاہ بنا دیا۔ اس کے تعصب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا۔ بلکہ وہ آگے بڑھا اور غیر شیعہ اقوام کو ایران سے نکال کر اس نے کابل و قندھار بھی فتح کر لیا۔ ہمارے شہر لاہور میں بھی آیا اور یلغار کرتا ہوا دہلی جا پہنچا۔ جہاں ۱۱۵۰ھ میں اس نے قتل عام کیا۔ اور تیس کروڑ مالیت کا مال غنیمت لے کر ایران کو واپس چلا۔ (۱)

جس وقت نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان کی سنی حکومت کو تباہ کرنے اور سنی مسلمانوں کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس وقت ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے ایک سنی حکمران روشن اختر ملقب بہ محمد شاہ (المتوفٰی ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کی حکومت تھی۔ نادر شاہ کی یہ ایرانی شیعہ فوج دو لاکھ سواروں اور پیادہ سپاہیوں اور پانچ ہزار توپوں پر مشتمل تھی۔ (۲)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا خاندان بھی اس شیعہ رافضی ایرانی فوج میں شامل تھا۔ اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

ثبوت نمبر ۱:

ابوالمنصور حافظ محمد انور صاحب قادری ایم اے لکھتے ہیں آپ کے جد اعلیٰ حضرت محمد سعید خان کا تعلق قندھار کے باوقار قبیلے بڑہیچ کے پٹھانوں سے تھا، نادر شاہ نے جس وقت مغلیہ خاندان کے حکمران محمد شاہ رنگیلا پر حملہ کیا۔ تو ۱۷۳۹ء میں یہ بھی ہمراہ آئے۔ شروع میں ان کا قیام لاہور میں رہا۔ لاہور کا شیش محل ان ہی کی جاگیر میں تھا۔ بعد میں دہلی چلے آئے۔ (۳)

---

(۱) (دیکھئے مقدمہ مناظرہ نادرہ مابین سنی و شیعہ ص ۳ ملخصاً)

(۲) (دیکھئے اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج ۲ ص ۲۰۶ ہدایت اللہ خان چودھری)

(۳) (دیکھئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان ص ۱۲)

ثبوت نمبر۲:

مولانا ظفر الدین صاحب لکھتے ہیں: ’’عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن القاب شاہ سعید اللہ خان صاحب قندھاری بزمانہ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے۔ اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات جوزیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے۔ یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا۔ جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔(۱)

برادران اسلام:

اس معتبر ثبوت سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا خاندان نادر شاہ ایرانی کی شیعہ ایرانی فوج میں شامل تھا اور لڑائی کے لیے آیا تھا۔ چنانچہ لاہور کے شیش محل پر غاصبانہ قبضہ بھی جمالیا تھا۔ مگر نادر شاہ نے اپنی رافضی ایرانی فوج کو حکم دیا کہ لاہور چھوڑ کر دہلی پر حملہ کریں۔ تو ایرانی فوج نے اپنے مذہبی حکمران کا حکم تسلیم کرتے ہوئے لاہور چھوڑ کر دہلی پہنچے۔ چنانچہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے جد اعلیٰ بھی نادر شاہ کے ہمراہ دہلی پہنچے۔ اور علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۳۴ میں ہے کہ نادر شاہ کا قتل عام ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ فروری ۱۷۳۸ء میں ہوا۔ سو چند گھنٹوں میں یعنی صبح سے دوپہر تک شہر دہلی مردہ لاشوں سے پٹ گیا، مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک بیان کی گئی ہے۔ اور سیر المتاخرین والے نے رافضی ہونے کے باوجود لکھا ہے کہ مردہ لاشوں میں بدبو پھیل گئی اور راستے مسدود ہو گئے تو بغیر تمیز مسلم و کافر کے سب لاشوں کے جلانے کا حکم نادر شاہ نے دے دیا تو سب مردہ لاشوں کو جلا دیا گیا۔ (ملخصاً)

---

(۱) (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳)

پھر نادر شاہ کے معاہدے کے بارے میں ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے۔

’’معاہدے کی رو سے یہ قرار پایا کہ نادر شاہ پچاس لاکھ روپے بطور تاوان وصول کر کے فوراً واپس چلا جائے گا۔ اور مطلوبہ رقم مختلف اقساط سے اسے ادا کر دی جائے گی۔ آخری قسط اسے ایران جاتے ہوئے دریائے سندھ کو پار کرتے ہی پیش کر دی جائے گی۔ لیکن نظام الملک کے دشمن سعادت خان گورنر اودھ نے نادر شاہ کو مطلوبہ رقم میں اضافہ کر دینے پر رضا مند کر لیا۔ نادر شاہ نے تاوان کی رقم بیس کروڑ روپے مقرر کی۔ اور نظام الملک کو لکھا کہ مغل شاہ کو دوبارہ اس کے حضور پیش ہو۔ محمد شاہ جوں ہی نادر شاہ کو ملنے کے لیے ایرانی لشکر میں پہنچا اسے گرفتار کر لیا گیا۔ شہنشاہ کی قید کے ساتھ ہی تمام ہندوستانی سلطنت کے قفل کو کھولنے والی کنجی اب نادر شاہ کے ہاتھ تھی۔ (۱)

قارئین کرام! نادر شاہ ایرانی تو واپس چلا گیا، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے جد اعلیٰ سعید اللہ خان قندھاری واپس اپنے ملک نہ گئے بلکہ یہاں ہندوستان میں اقامت پذیر ہو گئے بلکہ محمد شاہ کے معتمد خاص ہو گئے۔ اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ اور بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رام پور میں تھے۔ انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کئے گئے جیسا کہ بحوالہ گزر چکا ہے۔ پھر سعید اللہ خان کے لڑکے سعادت یار خان تو محمد شاہ کے وزیر بن گئے۔ اور بہت سی زمین ضلع بدایوں میں انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کر دی گئی۔ جس سے ان کی نسل در نسل مستفید ہوتی رہی۔ (۲)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ قندھار کے مسافر محمد شاہ کے منظور نظر کیسے ہو گئے دو باتیں سمجھ آتی ہیں ان میں سے ایک ضرور ہو گی۔

---

(۱) (اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج ۲ ص ۲۰۷)

(۲) (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳، ۱۴)

① ...... نادر شاہ کے چونکہ ہمراہ آئے تھے اس لیے اس نے محمد شاہ کو کہا ہو کہ یہ میرے معتمد ہیں ان کو بڑے عہدے دے کر اپنے پاس رکھو تاکہ میرے اور تمہارے درمیان یہ ایجنٹی کا کام کرتے رہیں۔

② ...... یا یہ کہ یہ حضرت اپنی قابلیت کی بنا پر محمد شاہ کے منظور نظر ہو گئے اور محمد شاہ کا منظور نظر و انعامات کا مستحق وہ شخص ہوتا تھا جو کہ اس کی رنگ رلیوں کے لیے سامان تعیش مہیا کرتا تھا۔

ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے: وہ رنگ رلیوں ہی میں مستغرق رہتا اسی واسطے اسے محمد شاہ رنگیلا کہا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں اکثر صوبے مغلیہ سلطنت سے آزاد ہو گئے۔ اور مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے سلطنت کو بالکل ہی تباہ کر ڈالا، علی وردی خان بنگال میں سعادت علی خان اودھ میں اور نظام الملک دکن میں خود مختار بن بیٹھے۔ (۱)

اور ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۳۹۸ میں ہے۔ عالمگیر کے پوتے جہاں دار شاہ نے تخت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنی ایک منظور نظر طوائف کے بھائی کو دہلی کا افسر مقرر کیا۔ پھر جہاندار شاہ کے پڑپوتے محمد شاہ رنگیلے نے تو کمال ہی کر دیا۔ اس نیلال قلعہ کے اندر حوضوں میں شراب بھروائی۔

سعادت یار خان کی اولاد کا ذکر:

مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: ''ان کی نرینہ اولاد تین تھے، بڑے شاہزادے والا تبار محمد اعظم خان صاحب ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ (۲)

---

(۱) (اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج ۲ ص ۱۸۷)

(۲) (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳، ۱۴)

اعظم خان کی اولاد کا ذکر:

ظفر الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اعظم خان صاحب نے دو عقد کیے پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خان صاحب ہیں۔ اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ حافظ کاظم علی خان صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ (۱)

برادران اسلام:

حافظ کاظم علی خان صاحب، اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑ دادا ہیں۔ کاظم علی صاحب کے لڑکے مولانا رضا علی خان صاحب تھے۔

ان کے لڑکے مولانا نقی علی خان تھے ان کے لڑکے مولانا احمد رضا خان صاحب تھے۔ جو بلا شرکت غیرے امام اہل سنت بن گئے۔ کاظم علی خان صاحب، آصف الدولہ کے وزیر بن گئے۔

یہ آصف الدولہ کون ہے؟:

نواب آصف الدولہ غالی قسم کا رافضی شیعہ تھا۔ نوابان اودھ میں سے تھا۔ اس ریاست اودھ پر قبضہ کرنے والا اور اس کی بادشاہت کا بانی نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری (ایرانی) شیعہ رافضی تھا اور اسی شخص نے مغلیہ خاندان کی سنی حکومت کے برباد کرنے اور زیادہ تاوان لینے کے لیے نادر شاہ کو ابھارا تھا۔ جیسا کہ بحوالہ گزر چکا ہے۔ ان نوابان اودھ کا جو یکے بعد دیگرے اس ریاست پر حکمران ہوئے نقشہ ذیل سے حال معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

① نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری، ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۴ء تا ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء (سولہ سال)

---

(۱) (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۴)

② نواب صفدر جنگ منصور علی خان ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء تا ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء (۱۶ سال)

③ نواب شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر۔ ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء تا ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء (۲۱ سال)

④ آصف الدولہ مرزا یحییٰ عرف مرزا امانی ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء تا ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء (۲۲ سال)

⑤ نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء تا ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء (۱۶ سال)

⑥ غازی الدین حیدر بادشاہ ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء تا ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء

⑦ نصیر الدین حیدر بادشاہ ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء تا ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء

⑧ محمد علی شاہ پسر سعادت علی خان ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء تا ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء

⑨ امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۷ء

⑩ واجد علی شاہ ۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء (۱)

شیعہ شاہان اودھ:

ہفت روزہ شیعہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔ برصغیر میں شیعہ سید موسوی النسل وشاہان اودھ نے ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی۔ جو اتحاد بین الاقوامی کی علم بردار تھی اور جو اب تک مسلمانوں کی رواداری و احترام باہمی کا درس دیتی ہے۔ اس نفیس ولطیف تہذیب کے بانی شجاع الدولہ، نواب آصف الدولہ، نواب امجد علی شاہ اور نواب واجد علی شاہ تھے۔ جن کی سعی سے لکھنو میں جامعہ سلطان المدارس مدرسۃ الواعظین امام بارگاہ آصفیہ، امام بارگاہ حسین آباد، درگاہ حضرت امام حسین و درگاہ حضرت عباس علم بردار تعمیر ہوئیں۔ شہر لکھنو کی شاہراوں پر

---

(۱) (مقدمہ وقائع دل پذیر ص ۱۲)

ماتمی جلوسوں کی اور تعزیہ و علم مبارک کے جلوس انہی بادشاہوں کے عہد میں برآمد ہوتے تھے اور یہ مجلس و ماتم کی روایت تب ہی سے آج تک ہندوستان میں جاری ہے۔ الخ۔ (۱)

شمالی ہند میں تعزیہ سازی اور محرم کے جلوس میں ان کے گشت کرانے کی ابتداء بھی آصف الدولہ کے زمانے سے لکھنو سے شروع ہوئی۔ (۲)

مجتہد العصر مولانا دلدار علی صاحب نصیر آبادی لکھنوی ولادت ۱۷۵۳ء وفات ۴ مئی ۱۸۲۰ء وہ ہندوستان کے پہلے مجتہد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ان کے ذریعے پھیلا۔ ملا محمد کشمیری (شیعہ) نے فضیلت نماز جماعت پر ایک رسالہ لکھا۔ جس میں نواب آصف الدولہ کی وجہ اس طرف دلائی۔ کہ اس ملک میں مولانا سید دلدار علی جیسا دین دار اور مجتہدین کربلا و مشہد کا مانا ہوا عالم موجود ہے۔ جو پیش نماز ہونے کے ہر طرح لائق ہے۔ اگر نواب نماز پنجگانہ اس کے پیچھے پڑھیں۔ تو ہر جگہ نماز جماعت کا رواج ہو جائے۔ نواب نے ملا محمد علی کشمیری کا یہ مشورہ قبول کیا۔ اور مولانا دلدار علی کو نماز جماعت میں پیش امام بننے پر آمادہ کر لیا۔ اور اودھ میں ایک نئی مذہبی زندگی کا آغاز ہوا۔ (۳)

ان شیعہ نوابان اودھ کے اہل سنت والجماعت پر ظلم کرنے کی داستان بہت طویل ہے۔ اور سنی مسلمانوں کو رافضی بنانے کی سعی نہایت عمیق ہے۔

برادرانِ اسلام

آپ کو بتانا یہ تھا کہ ان شیعہ نوابان اودھ کے ساتھ اعلیٰ حضرت بریلوی خاندان کے تعلقات بہت ہمدردانہ تھے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑدادا جناب کاظم علی صاحب، نواب آصف الدولہ رافضی کے وزیر بن گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

---

(۱) (ہفت روزہ شیعہ لاہور ایڈیٹر ملک رضا علی، جلد نمبر ۶۰ یکم مارچ ۱۹۸۲ء نمبر ۱۷، ۱۸ ص ۴)

(۲) (بادشاہ بیگم اودھ) ص ۱۲۳ مترجم محمود عباسی)

(۳) (رود کوثر ص ۶۳۲ ـ ۶۳۳ از شیخ محمد اکرام صاحب)

نواب آصف الدولہ (متوفٰی ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) کا لکھنو میں بہت بڑا امام باڑہ بنا ہوا ہے۔ پروفیسر محمد اسلم استاد شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے تاثرات عینی شاہد کی حیثیت سے ماہنامہ البلاغ ص ۸۰ ربیع الثانی جمادی الاولٰی ۱۴۰۰ھ میں ملاحظہ کریں۔

ایسے غالی رافضیوں کا ایک سنی مسلمان کس طرح وزیر بن سکتا ہے۔

خاندانی تعارف کے بعد مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

اس امام باڑہ پر دس لاکھ روپے کی لاگت آئی اور اس آصف الدولہ نے نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی۔

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص☒☒)

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک (شیعہ) کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیل پڑ گیا انگریزی کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں۔

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص☒☒ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے متعلق بریلوی علماء کا خیال ہے کہ بریلوی تھے ملاحظہ فرمائے مجالس علماء از مختار عالم صاحب)

بانی فرقہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی

نام:

مولانا محمد صابر نسیم بستوی لکھتے ہیں:

حضور کا پیدائشی اسم گرامی محمد ہے۔ والدہ ماجدہ محبت و شفقت میں امّــنْ میاں، والد ماجد اور دیگر اعزہ احمد میاں کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

جد امجد علیہ الرحمۃ نے آپ کا اسم شریف احمد رضا رکھا اور تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ھ ہے اور خود آپ نے اپنے نام کے اول میں عبدالمصطفیٰ لکھنے کا التزام فرمالیا تھا اور اسلامی دنیا میں آپ کو اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے بصد ادب واحترام یاد کیا جاتا ہے۔ (۱)

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مولانا کو کوئی نام پسند نہ آیا اور خود انہوں نے اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا تھا۔

سلسلہ نسب:

اگلے صفحہ پر سلسلہ نسب کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) (اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۵۔۲۶)

سلسلہ نسب

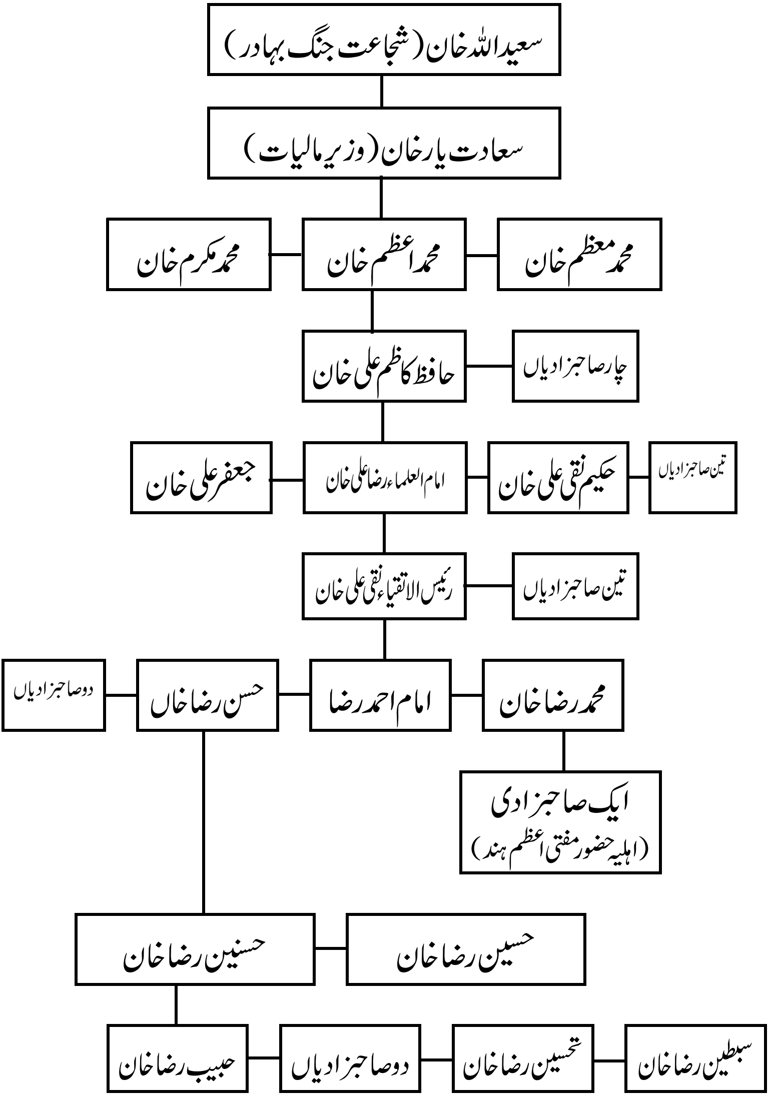
سعید اللہ خان (شجاعت جنگ بہادر)
سعادت یار خان (وزیر مالیات)
محمد معظم خان
محمد اعظم خان
محمد مکرم خان
حافظ کاظم علی خان
چار صاحبزادیاں
تین صاحبزادیاں
حکیم تقی علی خان
امام العلماء رضا علی خان
جعفر علی خان
تین صاحبزادیاں
رئیس الاتقیاء نقی علی خان
محمد رضا خان
امام احمد رضا
حسن رضا خاں
دو صاحبزادیاں
ایک صاحبزادی
(اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند)
حسین رضا خان
حسنین رضا خان
سبطین رضا خان
تحسین رضا خان
دو صاحبزادیاں
حبیب رضا خان

(اولاد احمد رضا)

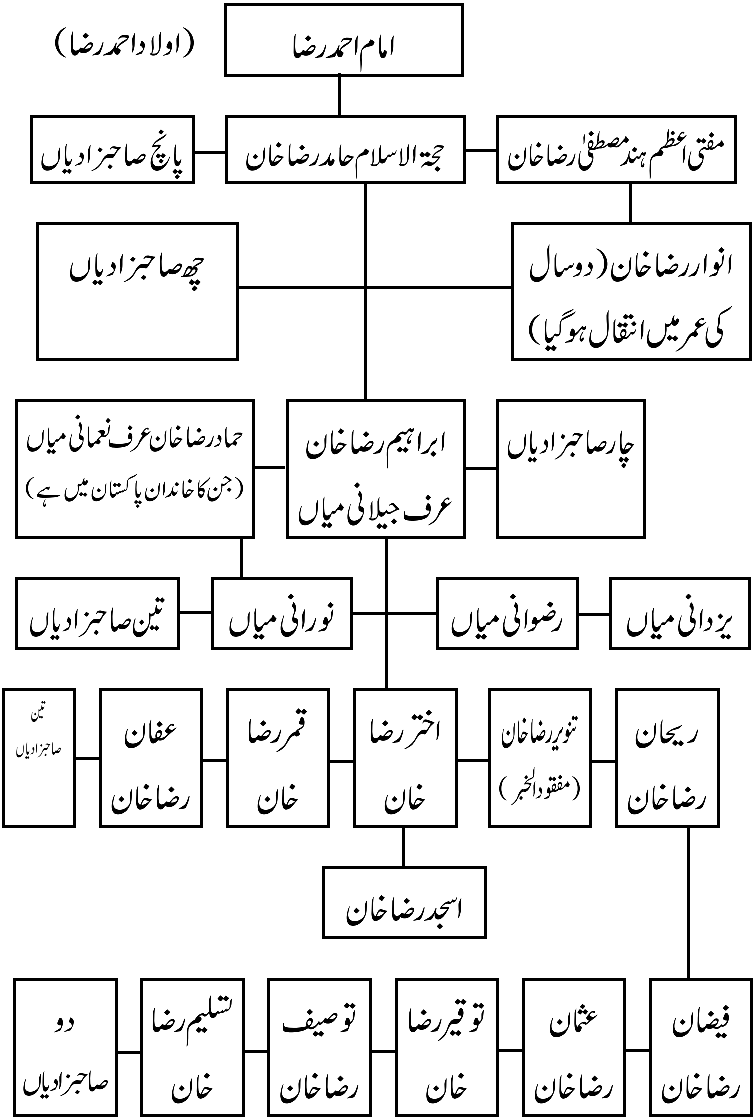
امام احمد رضا
مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان
حجۃ الاسلام حامد رضا خان
پانچ صاحبزادیاں
انوار رضا خان (دو سال کی عمر میں انتقال ہوگیا)
چھ صاحبزادیاں
چار صاحبزادیاں
ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں
حماد رضا خان عرف نعمانی میاں (جن کا خاندان پاکستان میں ہے)
یزدانی میاں
رضوانی میاں
نورانی میاں
تین صاحبزادیاں
ریحان رضا خان
تنویر رضا خان (مفقود الخبر)
اختر رضا خان
قمر رضا خان
عفان رضا خان
تین صاحبزادیاں
اسجد رضا خان
فیضان رضا خان
عثمان رضا خان
توقیر رضا خان
توصیف رضا خان
تسلیم رضا خان
دو صاحبزادیاں

(ماخوذ ماہنامہ المیزان بمبئی)

مولانا احمد رضا خان کا حلیہ مبارک

آپ کے رنگ کی آب وتاب ختم ہو چکی تھی:

مولانا نسیم بستوی لکھتے ہیں:

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمک دار گندمی تھا۔ ابتدا سے وقت وصال تک مسلسل محنت ہائے ساقہ نے رنگ کی آب وتاب ختم کردی تھی۔ (۱)

آپ درد گردہ میں مبتلا تھے:

آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں لکھتے ہیں:

آپ کو چودہ (۱۴) برس کی عمر میں درد گردہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک رہا۔ کبھی کبھی اس کے شدید دورے پڑ جاتے تھے۔ (۲)

آپ لاغر تھے:

حسنین رضا خاں لکھتے ہیں:

لاغری کے سبب سے چہرہ میں گدازی نہ رہی تھی مگر ان میں ملاحت اس قدر عطا ہوئی تھی کہ دیکھنے والے کو اس لاغری کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ (۳)

آپ کا سینہ باوجود اس لاغری کے خوب چوڑا محسوس ہوتا تھا۔ (۴)

آپ کی اکثر آنکھیں خراب ہو جاتی تھیں:

مولانا خود فرماتے ہیں:

مجھے نوعمری میں آشوب چشم اکثر ہو جاتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ (۵)

---

(۱) (اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۰)

(۲) (اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۱)

(۳) (اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۰)

(۴) (اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۰)

(۵) (ملفوظات مکمل چار حصے ص ۲۰ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی)

آپ کی ایک آنکھ کچھ دب سی گئی تھی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

اسی زمانہ میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ آنکھ کچھ دبتی ہوئی معلوم ہوئی دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی۔ پھر وہ بھی صاف ہوگئی۔ (۱)

آگے مزید فرماتے ہیں:

ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی، بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا تو وسط شے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ (۲)

نظر کی کمزوری کی وجہ سے روٹیاں نظر نہ آئیں:

پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نحیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا تھے ان کی عام غذا چکی کے پسے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا۔ آخر عمر میں ان کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا۔ کھانے پینے کے معاملے میں اس قدر سادہ مزاج تھے کہ ایک بار بیگم صاحبہ نے ان کی علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے دستر خوان بچھا کر قورمہ کا پیالہ رکھ دیا اور چپاتیاں دستر خوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ کچھ دیر بعد وہ دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن آپ نے نوش فرما لیا ہے لیکن چپاتیاں دستر خوان میں اسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں۔

---

(۱) (ملفوظات ص ۲۰) (۲) (ملفوظات ص ۲۰۔۲۱)

پوچھنے پر آپ نے فرمایا چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں، سمجھا ابھی نہیں پکی ہیں میں نے اطمینان سے بوٹیاں کھالیں اور شوربا پی لیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ (۱)

آپ کو اکثر دردسر اور بخار کی حرارت رہتی تھی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت دردسر رہتا ہے۔ (۲)

آپ کی کمر میں بھی درد رہتا تھا:

آپ کے خلیفہ ظفر الدین صاحب لکھتے ہیں:

حضور پر نور کے طریقہ نشست عرض کردوں چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا۔ (۳)

طبیعت اچھی نہیں رہتی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں۔ (۴)

آپ کو نسیان بھی تھا:

جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے چشمہ لگائے رہتے جب لکھنا موقوف فرماتے عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے ایسا معلوم ہوتا کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی، دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگا لیا کرتے اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہو جاتا اوپر چڑھا لیا

---

(۱) (انوار رضا ص ۳۶۶ مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

(۲) (ملفوظات ص ۶۴ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی)

(۳) (حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۸)

(۴) (حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۷۹)

کرتے تھے اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اوتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے چشمہ کی تلاش شروع کی مگر چشمہ نہ ملا اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آ رہا۔ (۱)

ایک دفعہ آپ کو طاعون کی بیماری لگ گئی تھی:

چار روز مجھے شدید بخار آیا پانچویں دن درد پہلو پیدا ہوا پھر وہ درد جگر سے متبدل ہوا۔ (۲)

تعلیم:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اساتذہ کرام:

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کسی باقاعدہ عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے، آپ کی اکثر دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی۔ آپ کے پہلے استاد مرزا غلام قادر تھے، ان کے بعد آپ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے پڑھتے رہے۔ مولانا نقی علی خاں بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے، وہ بھی گھر میں ہی پڑھتے رہے نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا اس کے باوجود آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں ''علوم وفنون کا ہمالہ'' سمجھ لیا۔ (۳)

---

(۱) (حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۶۴)

(۲) (حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۶۴)

(۳) (المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی ۳۳۷)

علم جفر کی تعلیم:

دینی تعلیم کے بعد آپ نے علم ہیئت اور نجوم مولانا عبدالعلی صاحب رام پوری سے اور علم جفر اور تکسیرا اپنے مرشد مولانا ابوالحسین نوری سے سیکھا ان دنوں گدی نشینوں کو علم جفر اور نجوم میں بہت مہارت تھی اور جتنی ان علوم میں دسترس ہو ان کا حلقہ عقیدت اتنا ہی وسیع ہو جاتا ہے۔ مارہرہ شریف کے گدی نشین علم جفر میں ماہر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علم جفر انہی سے سیکھا تھا۔(۱)

اور یہی کشش انہیں آستانہ مرشد پر لے آئی تھی۔ آپ علم جفر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ جہاں ہر طالب آنخضرت ﷺ کے حضور حاضری کی تمنا لیے حاضر ہوتا ہے۔ آپ وہاں بھی اس لیے گئے کہ شاید وہاں کوئی علم جفر کا ماہر مل جائے اور اس کے ذریعہ آپ کا کام چل نکلے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔

”خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔“(۲)

ستاروں کا علم:

مولانا احمد رضا خاں صاحب ستاروں کے اثرات کے بھی قائل تھے المیز ان امام احمد رضا نمبر میں ہے۔ ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اصلی فاعل حضرت عزۃ جل شانہ کو جانتے تھے۔(۳)

مولانا احمد رضا خاں عطائی طور پر انبیاء اور اولیاء کے تکوینی اختیارات کے بھی قائل

---

(۱) (المیز ان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی ۳۴۲)

(۲) (ملفوظات مکمل ص ۲۸)

(۳) (المیز ان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی ۳۴۲)

تھے اور ستاروں میں بھی ان اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے۔

بہر حال مولانا احمد رضا خاں نے جس دن مارہرہ شریف میں بیعت کی تو مرشد نے اسی دن آپ کو خلافت دے دی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں تک سلوک وطریقت اور مجاہدہ وریاضت کا تعلق ہے آپ ان کے تجربات سے نہیں گزرے اور آپ کا علم مسائل طریقت میں بھی علم شریعت کی طرح ناپختہ ہی رہا۔

المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ہے کہ آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو یونہی خلافت دے دی تھی۔ آپ نے بغیر مشقت ومجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔ (۱)

مارہرہ شریف سے تعلق جب زیادہ تر علم جفر اور تکسیر کی بنا پر تھا تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں سلوک وطریقت کی منزلیں طے کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ پیر و مرید اسی فضول علم میں کھوئے ہوئے تھے جس کے بارے میں وہ خود حضور اکرم ﷺ سے جواب لے چکے تھے کہ یہ علم فضول ہے مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خواب میں مجھے ایک تھان دکھایا جس پر ا......ھ......ذ کے حروف لکھے تھے اس کی تعبیر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود یہ بیان کی ا، ھ، ذ کے معنی ہیں فضول بک۔ (۲)

اس وقت کی مشہور درس گاہیں:

دار العلوم دیوبند کو ایک طرف رہنے دیجیے اس وقت کئی اور بھی درس گاہیں موجود تھیں جن میں نادر روزگار علمی شخصیتیں موجود تھیں اور علم وفن کے متلاشی دور دور سے آکر ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طلب علم میں وقت کے جن مشہور مراکز علمی میں گھومے مولانا احمد رضا خاں صاحب ان میں سے کسی مرکز علم سے

---

(۱) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۶۷)

(۲) (ملفوظات حصہ اول ص ۱۰۵)

فیض یاب نہ ہو سکے۔

اس وقت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ)، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ)، شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (۱۳۰۷ھ)، مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (۱۳۱۳ھ) اور مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی جیسے حضرات موجود تھے۔ جن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بخوبی استفادہ کر سکتے تھے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کے تذکرہ ''مہر منیر'' میں ان نادر روزگار علمی شخصیتوں کا ذکر موجود ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اساتذہ کی کمی پر ہمیشہ فخر رہا حالانکہ زیادہ سے زیادہ علماء سے استفادہ کرنا علماء سلف کے لیے سرمایہ افتخار رہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چار ہزار اساتذہ سے استفادہ کیا تھا۔ جہاں بھی کسی صاحب علم کی شہرت ہوتی علماء وہاں پہنچتے اور اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرتے۔

بریلوی حلقے اس پر فخر کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں، مولانا عبدالعلی رام پوری اور شاہ ابوالحسین صاحب نوری کے سوا کسی سے نہیں پڑھا۔

ان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔(۱)

علم لدنی کا دعویٰ:

مولانا احمد رضا خاں کا تعلیمی پہلو اتنا کمزور رہا کہ آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کے لیے علم لدنی کا دعویٰ کریں اور اعتقاد رکھیں کہ آپ کے علم و فن کے کمالات وہبی تھے جو آپ خدا کی طرف سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

---

(۱) (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۸)

تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں گفتگو:

مولانا عرفان علی صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا:

میری عمر تین ساڑھے تین برس کی ہوگی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے، انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے بھی فصیح عربی میں ان کی باتوں کا جواب دیا۔"(۱)

یہ حکایت محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے لیے اساتذہ کی کمی کا جبر ہو سکے اور مولانا کے لیے علم لدنی ثابت کرنے کی بنیاد فراہم کی جاسکے تاہم تعجب ہوتا ہے کہ جب تین ساڑھے تین برس کی عمر میں علم کی یہ شان تھی تو چار سال کی عمر میں طوائف کے سامنے قمیص اوپر کیوں اٹھا لیتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ کے مقدمہ میں ہے:

نظر کی حفاظت:

چار برس کی عمر میں ایک دن بڑا سا کرتہ پہنے باہر تشریف لائے تو چند بازاری طوائفوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال لیا یہ دیکھ کر ایک عورت بولی واہ میاں صاحب زادے آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا۔(۲)

ہم اپنے آپ کو کس طرح سمجھائیں کہ ساڑھے تین سال اور چار سال کی عمروں کے یہ دونوں واقعات کیسے سچ ہو سکتے ہیں دروغ گورا حافظہ نباشد کہہ کر بھی ہم آگے نکلنا نہیں چاہتے کہ یہ مولانا کے ادب کے خلاف ہوگا۔

---

(۱) (المیزان امام احمد رضا نمبر ۳۳۹)

(۲) (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۷ شائع شدہ لائل پور)

چھ سال کی عمر میں فصیح تقریر:

بریلوی لٹریچر میں یہ روایت بھی ملتی ہے:

چھ سال کی مبارک عمر میں کہ ماہ ربیع الاول تھا ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے منبر پر جلوہ افروز ہوکر آپ نے پہلی مرتبہ تقریباً دو گھنٹے تک علم و عرفان کے دریا بہائے۔(۱)

مولانا احمد رضا خاں نے چھ سال کی عمر میں تقریباً دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا کوئی استاد نہیں تھا:

میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق ضرب تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ (اصل بات یہ ہے کہ مولانا نقی علی خاں کو شرح چغمینی خود نہ آتی تھی اب پڑھائیں کیا؟ کتاب سے جان چھڑانے کا یہ ایک مصلحتی انداز تھا جو آپ نے اختیار کیا اگر یہی بات جو انہوں نے کہی تھی تو پھر مولانا احمد رضا خاں مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری سے یہی کتاب پڑھنے کیوں جاتے افسوس کہ آپ وہاں بھی اس کے چند اسباق ہی پڑھ سکے۔ حضرت استاد ہونے کا فخر ...... مولانا عبدالعلی رامپوری کو حاصل ہوا جن سے حضرت نے شرح چغمینی کے کچھ اسباق لیے۔(۲)

مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے۔(۳)

---

(۱) (مقدمہ فتاویٰ رضویہ ص ۷)

(۲) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۳۲)

(۳) (المیزان احمد رضا نمبر ۴۴۲)

تیرہ سالہ مفتی:

مولانا احمد رضا خاں مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھ کر ۱۳ سال کی عمر میں دینی تعلیم سے فارغ ہوئے اور اسی دن والد نے آپ کو مسند افتاء پر بٹھایا۔ آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں پہلے مفتی ہیں جنہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں فتویٰ کا قلم دان سنبھالا۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی:

''تیرہ سال کی عمر میں ...... ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد صاحب نے جودت ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کا آپ کے سپرد کر دیا۔''(۱)

بریلوی فرقہ والے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اسی دن سے مجدد کامل بھی تھے۔

آپ نے ۱۲۸۶ھ میں علوم مروجہ درسیہ علم سے فراغت حاصل کی اور منصب افتاء پر بٹھائے گئے اسی دن سے ان کی زندگی کا اگر ایمان دارانہ جائزہ لیا جائے تو ان کا مجدد کامل ہونا مہر نیمروز کی طرح ظاہر و آشکار ہے۔(۲)

یہ بات ان لوگوں کی محض اپنی روایت نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت کا بیان بھی اس بارے میں یہ ہے کہ:

فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔(۳)

---

(۱) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۱۹۷ خلاصہ)

(۲) (احمد رضا نمبر ص ۳۸۱)

(۳) (احمد رضا نمبر ص ۵۶۹)

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسی دن آپ فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے اسی دن نماز آپ پر فرض ہوئی اور اسی دن سے آپ مجدد ٹھہرے آپ کی یہ چار خصلتیں ایک ہی دن کی یاد ہیں۔

بریلوی مذہب کے لوگ بسا اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے میں آپ کی ہزاروں کتابوں پر نظر تھی اور ہزاروں کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں۔

پچاس کتابیں زیر مطالعہ:

درسیات کے علاوہ صرف پچاس سے کچھ زائد کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا تھا اس وسعت مطالعہ پر آپ کی اپنی ایک شہادت بھی موجود ہے خود فرماتے ہیں:

درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میرے درس و تدریس اور مطالعہ میں رہیں۔(۱)

مولانا احمد رضا اور مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت:

مولانا احمد رضا خاں نے جب ہوش سنبھالا تو بریلی میں مدرسہ مصباح التہذیب موجود تھا لیکن اس پر علمائے دیوبند کے اثرات بہت گہرے تھے بریلی میں بس انہی کی بات چلتی تھی پھر ایک مدرسہ اشاعت العلوم ۱۳۱۲ھ میں قائم ہوا وہ بھی رفتہ رفتہ علمائے دیوبند کے زیر اثر چلا گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ مولانا احمد رضا خاں فرض نماز تک گھر میں پڑھتے تھے۔

افسوس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بڑے ہو کر بھی کوئی وسیع اور کامیاب دار العلوم کہیں

---

(۱) (احمد رضا نمبر ص ۵۷۲)

نہ بنا سکے جوان کا مدرسہ تھا اس کا کل سرمایہ مولانا ظفر الدین اور لال خاں ہی تھے۔ آپ اپنے ایک خط میں اس حالت کا ذکر کرتے ہیں۔

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ۔ نہ ہمت والے مال دار۔ ایک ظفر الدین کدھر جائیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں۔ **وحسبنا اللہ و نعم الوکیل .** (۱)

یہ لال خاں کون تھا اور کیا کام کرتا تھا یہ مولانا احمد رضا خاں جانیں لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے کہ آپ نے (مولانا احمد رضا نے) باقاعدہ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا یہی مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا۔ (۲)

کھڑے ہو کر سبق پڑھانا:

ایک دفعہ بزور مطالعہ حدیث پڑھانے بیٹھے تو یہ پتہ نہ تھا کہ حدیث کس طرح بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے لگے جس طرح یورپ کے تعلیمی اداروں میں استاد کھڑے ہو کر لیکچر دیتا ہے مولانا احمد رضا خاں بھی کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے اور پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے۔ (۳)

یہ ماحول خود بتا رہا ہے کہ وہ مدرسہ کس درجے کا ہوگا جہاں پڑھائی اس خلافِ فطرت انداز میں ہوتی ہوگی تاہم یہ بات لائق غور ہے کہ اس آن بان کے باوجود آپ کوئی بڑا

---

(۱) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۵۷۰)

(۲) (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۲)

(۳) (جاء الحق ص ۲۵۶)

مدرسہ بنانے میں ناکام رہے نہ یہ آپ کا ذوق تھا ان حالات میں پچاس سے زیادہ کتابیں کیسے آپ کے مطالعہ میں رہ سکتی تھیں۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ خیرآبادی کی خدمت میں حاضری اور آپ کی بدنصیبی:

حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رام پور میں اپنے وقت میں معقولات کے شیخ تھے، مولانا احمد رضا خاں رام پور گئے تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ مولانا خیرآبادی سے کچھ منطق پڑھ لیں۔ مولانا خیرآبادی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کون سی پڑھی ہے؟ مولانا احمد رضا خاں نے کہا: قاضی مبارک۔ مولانا خیرآبادی نے جاننا چاہا کہ نچلی کتابیں ترتیب سے پڑھ آئے ہو یا کمال ذہانت سے اونچی کتابوں پر دسترس پالی ہے۔ انہوں نے پوچھا شرح تہذیب پڑھی ہے۔ اب بجائے یہ کہنے کہ میں نے نچلی کتابیں سب ترتیب سے پڑھی ہیں۔ آپ نے شیخ وقت کے سامنے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں:

حضرت نے فرمایا: کیا جناب کے ہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ علامہ خیرآبادی نے گفتگو کا رخ بدل دیا اور پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا: تدریس و تصنیف اور افتاء پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا: آپ بھی رد وہابیہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے...... اعلیٰ حضرت آزُردہ ہوئے۔(۱)

---

(۱) (المیزان احمد رضا نمبر ۳۳۲)

مولانا احمد رضا خاں استاذ وقت کے سامنے اگر یہ گستاخانہ لہجہ اختیار نہ کرتے تو ممکن ہے آپ کو منطق میں کچھ شُد بُد حاصل ہو جاتی۔

آپ کی منطق دانی:

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں خاں صاحب کو ان کی ایک تحریر کی روشنی میں منطق کے آئینہ میں اتاریں خان صاحب لکھتے ہیں:

نسبت و اسناد دو قسم ہے۔ حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت میں متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو۔ خواہ وہ دوسرا بھی خود بھی اس وصف سے متصف ہو۔ جیسے واسطہ فی الثبوت ہیں یا نہیں۔ جیسے واسطہ فی الاثبات ہیں۔(۱)

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح غلط استعمال کی ہے۔ واسطہ فی الاثبات اسے نہیں کہتے۔ جو خان صاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کیے دیتے ہیں:

واسطہ مصطلحہ اہل حکمت:

واسطہ موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے جیسے **العالم حادث لانہ متغیر** اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت، عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے۔ اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دونوں صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ عالم اور

---

(۱) (الامن والعلیٰ ص۱۵)

متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں، متغیر براہِ راست حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ...... یہ مثال واسطہ فی الاثبات ہے۔

(۲) واسطہ بالعروض: جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں، وہ بذات خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطہ سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقتاً اور بالذات موصوف ہے۔ ذوالواسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

(۳) واسطہ فی الثبوت......اس کی دو قسمیں ہیں:

واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ......اس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے حقیقتاً متصف ہوتے ہیں۔ جیسے انسان قلم کے واسطہ سے لکھتا ہے۔ قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذوالواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقتاً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت، ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے...... ہاتھ چابی سے تالہ کھول رہا ہے، ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطہ سے حرکت کرتی ہے۔

واسطہ فی الثبوت سفیر محض......اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا۔ نہ حقیقتاً نہ مجازاً، صرف ذوالواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔ ایک شخص چھری سے مرغی ذبح کر رہا ہے، ذبح سے مرغی (ذوالواسطہ) تو متصف ہے۔ لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں، وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے، ذبح سے حقیقتاً یا مجازاً موصوف نہیں، رنگ ساز کے واسطہ سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگ ساز نہیں۔ رنگ ساز واسطہ بنا کپڑا ذوالواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

الحاصل: واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں، واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے موصوف ہوں۔ تو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف نہ ہو تو

یہ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہو گا۔

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی فاش غلطی کی ہے۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

''وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔(۱)

اعلیٰ حضرت کی علم منطق میں یہ بے مائیگی دیگر علماء عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے ہمعصر تھے مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت ایک عرصہ سے فنون عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلظہ دے چکے پس جس فن سے نا آشنائی ہو اس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمائیں۔ لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر ان سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔(۲)

اس علمی بے مائیگی میں اگر آپ واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے تو قارئین کو متوحش نہ ہونا چاہیے۔

اہل علم حضرات اس عبارت کو غور سے دیکھیں منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنی میں واسطہ فی الاثبات کا لفظ نہ بولے گا۔ یہ عبارت خان صاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ واقعی اعلیٰ حضرت تھے۔

---

(۱) (الامن والعلیٰ ص ۱۵)

(۲) (تجلیات انوار معین)

مولانا احمد رضا خاں کے بارہ بج گئے:

مولانا احمد رضا خاں کی مجلسوں میں نجومیوں کی باتیں عام رہتی تھیں۔ آپ کے معاصرین میں ایک صاحبِ کمال بزرگ مولانا غلام حسین بھی تھے۔ جو بڑے نجومی کے طور پر مشہور تھے:

ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمایئے بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہوگی مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں آئندہ ماہ میں ہوگی یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت کو بھی دیکھو وہ جس وقت چاہے ستاروں کی رفتار بدل دے آپ نے یہ سمجھانے کے لیے گھڑی کی طرف رخ کیا اور پوچھا کیا وقت ہے؟ وہ بولے سوا گیارہ بجے۔ فرمایا بارہ بجے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب اٹھے اور اس وقت گھڑی پر بارہ بجا دیئے۔ (یعنی گھڑی بارہ پر کردی)

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہٗ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔ (۱)

علم کلام میں آپ نے مولانا کی گفتگو دیکھ لی یہ بھی سمجھ لیا کہ ان کی مجلس میں نجومیوں کی سی باتیں کیسے چلتی تھیں اور آپ کا ذوق علم و جستجو کیا تھا آپ یہ بھی دیکھیں کہ بطور مفتی ان کی ملکی شہریت کیا کیا تھی اور علماء اور طلباء انہیں کہاں تک جانتے تھے۔

---

(۱) (المیزان امام احمد رضا نمبر ۲۴۲)

مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف:

خانپور کے بریلوی مدرسہ دار العلوم خانپور کے مفتی سراج احمد صاحب مولانا کی ملکی شہریت کا پتہ دیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ (۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک طلباء کے حلقے میں ان کا کوئی خاص تعارف نہ تھا دو سال بعد تو آپ چل ہی بسے تھے اب جتنی شہرت ہوگی وہ فوت شدہ کی ہوگی زندہ کی نہیں حضرت الشیخ مولانا عبدالغنی صاحب شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا۔ (۲)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی برابری کا دعویٰ:

اس علمی کمزوری کے باوجود آپ کے معتقد آپ کو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں فتاویٰ رضویہ کا ناشر اس کی جلد اول کے تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے:

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس فتاویٰ کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولف کو اپنے اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد کے زمرے میں شمار فرماتے۔ (۳)

شیعہ کتابوں سے بے خبری:

حافظ امیر عبداللہ بریلوی ایک صاحب تھے جنہوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی

---

(۱) (احمد رضا نمبر ۱۸۷)

(۲) (الجنہ ص ۱۱۳)

(۳) (فتاویٰ رضویہ ج ۴ عرض ناشر مطبوعہ لائل پور)

تھیں ایک شیعہ سے اختلافی مسائل میں ان کی گفتگو ہوئی وہ پریشان ہوکر بریلی کے نامی علماء کے پاس آئے کہ ان کے سوالات کا جواب دیا جائے۔ حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ چاہیے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا۔ بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔ (۱)

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اب تک اس واقعہ کی تردید نہیں ہوئی۔

حدیث کے دوسرے علماء کی طرف رجوع:

مولانا عبدالقیوم صدر مدرس مدرسہ حنفیہ خان پور جو مولانا اشرف صاحب کچھوچھوی کے استاد تھے اپنے رسالہ میزان الحدیث میں لکھتے ہیں:

مولانا وصی احمد صاحب سورتی محدث پیلی بھیتی (۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں امام المتکلمین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہمارے زمانہ میں اپنے عقیدت مند طلبہ کو علم حدیث پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ (۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں حدیث پڑھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا نہ یہاں کوئی صاحب فن محدث موجود تھا۔ مولانا وصی احمد صاحب کے پاس بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا احمد رضا خود حدیث شریف نہیں پڑھاتے تھے۔

---

(۱) (تذکرۃ الخلیل ص ۱۶۱ مطبوعہ کراچی)

(۲) (میزان الحدیث ص ۱۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

خواب میں درسی خدمات:

مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں نے جب دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی کسی مدرسہ میں جم کر نہیں پڑھایا اور ظاہر ہے کہ بدوں تدریس علم پختہ نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک خواب تجویز کیا اور بتایا کہ اعلیٰ حضرت کو خواب آیا تھا کہ وہ ایک مدرسے میں پڑھا رہے ہیں اور آپ نے خواب میں علوم وفنون کی جملہ کتابیں پڑھائیں اور پھر آپ کو جاگ آ گئی۔ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کی خواب کی درسی خدمات بہت مشہور ہیں۔ جناب پیر قمرالدین صاحب سیالوی کے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے مندرجہ ذیل بیان میں اس خواب کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا اجمیری مولانا احمد رضا خاں کے مجدد ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منصب مجددیت ان کو کیسے حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ محض فتویٰ نویسی اس کا سبب نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب عالی کے کیوں سزاوار نہیں کیونکہ اسلامی ریاستوں مثل حیدر آباد دکن، بھوپال ٹونک وغیرہ کے مفتیان کرام کہ وہ منجانب ریاست خدمت فتویٰ نویسی کے لیے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب و روز یہی کام ہے اس وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت سے بھی زائد وسیع النظر ہوں پس محض فتویٰ نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا سہرا بجائے اعلیٰ حضرت کے اس کے سر بندھنا چاہیے رہی تدریس تو اس کا اعلیٰ حضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے کہ وہ ان کو خواب پریشان کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ کثرت تعداد کی صورت میں کسی طرح وہ نواب صدرالدین حسین خان صاحب بڑودہ سے نہیں بڑھ سکتے۔ (۱)

---

(۱) (تجلیات انوار ص ۳۱، ۳۲)

حضرت مولانا اجمیری تو علماء دیو بند میں سے نہ تھے ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے حضرت کا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں یہ دو باتیں کھل کر سامنے آ گئیں۔

اعلیٰ حضرت میں کوئی ایسا علمی کمال نہ تھا جو ان کے دیگر ہمعصروں میں نہ پایا جاتا ہو بڑے بڑے مفتی اور مصنف موجود تھے۔ جو علم میں ان سے بڑھ کر تھے۔ اور یہ بات خان صاحب کے مخالفین میں ہی نہیں ان کے ہم مسلک حلقوں میں بھی مسلم تھی۔ مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کے کچھ فضائل ذکر کیے ہیں اور بتایا ہے کہ آپ کیسے یہ مقام مجددیت پا گئے۔

اعلیٰ حضرت کی شان مجددیت:

مولانا احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد کیسے بنے؟ یہ سوال پہلے آ چکا ہے اور ناظرین جان چکے ہیں کہ حضرت میں کوئی علمی کمال نہ تھا جو اس مرتبہ عظمیٰ کا موجب ہوا ہو حضرت مولانا معین الدین اجمیری سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں انہوں نے اس عنوان سے کہ وہ کیا فضائل ہیں۔ جس نے خاک پاک بریلی کے ایک مفتی کو مجدد بنا دیا۔(۱)

اس پر پوری بحث کی ہے آپ کے یہ فضائل آپ کے علم وفضل اور زبان وعمل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ حضرت اجمیری نے آپ کے یہ فضائل ذکر کیے ہیں:

فضیلت ۱:......	پہلو دار گوئی:	کئی کئی پہلوؤں والی بات کرنا
فضیلت ۲:......	تکفیر:	مسلمانوں کو وہابی کہہ کر کافر بنانا
فضیلت ۳:......	عمل بالحدیث:	صحابہ کرام کے فیصلوں سے گریز کرنا
فضیلت ۴:......	خود ستائی:	اپنی مدح وثنا میں خوشی منانا

---

(۱) (تجلیات انوار المعین ص ۳۳)

پہلو وار گفتگو میں آپ کو فحش گفتگو بہت پسند تھی۔ وہ اسے فحش تسلیم نہ کرتے تھے پہلودار بات کہتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

انہیں کوئی پہلودار لفظ کہا اور ان مسلمان بننے والوں کی تہذیب میں آگ لگی۔ (۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مقابل سنی مسلمان ہوتے تھے اور وہی آپ کی پہلو دار زبان کا تختہ مشق بنتے تھے۔ آپ اپنے مخالفین کو اس چھبتے انداز سے مسلمان کہنا بتا رہا ہے کہ مسلمان مولانا کو بہت چھبتے تھے۔

آپ کے علمی کمالات کی پوری جھلک دیکھنی ہو تو یہ دیکھئے کہ آپ نے تکفیر کی مہم کو سر کرنے کے لیے اپنے لیے کون سا زینہ اختیار فرمایا۔ ① پہلے سنی مسلمان کو وہابی قرار دینا۔ ② پھر کافر کہنا اور ③ پھر ملنا جلنا اور سلام اور کلام سب کچھ حرام ٹھہرانا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا، ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں۔ وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں۔ (۲)

دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا...... مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ (۳)

ایں جنس گرامی ہمہ کس راند ہند (۴)

---

(۱) (مقتل اجہل اکذب ص۱۲) (۲) (تجلیات انوار ص۴۲)

(۳) (تجلیات انوار ص۴۲) (۴) (تجلیات انوار ص۴۷)

عمل بالحدیث کے عنوان سے صحابہ کرام کے نقش قدم اور فقہ حنفی کی حدود سے نکلنا مولانا احمد رضا خاں کا عمل خاص رہا ہے۔ جس کا دل چاہے خان صاحب کی بدایونیوں سے معرکہ آرائی کا پورا نقشہ دیکھ لے۔ رہی آپ کی چوتھی فضیلت جو آپ کی اپنے بارے میں خودستائی ہے۔ وہ آپ کو ایک عالم کی حیثیت میں نہیں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت میں پیش کرتی ہے۔ ایک مقام پر اپنا تعارف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ اعداء کے سینے میں خار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے (۱)

پھر ایک دوسرے مقام پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

محمدی کچھار کا شیر شرزہ حیدری نعرہ کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ (۲)

پھر سدالقرار میں لکھا ہے:

وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدان اعداء میں یا رسول اللہ کہہ کر کود پڑا اور تنہا چار طرف تلوار کر رہا ہے۔ (۳)

یہ تلوار صرف کر ہی رہا ہے چلا نہیں رہا، ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کس جرأت و محبت سے میدان میں اترتے تھے۔ اسے حضرت مولانا اجمیری کی زبان سے سنیئے۔

گھر بیٹھے قلم کے نیزے چلا رہا ہے۔ جس کو اس بازی سے اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ کبھی مجمع عام میں آ کر کسی سے برسر پیکار ہوتا۔ پھر وہ خواہ مات کھا کر ہی گھر لوٹتا۔ لیکن خلقت یہ کہنے سے تو باز رہتی کہ از ابتدا معرکہ اور درمیان نبود۔ (۴)

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۴ مطبوعہ دہلی)

(۲) (اجلی انوار الرضا ص ۱۷)

(۳) (سدا الفرار ص ۳) (۴) (تجلیات انوار ص ۴۵)

مولانا احمد رضا خاں کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا احساس تھا اس لیے آپ کبھی کسی کے سامنے علمی مبازرت میں نہ نکلے البتہ گھر بیٹھے گھوڑے خوب دوڑاتے تھے حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی اس شہادت سے اعلیٰ حضرت کی علمی سطحی پوری نظر آجاتی ہے۔

ان غیر جانبدار شہادتوں سے یہ بات پوری طرح کھل جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علمی میدان کے آدمی نہ تھے اور کبھی کسی علمی معرکہ میں نہیں دیکھے گئے۔

مولانا احمد رضا خاں فنون عقلیہ میں خاصے کمزور تھے اور اس بارگاہ علم تک ان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ ہاں مغالطہ دہی میں بڑے مشاق تھے اور اکابر علماء عصر جانتے تھے کہ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے پیروؤں کی علمی شان:

مولانا احمد رضا خاں کے علمی کمالات کے تذکرہ میں نامناسب نہ ہوگا کہ ناظرین ان کے پیروؤں کی بھی ایک علمی جھلک دیکھ لیں ہم اس سلسلہ میں علمائے دیوبند، علمائے ندوہ، یا علمائے دہلی کی رائے پیش نہیں کرتے سلسلہ خیرآبادیہ کے بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ **معینیہ** عثمانیہ اجمیر شریف جنہیں بریلوی علماء آفتاب علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجیے:

اعلیٰ حضرت کے مشتری اطرافِ ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے احکام (علماء دیوبند کو کافر کہنا اور ان سے سلام و کلام کو حرام قرار دینا اور لوگوں کو اس پر اکسانا کہ جہاں ان کے قبرستان ہوں وہاں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ یہ اعلیٰ حضرت کے احکام ہوتے تھے۔) کی جا بجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ گو خود علم سے محض نا آشنا ہوتے ہیں۔ جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں لیکن علماء ربانین کی تکفیر و

توہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل وتفسیق ان کا دثار ہے جس سرزمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے وہاں ان کے قدم خوب جمتے ہیں اور جس خطہ پاک میں علمی چرچا ہوتا ہے اس طرف وہ ادھر کا رخ نہیں کرتے ۔ کیوں کہ گو علوم سے واقف نہ سہی لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں ۔ (۱)

مولانا احمد رضا خاں کے علمی مقام کو سمجھنے کے لیے ان کے پیروؤں کی یہ علمی حالت بہت مفید ورا ہنما ہے ۔ اعلیٰ حضرت کا سایہ بھی جہاں پڑا وہاں کی زمین پر یہی بہار آئی ہے ۔

عن المرء الاتسئل وابصر قرينه　　فان القرين بالقارن يقتدى

ان جہلاء میں یہ مشنری ولولہ کہاں سے آ گیا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پیرو اگر واقعی ایسے ہی جہلاء تھے جیسا کہ اجمیر شریف کے بزرگوں نے کہا تو وہ اس مخلصانہ انداز میں ان کے پیرو کس طرح بن گئے؟

حضرت مولانا معین الدین اجمیری ایک جگہ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے خاص الخاص مشنریوں سے انصاف کی توقع اس لیے نہیں کہ ان کو اعلیٰ حضرت کی ذات سے منافع دنیوی حاصل ہیں ۔ جن پر ان کا کارخانہ زندگی چل رہا ہے اور اسی لیے وہ دنیا کے قدر شناس، علم و عقل سے پاک ۔ (۲)

اس پس منظر میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس مشنری جوش سے کیسے چلتے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے ۔

اعلیٰ حضرت کے پیروؤں کی علمیت کا یہ بیان محض ایک ضمنی بات تھی ۔ بات اعلیٰ حضرت کے اپنی علمی کمالات کی ہو رہی تھی ۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں بات کھٹکے کہ اعلیٰ حضرت

---

(۱) (تجلیات انوار ص ٦)　　(۲) (تجلیات انوار المعین ص ٦)

واقعی کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ شاعر سے عالم بن گئے تھے اور محض مطالعہ کے زور سے کتابیں لکھتے تھے تو انہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کس طرح ٹکر لے لی۔

جواباً گزارش ہے کہ انہیں زندگی بھر کسی مستند عالم سے رو در رو علمی مناقشے کی نوبت نہیں آئی۔ نہ انہوں نے علمائے دیوبند میں سے کسی سے مناظرہ کیا۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری بار بار انہیں مناظرے کے لیے للکارتے رہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ایسے ہر موقع پر بیمار پڑ جاتے تھے۔ اس لیے یہ سوال اصولاً درست نہیں۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خاں نے اس کے ذریعہ بے شک بہت سے اکھاڑے بنائے۔ لیکن ان میں خان صاحب ایسی زبان استعمال کرتے تھے کہ شریف آدمی ان کے خلاف لکھنے میں بہت بوجھ محسوس کرتا تھا۔ علمی بے مائیگی میں آپ کن حیلوں سے کام لیتے تھے۔ انہیں آپ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے:

مولانا احمد رضا خاں کے مناظرانہ حیلے:

۱...... اعلیٰ حضرت جب دلائل مخالفین کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی بند خلاصی کے لیے اصلی دعوے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ (۱)

۲...... **الزام بما لم یلتزم** یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھونپ دینا اعلیٰ حضرت کی صفت خاصہ ہے۔ (۲)

۳...... مغالطہ دہی، یہ خاصیت اعلیٰ حضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے۔ (۳)

---

(۱) (ص ۷ تجلیات)

(۲) (ص ۸ تجلیات)

(۳) (ص ۹ تجلیات)

(اس سے خان صاحب کی تمام تالیفات کی حقیقت سامنے آ گئی۔ یہ وہ بنیادی بات ہے جس کی وجہ سے خان صاحب کی کتابیں پڑھے لکھے حلقوں میں مقبول نہ ہو سکیں)

۴...... بہتان طرازی۔ (۱)

۵......خروج از دائرہ بحث، جب اعلیٰ حضرت جواب سے عاجز درماندہ ہوتے ہیں تو مجوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ (۲)

۶......مجادلہ، یہ صفت اعلیٰ حضرت کا آخری حیلہ ہے۔ (۳)

۷......حق پوشی۔ (۴)

۸...... بادبدستی، اعلیٰ حضرت سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو بادہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ (۵)

۹...... کج بحثی، جواب سے عاجزی کے وقت اس حربہ خاص کا بھی استعمال اعلیٰ حضرت بکثرت کرتے ہیں۔ (۶)

۱۰......خلاف بیانی۔ (۷)

۱۱......افتراء وتحریف۔ (۸)

۱۲......خود فراموشی، اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مجتہدین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بے حد عادی ہیں۔ (۹)

---

(۱) (ص ۱۱ تجلیات)

(۲) (ص ۱۲ تجلیات)

(۳) (ص ۱۳ تجلیات)

(۴) (ص ۱۴ تجلیات)

(۵) (ص ۱۵ تجلیات)

(۶) (ص ۱۶ تجلیات)

(۷) (ص ۱۷ تجلیات)

(۸) (ص ۱۷ تجلیات)

(۹) (ص ۱۸ تجلیات)

۱۳...... تحکم وحکومت طلبی، کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل وکمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل واحمق جیسے معزز خطاب دے دیتے۔ (۱)

حضرت مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خاں کی ان تیرہ صفات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ (۲)

اور ان کی ہر ایک خصوصیت پر ان کی تحریرات سے مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت اجمیری نے خان صاحب کے علم وفضل کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ اب خان صاحب کو اس آئینہ میں اتارنے کی کوئی اور حاجت نہیں رہ جاتی۔ المیز ان بمبئی نمبر میں مدنی میاں کا یہ تاثر بالکل صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق پڑھے لکھے حلقوں کی رائے یہ ہے:

آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔

ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے۔ (۳)

پروفیسر مسعود احمد صاحب بھی درست لکھتے ہیں:

کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مدتوں یہی تاثر رہا ہے کہ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (۴)

نواب کلب علی خاں کی خدمت میں:

رام پور کے نواب کلب علی خاں صاحب علمی اور ادبی ذوق رکھتے تھے، نوجوانوں سے

---

(۱) (ص ۱۹ تجلیات)

(۲) (تجلیات انوار المعین ص ۷ سے ۱۰ تک)

(۳) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۸)

(۴) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۵)

ملنے کا انہیں بہت شوق تھا ''المیزان'' میں ہے:

''انہیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی ہو، جب حضرت (مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے۔''(۱)

استاد کی نظر میں:

مانا میاں پیلی بھیتی لکھتے ہیں کہ بچپن میں بھی آپ کے استاد مرزا غلام قادر بھی اعلیٰ حضرت کے بہت شیدا تھے اور آپ پر قربان ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے یہ استاد اعلیٰ حضرت پر جان چھڑکتے تھے۔(۲)

مولانا احمد رضا خاں کی چلبلی طبیعت:

مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت چلبلی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فحش شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کی بہار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر (۳)

---

(۱) (امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۲)

(۲) (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۰)

(۳) (حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷۔ مولانا حشمت علی کے بھائی لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے۔ ماہ نامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ)

بریلوی مذہب والوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طبیعت پر یہ تبصرہ نہایت نامناسب الفاظ میں کیا ہے، انہیں مولانا کی اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیے تھا نہ کہ ان کی اس طرح تشہیر کریں (سچ ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے سوانح نگار آپ کی اس قسم کی باتوں کو تو نقل کرتے ہیں لیکن کام کی کوئی بات ذکر نہیں کرتے۔

سیرت میں صوفیہ کا کوئی رنگ نہیں:

ہم ’’المیزان‘‘ کے احمد رضا نمبر کی اس تصریح سے اتفاق کرتے ہیں۔ ’’سوانح نگاروں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول، سوز جگر، حزن و ملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہ کیا۔‘‘ (۱)

مضمون نگار کو اس پر افسوس نہ کرنا چاہیے کچھ ہوتا تو سوانح نگار ذکر کرتے، آپ کی رہائش جس علاقے میں تھی اس کا لازمی اثر تھا کہ آپ کی طبیعت چلبلی سی رہے اور عشق رسول ﷺ میں کہیں آپ کی کیفیت قلبی اور اسرارِ باطنی کا پتہ نہ ملا، یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے مارہرہ شریف کے آستانہ پر حاضری دی تھی لیکن یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ مرشد مرید سے کس قسم کی فرمائشیں کیا کرتے تھے اور مرید کس شوق سے انہیں پورا کیا کرتے تھے۔

مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش:

مرشد کی اپنے اس مرید خاص سے کس قسم کی فرمائشیں تھیں؟ اس کے لیے ’’المیزان‘‘ کے احمد رضا خان نمبر کو دیکھیے:

’’سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کے لیے دو کتوں کی

---

(۱) (امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۷)

فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کو دیکھ بھال کے لیے بذات خود دیے۔''(۱)

پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو کتے پالنے کا بھی شوق تھا یا کتے پالنے والوں کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے۔ تبھی تو مرشد گرامی نے آپ سے ان کی فرمائش کی تھی۔ مرشد گرامی کی مالی حالت معلوم ہوتی ہے بہت مضبوط ہو گی تبھی تو اس کی حفاظت کے لیے مرشد و مرید دونوں کو کتوں کی فکر تھی۔ جب توجہ ہی ان جیسے امور کی طرف ہو تو طریقت کی منزلیں کیا طے ہوں گی۔ بریلوی علماء اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سیرت پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں صوفیہ کرام کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی:

''جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پکھڈنڈی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔(۲)

خرقہ خلافت بلا ریاضت ملا:

یہ صحیح ہے کہ آپ مارہرہ شریف کی گدی سے خرقہ خلافت پا چکے تھے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنے مرشد کی زیر تربیت واقعی کوئی سلوک کی منزلیں طے کی ہوں گی، مولانا احمد رضا خاں اس لائن کے ہی نہ تھے کہ انہیں طریقت میں چلنے کا کوئی موقع ملتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ پھر طریقت نے خلافت کیسے دے دی تو اسے خود انہی حضرات کی زبان سے سنیے اور اعلیٰ حضرت کی بزرگی پر سر دھنیے:

''آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔''(۳)

---

(۱) (امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۹) (۲) (امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۸)

(۳) (امام احمد رضا نمبر ص ۳۶۷)

ساری عمر رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ ہوئی:

یوں تو مولانا احمد رضا خاں نے ایسے خواب بھی سنائے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کے مقتدی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کو زندگی بھر حضور ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا (۱)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ مجھے موت کے بعد ہی آپ کی زیارت نصیب ہوسکے گی۔ اس سے پہلے کسی حالت میں ممکن نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نماز:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔''(۲)

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں صاحب اس یاد الٰہی میں کہاں تک جذب تھے۔

سنت معاف نفل صاف:

مولانا احمد رضا خاں (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں) لکھتے ہیں:

''میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں۔''(۳)

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۵)

(۲) (الفتح الربانی مجلس ۶۱ ص ۴۴۶)

(۳) (ملفوظات حصہ چہارم ص ۵۰)

معلوم ہوتا ہے مولانا سنت کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے، معلوم نہیں فقہاء کرام نے کہاں فتویٰ دیا ہے کہ اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے بے شک سنت بھی چھوڑ دو۔

رہا نماز تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنت کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ محلے میں کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس دن سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان سے پہلے مستحبات و نوافل وغیرہ چھڑواتا ہے پھر اس کے لیے آگے چلنے کا راستہ بڑا ہموار ہو جاتا ہے۔

ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت و سلوک کی پگڈنڈی اگر کہیں نظر نہ آئے تو ''المیزان'' کے مضمون نگار اعجاز لائبریرین کو شکوہ نہ ہونا چاہیے تھا۔(۱)

بریلوی مذہب کے لوگ ممکن ہے کہ مولانا کی طرف سے یہ کہیں کہ آپ نے گو نفل چھوڑ دیے تھے لیکن آپ کی فرض نماز بہت بلند شان تھی۔ اس میں نفلوں کی کمی سب ادا ہو جاتی تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کی فرض نماز کا نمونہ بھی ہدایہ قارئین کر دیں۔ اس سے بریلویوں کی عام نمازوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

فرض نماز میں نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا:

بریلویوں کے مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ:

''ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا، جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرما لیا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے

---

(۱) (دیکھئے امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۸)

اور مجھ سے کہنے لگے۔ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں......

میں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں، نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکتِ نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بندوبست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔'' (۱)

احتیاط کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوتی تو اب یہ نماز لائق ادا ہو جائے۔ اس صورت میں کیا مقتدیوں کی نماز بھی احتیاطاً دوبارہ نہ ہونی چاہیے تھی؟ اگر یقین تھا کہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے تو پھر احتیاطاً دوبارہ کا کیا مطلب تھا؟ یہ اس وقت موضوع سخن نہیں، اس وقت اپنے قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی فرض نمازوں کی رمضان المبارک میں کیا شان تھی کہ نفس کی حرکت سے انگرکھے کا بند ٹوٹتا تھا۔

عضو تناسل پر خاص تحقیق:

''مرد کی شرم گاہ کے اعضاء کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقیہہ اور فتاویٰ کے حوالہ سے شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضا نو ہیں۔ (۲)

---

(۱) (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۴)

(۲) (امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۲)

گاؤں کی اٹھارہ سالہ لڑکی پر نگاہ:

حدیث کی رو سے غیر محرم عورت پر خود نگاہ کرنا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

''میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی اٹھارہ یا بیس برس کی تھی، ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس سے نہ چھڑایا تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی تھی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔'' (۱)

غیر محرم عورت کو خود دیکھنا اور اس کی ماں کی چھاتی پر بھی نگاہ ڈالنا اور بار بار مشاہدہ کرنا کہ ماں ہر چند اسے منع کرتی ہے اور وہ رکتی نہیں انہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جن کی نماز ابھی پوری شان سے قائم نہ ہوئی ہو ورنہ نماز تو بے حیائی سے روکتی ہے۔

آہ یہ وہی آنکھیں ہیں جو بچپن میں غیر محرم کے چہرے سے بچتی تھیں اب جوانی میں غیر محرم چھاتیوں سے بھی نہیں چوکتیں۔

کھانے پینے کا ذوق:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کھانے پینے کا بہت شوق تھا، کھاتے پیتے تو سب ہی ہیں لیکن شوق و ذوق کچھ اور شے ہے۔ آپ نے وفات سے پہلے لذیذ کھانوں کی جو فہرست مرتب کی اور اس آخری وقت میں بھی کھانوں کی لذت کو نہ بھولے مولانا احمد رضا کے وصایا شریف کی روشنی میں

اسی جماعت کے ایک پیرو مولانا محمد عمر اچھروی بھی تھے، آپ نے حنفیت کے معیار پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض عنوانات یہ ہیں:

---

(۱) (ملفوظات حصہ سوم ص ۵۸)

فضیلت جمعرات (۱)

فضیلت دودھ (۲)

فضیلت حلوا وشہد (۳)

فضیلت گوشت (۴)

پراٹھے پکا کر بزرگوں کی نذر کرنا۔ (۵)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

''شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے۔'' (۶)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

''نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے جیسے زردہ یا حلوہ یا خشکہ یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں۔'' (۷)

ان عنوانات سے اور اس قسم کے استنباط سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بریلوی مذہب کس چیز کا نام ہے، آج بھی بریلوی مسلک کے علماء زیادہ تر انہی لذیذ کھانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ملیں گے۔ ماہ نامہ ''المیزان'' بمبئی اپنے ہم مشرب علماء کا شکوہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

''یا پھر امام احمد رضا کا نام لے کر ''شکم پروری'' میں مبتلا ہیں۔'' (۸)

---

(۱) (مقیاس حنفیت ص ۵۰۵)

(۲) (مقیاس حنفیت ص ۵۰۹)

(۳) (مقیاس حنفیت ص ۵۱۰)

(۴) (مقیاس حنفیت ص ۵۱۱)

(۵) (مقیاس حنفیت ص ۵۱۱)

(۶) (تفسیر نور العرفان ص ۵۱)

(۷) (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۳۶)

(۸) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۴۶)

یہ بریلویوں کا ایک دوسرے سے اندرونی شکوہ ہے ہم ان کے اختلاف میں دخل دینا نہیں چاہتے ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی جو فہرست ترتیب دلوائی اس سے ان کے کھانے کے ذوق وشوق کا پتہ چلتا ہے، آپ نے مندرجہ ذیل لذیذ کھانوں کی وصیت فرمائی تھی۔ فرماتے ہیں:

''اعزہ سے اگر بطیّب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے بالائی فیرنی، ارد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔ (۱)

اس وصیت پر مولانا ظفر علی خان نے یہ شعر کہا ہے:

تربت احمد رضا خاں پر چڑھاوا ہے فضول
جب تک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

سادہ زندگی بسر کرنے، قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے اور تقویٰ و ریاضت اختیار کرنے سے اخلاق فاضلہ کی دولت ملتی ہے، اخلاق رذیلہ چھٹ جاتے ہیں اور انسانی زندگی پر ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے انسان کی زبان میں شرافت اور گفتگو میں حیا آ جاتی ہے۔

مولانا کی اخلاقی زبان:

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ نہیں۔ اسلام میں کسی کو دھوکا دینا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا جواب سنیے اور اندازِ

---

(۱) (وصایا شریف ص ۸)

تخاطب پر داد دیجیے:

(۱) ''بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔'' (۱)

انسان کو بغیر اس کے کسی قصور کے جانور بنا دینا کون سی خوش اخلاقی ہے، یہ مسئلے کا جواب ہے یا اس بیچارے پر طعن و تشنیع کا انبار ہے، جو لوگ علماء سے شرعی رہنمائی چاہیں ان سے اس قسم کی زبان استعمال کرنا کیا مجددانہ شان ان کے موافق تھی؟

(۲) ایک صاحب کو جدید فقہ لکھنے کا شوق تھا، مولانا احمد رضا خاں اس کے خلاف تھے آپ اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہاں کا اسلام کیسی ملت مجوسیت کو نہال کیجیے
مزے سے الو کا گوشت کھا کر پھوپھی بھتیجی حلال کیجیے (۲)

علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی:

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد کی تمہید میں ان علماء کے بارے میں جو علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے تھے، لکھا ہے:

(۳) ''شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر ضیق کو فراخی حوصلہ کی لے سکھائی کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ''ایک ایک کتاب'' کا جواب لکھ دیں۔'' (۳)

شریفہ ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اور رشیدہ رمیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا ہے، رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے ادبار دُبر کی جمع ہے۔ یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں پر ضیق

---

(۱) (امام احمد رضا نمبر ص ۱۷۱)

(۲) (سیف المصطفیٰ ص ۵۷)

(۳) (خالص الاعتقاد ص ۱۰)

نہایت تنگ گزار راستے کو کہتے ہیں۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے۔ یہ تمام الفاظ آستانہ بریلی کی بدزبانی کی کھلی شہادت ہے۔

آپ سوچیں یہ زبان کس شریف انسان کی ہوسکتی ہے۔ پھر حضرت تھانوی کے بارے میں لکھا ہے:

”وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے۔“(۱)

تین توڑے سے آپ کا اشارہ کدھر ہے، شریف حلقے اس کی تصریح کے گرانبار نہیں ہوسکتے، پھر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں جانوروں کی جفتی (INTERCOURSE) کا تصور قائم کر کے حضرت مولانا تھانوی کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے　　اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹلکائے جائیں گے　　وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں　　پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو　　پیٹھ پر جا کے کان چھوڑیں گے (۲)

ڈنڈا چکھانا اور پیٹھ پر جا کر کان چھوڑنا مولانا کے ذوق درونی کا پتہ دے رہے ہیں اس پر بھی چین نہ آیا تو آپ نے مولانا کو پھر ایک اور گالی دی:

اضر حبلٰی من نتائج رده　　اشرف علی لعبة الصبیان
انهی جراء ک فی الحسان عن العواء　　انت انجی یا کلبة الشیطان (۳)

---

(۱)　(رماح القہار علی کفر الکفار ص۱۰

(۲)　(حدائق بخشش حصہ سوم ص۹۲)

(۳)　(حدائق بخشش حصہ سوم ص۸۹)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے (اے حاملہ) تو اپنے پِلّوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔ معاذ اللہ

اس زبان کے باوجود کوئی شخص مولانا احمد رضا خاں کو شریف انسانوں میں جگہ دے۔ تو اس کی بہت ہی بڑی مروت ہوگی ورنہ حقیقت خود ظاہر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی، بدایوں کو دو ہی کا جوتا بویا ملا تھا۔ رہے وہابیہ ورامپوری انہیں تین کا ملا۔ (۱)

تین چوٹوں پر تین روپیہ انعام...... فی چوٹ ایک روپیہ۔ (۲)

کیا بازاری گفتگو ہے۔ خدارا فیصلہ کیجیے۔ کیا یہ علماء کی زبان ہے؟ کیا یہی ان کا درس اخلاقیات ہے؟ پھر صرف لفظ تین پر اکتفا نہیں کرتے، ان میں ایک کی اس طرح تعین کرتے ہیں۔ تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیدھا۔ (۳)

تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر۔ (۴)

اب خان صاحب آگے دیکھنے کی بھی دعوت دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالیے دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔ (۵)

بریلی کے ان علمائے نامدار سے اور سنیے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

(۱) (اجلی انوار الرضا ص ۳)

(۲) (مقتل کذب وکید ص ۵۶)

(۳) (سد الفرار ص ۱۱)

(۴) (سد الفرار ص ۵۶۔ وقعات السنان ص ۲۸)

(۵) (سد الفرار ص ۵۶)

اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک موضوع کو تین شقوں (اجزاء) میں تقسیم کیا تھا۔ آپ اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر بہ کمال بے حیائی اپنی دو شقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کر لے......الخ (۱)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کانپتی ہے۔ لیکن خان صاحب اور ان کے شاہزادوں کی عملی اور اخلاقی حالت اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ حامد رضا خاں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے مؤنث کے الفاظ اختیار کر کے پھر یہ بھی لکھ گئے۔

مسمات یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی۔ (۲)

''اس (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی دو شقی میں اس تیسرے کا دخول'' (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے آئے تھے۔ علماء کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلو دار گفتگو سے اپنے ذوق درونی کو تسکین دینا۔ بریلی کے یہ شہزادے لفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کر لیں۔ (۴)

بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے لفظ دخول کی طرف منتقل ہو گئے اور سنیے:

تمہارا نام الف کے تلے لیں......(۵)

---

(۱) (وقعات النسان ص ۲۸)

(۲) (وقعات السنان ص ۴۶)

(۳) (وقعات السنان ص ۲۵)

(۴) (سد الفرار ص ۵۲)

(۵) (سد الفرار ص ۳۹)

ہے ہے آدھی...... ہے ہے پوری نہ لی۔(۱)

پھر اور سنیے اور ان حضرت کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجیے۔

رسلیا والا (رسلیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے اس سے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے) بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرے سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف چندھیا کر پٹ ہو جاوے۔(۲)

اف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔(۳)

رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے چھلنے کو پھر کا وا کاٹتی ہے۔

سب پر ابلیس ایک طرح سوار...... دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولتا ہے۔

آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانہ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھہرائی پر اترو، دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو۔''

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شاہزادے تو ان الفاظ کو صرف پہلو دار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے۔ لیکن مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:

ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو

---

(۱) (وقعات ص ۱۷)

(۲) (وقعات ص ۴۸)

(۳) (وقعات ص ۱۷)

شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست سفاہت وحماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی۔ (۱)

ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان وقلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی۔ (۲)

خان صاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا:

حضرت مولانا معین الدین اجمیری جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان پہلودار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ سوء ظنی ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلودار لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلودار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو ہے۔ (۳)

لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلقت کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہو جائے...... اعلیٰ حضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ لفظ خاص فحش کے لیے موضوع ہو۔ (۴)

---

(۱) (تجلیات انوار ص ۳۴)

(۲) (تجلیات انوار ص ۳۵)

(۳) (تجلیات انوار ص ۳۳)

(۴) (تجلیات: ۳۴)

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو صرف پہلودار الفاظ کے چٹخارے لیتے ہیں یا واقعی فحش گو ہیں۔ تاہم شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو علماء دیوبند میں سے نہیں سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ اور محدث تھے ان کا فیصلہ ضرور ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں:

ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضرت انور ﷺ کے سچے وارث ہیں صاف لفظوں میں مؤنث کہا گیا ہے کہ جس کو سن کر بازاری اوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لیے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا ایک طبقہ ہے۔ (۱)

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے پیرو اس خاص میدان کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے علماء کے دائرہ سے کچھ آگے بھی قدم بڑھائے اور انگریزوں کے خلاف کام کرنے والے سپاہی کارکنوں پر بھی اس فحش گوئی کی کچھ مشق کی اور کچھ عربی الفاظ درمیان میں لا کر اپنے ذوق درونی کا اظہار کیا۔

فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی:

اعلیٰ حضرت فحش کلامی کے علاوہ بدزبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ بسا اوقات قرآن کریم کے الفاظ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔

---

(۱) (تجلیات:۳۶)

ان کے پیرو اسے آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے ...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اَشِـــر کہتے تھے۔ اشر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

﴿سَیَعۡلَمُوۡنَ غَدًا مَّنِ الۡکَذَّابُ الۡاَشِرُ﴾ (۱)

''عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا''

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اشر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا اور عملاً بڑائی مارنے والا ...... پہلے کو اشر قولی کہا اور دوسرے کو اشر فعلی ...... چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اشر کی یہ دو قسمیں نہ بتائیں۔ مولانا احمد رضا خان نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس لیے کہ اشر فعلی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پر چٹخارے دار قہقہہ لگا سکیں اور اس طرح اپنی مجلس کو باغ و بہار بنائیں...... مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا سیعلمون غدا من الکذاب الاشر اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اشر قولی کو زبان سے بک بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔ (۲)

خاں صاحب کو نہ قادیانیوں میں کوئی اشر نظر آیا نہ شیعوں میں...... ایسا دکھائی دیا...... آپ نے اشر کا لفظی ترجمہ بھی نہ کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قولی اور فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان (مولانا) اشرف علی پر توڑ دی۔

---

(۱) (پ: ۲۷، القمر: ۲۶)

(۲) (خالص الاعتقاد ص ۴۴)

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خلاف بدزبانی:

مولانا احمد رضا خاں فحش کلامی اور گندی زبان میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک مقام پر گالی دیتے ہوئے انہیں لفظ سنت کا احترام بھی مانع نہ آیا۔ آپ ندوہ کے بارے میں فارسی میں لکھتے ہیں کہ فارسی میں اس لیے لکھا کہ کچھ تو پردہ رہ جائے ورنہ بات کیا تھی لفظ سنت کی کھلی توہین تھی اور ایک کھلی گالی تھی:

اسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفخر می کنند (۱)

''سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔''

سنت اور بدعت شرعی اطلاقات تھے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بدکلامی کے جوش میں یہاں لفظ سنت کی بھی توہین کر ڈالی اور بڑی بے حیائی سے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا...... کیا یہ اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب نہیں؟ اب آپ ہی بتائیں اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب کیا اسلام ہے؟

کیا یہ وہ فکری کمال ہے جس کے بل بوتے پر آپ مجدد وقت ہونے کے مدعی ہوئے؟ کیا یہی وہ فضیلت ہے جس نے اعلیٰ حضرت کو یہ مقام بخشا؟ کیا انہی باتوں کے سہارے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد مائۃ حاضرہ کہا جاتا ہے؟ دنیا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا تو اس فحش گوئی کی تحقیق کے بعد کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اعتقاد بریلوی کہہ سکے۔

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۲)

دیگر بریلوی علماء کی بدزبانی:

آستانہ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علماء کو بھی یہی زبان سکھائی بریلوی جماعت کے مولوی ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری کی کتاب ''قہر القادر'' میں آپ کی ایک تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے: مولانا دانا پوری حزب الاحناف لاہور کے معروف فاضل اور مولانا حشمت علی کے داماد اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان تھے، آپ لکھتے ہیں:

''خاکسار مجاہد والی تحریر کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے پانی نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار خاراشگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے) کا حکم دیتا ہوں۔ **فاقول وعلی الخاکساریة بنت ایلیگیة اصول** (۱)

''میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں۔''

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے:

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور اماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں ایک، فرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک...... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ۔ (۲)

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے زہد وعمل اور ان کے حلقہ ارادت کی نجابت وشرافت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں،

---

(۱) (قہر القادر علی الکفار اللیادر ص ۲۹)

(۲) (تجانب اہل السنۃ ص ۴۲۸ مصدقہ مولانا حشمت علی یہ فرقہ بریلویہ کے مشہور مناظر تھے)

یہ آستانہ بریلی کے زہد و ریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

جس شخص کی اخلاقی حالت اس قدر نمایاں ہو کہ پہلو دار گفتگو کر کے بچوں کی نہی مسخری کرے لیکن اس کی جماعت اسے ایسے کمالات میں مجدد ماننے لگے تو کیا شرافت سر پیٹ کر نہ رہ جائے گی؟ جن علماء کا ظاہر یہ ہو ان کا باطن کیا ہوگا۔ یہ جان لینا اب کوئی مشکل نہیں رہا، رہے ان لوگوں کو عشقِ رسول کے نعرے۔ تو یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ یہ سب ایک دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ یہ لوگ روضۂ رسول پر بھی حاضر ہوں تو اخلاص و محبت سے خالی نظر آئیں گے۔

تحریک خاکسار کو ہم بھی ٹھیک نہیں سمجھتے۔ مگر ایسی بازاری زبان سے توبہ۔

مولانا احمد رضا خاں کو مدینہ منورہ میں علم جفر کی تلاش:

مدینہ منورہ پہنچ کر ہر شخص عشق رسالت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور اس کی بہترین سعادت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اسے روضہ انور پر سلام عقیدت پیش کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں گے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کو دیکھیے کہ وہاں بھی علم جفر کے چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ روضہ انور کی حاضری کا کیا یہی حق ہے کہ تم وہاں بھی دنیوی امور کی گرد پیمائی میں سرگرداں رہو، بہرحال ملاحظہ کیجیے مولانا احمد رضا خاں کیا کہتے ہیں:

''خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہان کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔''(۱)

افسوس کہ مدینہ پہنچ کر بھی انہیں حضور ﷺ کی محبت نہ ملی اور یہ لوگ روحانی لذت نہ پا سکے۔

---

(۱) (ملفوظات ص ۳۸)

مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و اخلاق کے آئینہ میں آپ کے سامنے ہیں۔ ان تحریرات میں ان کی زبان انداز، کردار اور جذبات تک ایک کھلی کتاب ہیں۔ ایسے شخص کی امانت اور دیانت اب کچھ ڈھکی چھپی نہیں۔

اولاد، شاگرد، خلفاء:

مولانا احمد رضا خان کے دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔

صاحب زادگان:

①...... بڑے بیٹے مولانا حامد رضا خان تھے جو ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۲ء میں وفات پا گئے تھے۔

②...... چھوٹے بیٹے مولانا مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان تھے۔ جو اپنے بھائی سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔

صاحب زادیاں:

①...... مصطفائی بیگم

②...... کنیز حسن

③...... کنیز حسین

④...... کنیز حسنین

⑤...... مرتضائی بیگم (۱)

دونوں بھائیوں میں لڑائی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مصطفیٰ رضا خان نے دار العلوم منظر اسلام کے مقابلہ میں اپنا الگ مدرسہ دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے دوسرے محلے میں بنا لیا تھا۔

---

(۱) (حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ص ۲۱۱، ۲۱۲)

مولانا حامد رضا کے بیٹے ابراہیم رضا تھے اور ان کے بیٹے مولانا اختر رضا خاں و ریحان رضا خاں تھے۔ بقایا تفصیل نقشہ میں گزر چکی ہے۔

دونوں بھائیوں نے اپنے والد کی طرح اہل حق کی مخالفت میں زندگی صرف کی۔ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے الصارم الربانی، سد الفرار وغیرہ رسالہ شائع کیے۔ جب کہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نے ملفوظات اور الطاری الداری، تنویر الحجہ، الحجۃ الباہرہ، القول العجیب، وقعات السنان اور طرق الہدیٰ وغیرہ کتابیں شائع کیں۔ یہ کتابیں پڑھ کر ان کے علم وعمل کا ہر آدمی اندازہ لگا سکتا ہے ہمیں یہاں پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

تلامذہ:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے حالات پر جو دو کتابیں مشہور ہیں حیات اور سوانح۔ ان میں آپ کے پڑھانے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ آپ کیا پڑھاتے تھے کون کون سی کتابیں پڑھائیں۔ کتنا عرصہ پڑھا۔ کچھ پتہ نہیں۔ اس لیے شاگردوں کا کیسے پتہ چلے۔ جو خلفاء ہیں وہ ہی شاگرد ہیں اکثر سوانح نگار نے یہ کسب کیا ہے۔

مشہور بریلوی عالم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی لکھتے ہیں:

> ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔

تلامذہ کی تعداد زیادہ نہیں کیوں کہ مولانا بریلوی نے ابتداء میں صرف چند سال درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد دوسری علمی مصروفیتوں کی وجہ سے یہ سلسلہ چھوٹ گیا۔(۱)

---

(۱) (حیات مولانا احمد رضا ص ۲۱۶)

ڈاکٹر صاحب نے کسی شاگرد کا نام نہیں لکھا۔ نہ چند سال کے شاگردوں کی تعداد بتائی نہ یہ بتایا کہ چند سال کون کون سی کتابیں پڑھاتے رہے۔ مولانا نے باقاعدہ تدریس بالکل نہیں کی صرف اگر کوئی صاحب کوئی بات دریافت کرتا تو جواب دے دیتے۔

خلفاء کرام:

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے پاکستان و ہندوستان کے تمام خلفاء کی تعداد ۲۳ لکھی ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس وقت تک مولانا احمد رضا کے متعلق پوری دنیا سے مواد جمع کر کے اور کھینچ تان کر کے یہ تعداد جمع کی ہے۔

مولانا بریلوی کے خلفاء میں مشہور یہ ہیں:

① مولانا محمد حامد رضا خان (بیٹا)

② مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (بیٹا)

③ مولانا ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف

④ مولانا سید محمد دیدار علی الوری۔ علامہ اقبال پر کفر کا فتویٰ لگانے والے(۱)

⑤ مولانا امجد علی اعظمی۔

یہ بہار شریعت کے مصنف اور کراچی کی میمن مسجد کے خطیب قاری رضاء المصطفیٰ کے والد ہیں۔

⑥ مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ بریلوی مذہب کی سب سے پہلی تفسیر خزائن العرفان جو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے حاشیہ پر موجود ہے۔ اس کے مصنف ہیں۔ اس تفسیر میں بہت سی جگہ پر مصنف نے اپنے فرقہ کے مخصوص عقائد شامل کر دیئے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے زنداں راود لاہور ج ۳ ص ......)

بعض جگہ کی نشان دہی ہمارے استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین'' میں کر دی ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ان کی دوسری کتاب **الکلمة العلياء** ہے۔

اس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کو عالم الغیب ثابت کیا ہے۔

ان کی تیسری کتاب ''اطیب البیان'' ہے۔ یہ شاہ اسماعیل شہید کی مسئلہ توحید پر لکھی جانے والی مشہور زمانہ کتاب ''**تقوية الايمان**'' کے ردّ میں لکھی ہے۔

فرقہ بریلویہ کے ہاں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں لکھی جانے والی تمام کتابوں میں اس کو سب سے اہم سمجھا جاتا ہے۔ مولانا نعیم الدین صاحب نے مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا فضل رسول بدایونی سے لے کر مولانا احمد رضا اور دیگر تمام مخالفین شاہ اسماعیل شہید کی کتابوں کو سامنے رکھ کر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس لیے تقویۃ الایمان کے رد میں اس کو حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہے۔ نعیم الدین مراد آبادی صاحب کے جواب میں مراد آباد کے ایک غیر مقلد مولانا عزیز الدین مراد آبادی نے ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی اور نعیم الدین صاحب کے ہر ہر اعتراض کا جواب دیا۔ اس کے بعد آج تک کوئی بریلوی عالم اس کا جواب نہ دے سکا ہم قارئین کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ دونوں کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ حقیقت حال اچھی طرح واضح ہو جائے۔

ان ہی کے شاگرد خاص مشہور بریلوی عالم مفتی احمد یار خان گجراتی جاء الحق کے مصنف گزرے ہیں۔

⑦ مولانا احمد مختار میرٹھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے تایا جان

⑧ مولانا عبدالعلیم میرٹھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد صاحب

⑨ مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ۔ یہ ابوالنور بشیر کے والد ہیں کافی عرصہ امرتسر سے الفقیہ رسالہ نکالتے رہے۔

⑩ مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری۔ یہ سید دیدار علی الوری کے بیٹے اور سید محمود احمد رضوی مدیر رسالہ رضوان کے والد ہیں اور مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہوران ہی کا مدرسہ ہے۔ ہم نے یہاں پر دس (۱۰) خلفاء کا ذکر کر دیا ہے۔

تصانیف:

مولانا احمد رضا کی تصانیف کے متعلق ان کے عقیدت مندوں نے بہت زیادہ مبالغہ آرائی اور غلط بیانی کی ہے۔ کوئی کچھ کہتے ہیں اور کوئی کچھ۔ ان کے مختلف اقوال کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا قول: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ۲۰۰ کے قریب تھیں۔ (۱)

دوسرا قول: ۳۵۰ کے قریب تھیں۔ (۲)

تیسرا قول: ۴۰۰ کے قریب تھیں۔ (۳)

چوتھا قول: ۵۴۸ تھیں۔ (۴)

پانچواں قول: ۶۰۰ سے بھی زائد تھیں۔ (۵)

چھٹا قول: ایک اندازہ کے مطابق فاضل بریلوی نے ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ (۶)

---

(۱) (مقدمة الدولة المكيه)

(۲) (المبمل المعدد لتاليفات المجدد)

(۳) (تالیفات مجدد از ظفر الدین بہاری)

(۴) (تالیفات مجدد)

(۵) (حیات اعلیٰ حضرت)

(۶) (انوار رضا ص ۳۳۱)

ہماری معلومات کے مطابق مولانا احمد رضا نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ لوگ ان سے سوالات کرتے تھے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور پھر جوابات کو مختلف کتب اور رسالوں کے نام سے شائع کر دیتے۔ اگر جواب بڑا ہوتا تو مستقل رسالہ بنا دیتے اگر جوابات مختصر ہوتے تو بہت سے سوالات کے جوابات اکھٹے جمع کر دیتے۔ پھر انہی کتب اور رسائل کو جمع فرما کر فتاویٰ رضویہ کی شکل میں بھی شائع کر دیتے۔ ہمارے پاس مولانا احمد رضا کی جتنی کتب و رسائل ہیں وہ سب سوال جواب کی ہی شکل میں ہیں۔ جس سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی تاہم ان کے پیرؤوں نے بمصداق پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند۔ آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمت میں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔(۱)

تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم تنزیل اور درمنثور کے حاشیے لکھنے کا دعویٰ کیا ہے پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح **الصاوی علی الجلالین القنوی علی البیضاوی خفاجی علی البیضاوی، عبد الحکیم علی البیضاوی** اور **انتصاف علی الکشاف** وغیرھا تفسیری حواشی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے یہ حاشیے لکھے ہوں گے اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیے۔ جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی چھپے نہیں جب پوچھا جائے کہ کب چھپیں گے اب تو مولانا کو وفات پائے

---

(۱) (دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۰۶)

بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہونے کو ہیں؟ تو کہتے ہیں پتہ نہیں، اگر کچھ ہو تو پتہ ہو۔

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام نکال سکیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پندرہ پندرہ بیس بیس صفحوں کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔

۲۔ حدیث میں ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پاس حدیث اور علم رجال کی ۳۸ کتابیں موجود تھیں ان میں مسند احمد، فتح الباری، عینی علی البخاری، مرقات اور تہذیب التہذیب جیسی ضخیم کتابیں بھی تھیں۔ مولانا نے ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور یادداشتیں لکھی ہوں گی۔ ان کی پیروؤں نے انہیں بھی علم حدیث کی مستقل خدمت سمجھ لیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا نے ان ۳۸ کتابوں پر علمی حاشیے لکھے تھے ان ۳۸ حاشیوں کی ایک لمبی فہرست آپ کو المیزان کے احمد رضا نمبر میں ملے گی۔ (دیکھئے ص ۳۰۷) جب حقیقت حال کا جائزہ لیں گے تو بات کچھ نہ نکلے گی اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے ایک فہرست ضرور سامنے آ جائے گی۔ جس شخص نے حدیث باقاعدہ نہ کہیں پڑھی ہو نہ پڑھائی ہو اس کا حدیث کی کتابوں کے شرح و حواشی لکھنا کبھی کوئی لکھا پڑھا آدمی تسلیم نہ کر سکے گا اپنے جاہل مریدوں میں بات چل جائے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ اس طرح عقائد وکلام کے عنوان سے بھی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے اور عقائد کی جتنی کتابوں کے نام ان کے علماء کو یاد تھے یا انہوں نے سن رکھے تھے۔ ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہوں نے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں لکھ دیا ہے۔ جیسے حاشیہ شرح فقہ اکبر، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح عقائد عضدیہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح مقاصد، شرح مسامرہ ومسائرہ حاشیہ بین التفرقہ بین الکلام والزندقہ وغیرہ۔ (ایضاً ص ۳۰۹)

حالانکہ یہ علمی حاشیے نہ کہیں عالم وجود میں آئے نہ کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں دنیا کے کسی حصے میں موجود ہیں مولانا احمد رضا خاں نے کسی کتاب کے حاشیہ پر کہیں یہ نوٹ بھی دیا کہ کتاب کس سن میں خریدی گئی یا کہاں سے لی گئی تو اسے بھی ان لوگوں نے حاشیہ کتاب کے نام سے حضرت کی تالیفات میں لکھ دیا اور دنیا کو بتایا کہ حضرت نے یہ علمی کام بھی کیا ہے اور ان کی عقائد وکلام پر گہری نظری تھی۔

متوازی عقائد کا انہیں کہاں تک علم تھا اس باب میں شیعہ فرقہ کو ہی لیجیے آپ نے شیعوں کے رد میں ایک رسالہ ردالرفضہ بھی تالیف فرمایا لیکن آپ شیعہ حضرات کی اصل کتابوں سے کہاں تک آشنا تھے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت پر غور کیجیے۔

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کی کسی شیعہ عالم سے تکرار ہو گئی تو انہوں نے شیعہ اعتراضات کے جوابات کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی طرف رجوع کیا آپ نے کیا کہا اس کے لیے اس روایت کو دیکھیے اور خاں صاحب کی علمی قابلیت کی داد دیجیے۔

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔

۴۔ پھر اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا جیسے حاشیہ فواتح الرحموت، حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف، حاشیہ کشف الغمہ، حاشیہ کتاب الخراج، حاشیہ معین الحکام، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع، حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح، حاشیہ مجمع الانہر، حاشیہ جامع الفصولین، حاشیہ جامع الرموز، حاشیہ بحر الرائق، حاشیہ تبین الحقائق، حاشیہ غنیۃ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ فتح المعین، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاویٰ عالم گیری، حاشیہ فتاویٰ خانیہ، حاشیہ فتاویٰ سراجیہ، حاشیہ خلاصتہ الفتاویٰ، حاشیہ بزازیہ، حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف لیلہ کی داستان ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جا رہی ہے یہ علمی حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سنے ہوتے ہیں لفظ شرح بڑھا کر جھٹ سے اسے الف لیلیٰ کی داستان میں شامل کر دیتے ہیں۔ احساس کمتری کی انتہا ہے۔

۵۔ فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ ضخیم جلدیں۔ ان کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

ہمارے علم کے مطابق مولانا احمد رضا نے ایک تو قرآن پاک کا ترجمہ املاء کرایا، دوسرے آپ کے فتاویٰ کے مجموعے جو مختلف ناموں کے ساتھ مطبوعہ ہوئے ہیں۔ مثلاً احکامِ شریعت، عرفانِ شریعت، فتاویٰ افریقہ وغیرہ وغیرہ اور بڑا مجموعہ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرا آپ کے ملفوظات ہیں۔ یہ بھی اصل میں فتاویٰ جات ہی کی طرز پر ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ جو بھی رسالہ یا کتاب آپ کی طرف منسوب ہے وہ حقیقت میں آپ کا فتویٰ ہے یا مختلف فتوؤں کا مجموعہ ہے۔

احمد رضا کا فقہی مقام

اس بحث میں ہم اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے اپنے محترم بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی حقیقت'' کا انتخاب پیش کرتے ہیں جو اس بحث میں کافی شافی ہے۔ ہمیں مزید اپنی طرف سے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ (از مرتب)

پہلا مسئلہ، اقسام احکام شرعیہ کے متعلق فاضل بریلوی کی غلط بیانی:

فقہی مقام میں ''رنگ اجتہاد'' کے زیر عنوان لکھا ہے کہ عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر ان قسموں کا بیان ہے کہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ یہ گیارہ چیزیں گنائی گئی ہیں اور ان کی تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ

> ''یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے۔ انتہا کلامہ الشریف (۱)

---

(۱) (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۱۷۳تا۱۷۵) (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص۱۱۔۱۲)

ہم نے یہ ساری تعریفیں پڑھیں۔ بظاہر آپ کے لکھنے کا مقصد یہ لگتا ہے کہ یہ علمی بحثیں کسی اور نے نہیں لکھیں یہ فقط اعلیٰ حضرت کا کمال ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

دیکھیے ’’شامی‘‘ میں مستقل عنوان کے تحت اساءت اور کراہت کی بحث دی گئی ہے۔

’’مطلب فی قولهم الاساءة دون الکراهة‘‘ (۱)

علامہ شامی نے اس بحث میں سنت موکدہ، سنن ہدیٰ اور سنن زوائد یعنی سنت غیر موکدہ اور مستحب کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور کراہت تحریمی، اساءت اور کراہت تنزیہی کا بھی اور اساءت کی تشریح میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ عمل ہے کہ جس کے کرنے والے کو گمراہ کہا جائے گا۔ اور ملامت کی جائے گی۔ غرض اس تفصیلی بحث میں یہ تمام اقسام احکام اور اقوال ائمہ درج ہیں۔ اب رہی اولیٰ کی بات تو یہ بھی شامی میں ایک مستقل عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہے۔

’’مطلب اذا تردد الحکم بین سنته وبدعة کان ترک السنة اولیٰ‘‘

جب کسی حکم کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو تو سنت کو ترک کر دینا اولیٰ ہے۔ (۲)

شامی ہی میں اس سے اگلے صفحہ پر ایک مسئلہ کے ذیل میں تحریر ہے:

’’او اراد بالمباح ما لیس بمحظور شرعا وخلاف الاولیٰ غیر محظور‘‘ (۳)

’’یا مباح سے مراد ہے کہ جو شرعاً منع نہ ہو اور خلاف اولیٰ ممنوع نہیں ہوتا۔‘‘

غرض یہ گیارہ کی گیارہ قسمیں کتب فتاویٰ میں لکھی ہوئی چلی آ رہی ہیں بلکہ صرف

---

(۱) (شامی ۴۷۴ جلد اول)

(۲) (شامی جلد اول ص ۶۴۲)

(۳) (شامی ص ۶۴۳)

شامی ہی میں موجود ہیں۔ فاضل بریلوی کو آپ اتنی سی بات پر مجتہد کا درجہ دینا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ان اقسام کو نقل کر دیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی بھی خود اس پر ناز فرما رہے ہیں۔

اقسام احکام شرعیہ کی تعریفات میں کمی:

اب آپ اپنی لکھی ہوئی تعریفات کی کمی پر بھی غور فرمائیں۔ سنت موکدہ کی تعریف میں جو الفاظ آ رہے ہیں وہی سنت غیر موکدہ کی تعریف میں بھی آ رہے ہیں۔

آپ حضرات نے لکھا ہے:

سنت موکدہ:

اس کا عادتاً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہوا اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاق عتاب خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

سنت غیر موکدہ:

جس کا ترک کرنا موجب استحقاق ہو خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

اول تو سنت موکدہ کی تعریف کی عبارت ہی اصلاح طلب ہے کہ وہاں بھی یہی الفاظ آ رہے ہیں۔ خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔ دوسرے یہ کہ جب سنت غیر موکدہ کا نادراً اور عادتاً دونوں طرح ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہوا اور سنت موکدہ کا بھی یہی حکم بیان ہوا ہے۔ تو دونوں میں فرق کیا رہا؟ سنت غیر موکدہ کا عادتاً تارک بن جانا خود بخود موجب استحقاق عذاب بن جائے گا۔ اور دونوں کی تعریف ایک ہو جائے گی۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی حقیقت:

آپ نے پرزور الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

> ''یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اس کے لیے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے ہم آپ کے سامنے ایسی دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقیہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا اور آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اگرچہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے۔''(۱)

اس دعوت پر ہم نے بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ خریدا۔ آپ کے اس رسالہ کا بغور مطالعہ کیا۔ فتاویٰ کی دیگر جلدوں کا بھی کہیں کہیں سے مطالعہ کیا۔ مگر جب گہری نظر ڈالتے ہیں تو کمزوریاں صاف نظر آتی ہیں اور قواعد فقہیہ کے بے محل استعمال کا عجیب تماشہ نظر آتا ہے۔

دوسرا مایہ ناز فقہی مسئلہ، فاضل بریلوی سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں سمجھ سکے:

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام لکھنے والے صاحب نے ان کا اور طحطاوی کا تقابل بھی کیا ہے اور یہ مسئلہ لیا ہے کہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ زکام کی حالت میں ناک سے پانی آئے اس سے بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ یہ ان مثالوں کے ساتھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے۔ جہاں وہ ایسی بیماریوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن میں پانی کے ساتھ خون مل جاتا ہے۔ چاہے

---

(۱) (فقہی مقام ص ۱۰۔۱۱)

آنکھ میں کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو یا کہیں اور۔ پھر اس مسئلہ کے متصل وہ یہ لکھتے ہیں:

”وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن ومشدی وسرة ظاهره یعم الانف اذا زکم“ (۱)

”یہی حکم ہر اس پانی کا ہوگا جو تکلیف کی وجہ سے نکل رہا ہو۔ چاہے کان سے نکلے یا پستان سے یا ناف سے یعنی بظاہر اس حکم میں ناک بھی داخل ہے جب اسے زکام ہو۔“

سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد وہ صورت ہے کہ جب فلو کی قسم کا شدید زکام ہو جس میں ناک میں خراش بلکہ زخم ہو جاتے ہیں (ایسا زکام ہمارے علاقہ میں کم ہوتا ہے) اگر کسی کو اس قسم کا زکام ہو کہ ناک سے بے اختیار خراش کا پانی بہتا ہو تو اس کا ناک کی ریزش کا اور حکم ہوگا۔ طحطاوی نے اسی صورت کا حکم بیان فرمایا ہے۔

بعض دفعہ مریض کے بے حد چھینکیں آتی ہیں اور ناک میں زخم ہو جاتے ہیں اور مسلسل ریزش بہتی رہتی ہے اسے نماز پڑھنی بھی مشکل ہوتی ہے ایسی حالت میں اعلیٰ حضرت کے مداح پیروکار کیا مسئلہ بتلائیں گے؟ ظاہر ہے وہ بھی کہیں گے کہ یہ شخص اس وقت ایسا ہے کہ اسے ناک کی ریزش کے لیے الگ کپڑا رکھنا چاہیے۔ فاضل بریلوی اگر اس مسئلہ پر غور فرماتے تو سمجھ سکتے تھے کہ فاضل بریلوی اور سید طحطاوی کے تقابل کی بات ہی بے کار ہے۔ زکام کی جو صورت ہم نے لکھی ہے وہ خود فاضل بریلوی کی اس عبارت کے تحت آجاتی ہے اور درست قرار پاتی ہے:

> ”بالجملہ مجرّد رطوبت کی مرض سے، سائل ہو مطلقاً فی نفسہا ہرگز ناقص نہیں بلکہ احتمال خون وریم کے سبب ولہذا امام ابن الہمام کی رائے اس طرف گئی ہے کہ مسائل مذکورہ میں امام محمد کا حکم وضو

---

(۱) (شامی ج ا ص ۳۰۵)

استحبابی ہے۔‘‘(۱)

(فائدہ: بعض لوگوں کے منہ سے سوتے وقت رال بہتی ہے۔ شامی نے ساتھ ہی تصریح کردی ہے کہ وہ اگر یہ بدبودار بھی ہو تو ناپاک نہیں۔ (۲)

تیسرا مایہ ناز علمی مسئلہ، فاضل بریلوی کی علم حدیث میں کمزوری:

اسی مقالہ میں ایک عنوان ہے ’’علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت‘‘ اس کے تحت اس حدیث کے ثبوت اور عدم ثبوت پر بحث کی گئی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اذان دی ہے یا نہیں...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اذان نہیں دی۔

> علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ مستقل عنوان دے کر ’’مطلب ھل باشر النبی ﷺ الاذان بنفسہ‘‘ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کی کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے خود اذان نہیں دی۔ (۳)

دوسری بات شامی نے التحیات کے باب میں اس (مسئلہ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے کہ معراج میں باری تعالیٰ سے ہم کلامی کے وقت جو کلمات ادا ہوئے ان کی نقل التحیات ہے اور اسے تشہد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو شہادتوں کا ذکر ہے۔ توحید کی شہادت اور رسالت کی شہادت۔

چونکہ اس جگہ ’’درمختار‘‘ میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے:

---

(۱) (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۷ آخری سطور)

(۲) (شامی ص ۳۰۵)

(۳) (شامی ج ۱ ص ۴۰۱)

(اشهد ان لا اله الا الله وَاَنِّیْ رَسُوْلُ الله) ''کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا رسول ہوں''

اس لیے شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس کا رد کیا ہے **بانه لا اصل لذالک** کہ اس بات کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ بھی التحیات میں یہی کلمات ادا فرماتے تھے جو آج تک ہم نماز میں پڑھتے ہیں:

''الفاظ التشهد متواترة عنه صلی الله علیه وسلم انه کان یقول اشهد ان محمدا رسول الله وعبده ورسوله''

''تشہد (التحیات) میں شہادت کے کلمات جناب رسالت مآب ﷺ سے تواتر سے منقول ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے **اشهد ان محمدا رسول الله وعبده و رسوله.**

پھر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ تحفہ میں ہے کہ اگر (صاحب درمختار یا ان سے پہلے) کسی شخص نے یہ بات کہی ہے تو التحیات کے بارے میں تو غلط ہے البتہ اذان کے بارے میں ہوسکتی ہے۔

''نعم ان اراد تشهد الاذان صح لانه صلی الله علیه وسلم اذن مرة فی سفر فقال ذالک قلت و کذالک فی البخاری من حدیث سلمة ب الاکوع رضی اللہ عنہ قال خفت ازواد القوم الحدیث ...... فقال صلی الله علیه وسلم اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد انی رسول الله'' وهٰذا کان خارج الصلوٰة لما ظهرت المعجزة علٰی یدیه من البرکة فی الزاد.(۱)

---

(۱) (شامی ج۱ص۵۱۰)

''ہاں اگر اس کی مراد اذان میں کلمہ شہادت ہے تو یہ بات ٹھیک ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار سفر میں اذان دی تو یہ فرمایا اور میں کہتا ہوں کہ اسی طرح بخاری میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان بہت ہی کم رہ گیا۔ (آپ ﷺ نے جو کچھ لوگوں کے پاس تھا جمع فرما لیا پھر دعا فرمائی۔ پھر فرمایا اس میں سے اپنے اپنے لیے لے لو۔ اتنی برکت ہوئی کہ ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھر لیا۔) اسی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انی رسول اللہ** ۔ اور یہ (نماز میں نہ تھا) نماز کے باہر فرمایا جس وقت آپ کے دست مبارک سے اس معجزہ کا ظہور ہوا کہ کھانے میں برکت ہوگئی۔''

یہ سارا قصہ اور ساری عبارتیں تو اس لیے لکھی ہیں کہ آپ کے سامنے پوری بحث اور مسائل آ جائیں۔ اب دیکھیے کہ فاضل بریلوی نے حافظ ابن حجر کی وہ عبارت اور فیصلہ جو شامی نے ص ۴۰۱ پر لکھا ہے نقل کیا ہے پھر شامی کی عبارت بحوالہ تحفہ جو ص ۵۱۰ پر ہے نقل کی پھر لکھا:

''وقد اشار ابن حجر الی صحته'' (۱)

''اور ابن حجر (مکی) نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی دونوں الگ الگ آدمی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی علم حدیث میں بہت بلند پایہ شمار ہوتے ہین تو اول تو ان پر ابن حجر مکی کی رائے نہیں چل سکتی۔

پھر ابن حجر مکی نے بھی جو بات فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اشھد انی رسول اللہ فرمانا التحیات میں ہوا ہے تو غلط ہے اور اگر اس کی مراد اذان ہے تو صحیح ہے یعنی وہ

---

(۱) (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۸۸)

اس کہنے والے کی بات کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں فرمارہے ہیں نہ کہ اس روایت کے بارے میں یہ روایت صحیح ہے اگر وہ اس روایت کی صحت کے بارے میں فرماتے، تو عبارت یہ ہوتی:

”فقد صح انه صلی اللہ علیه وسلم اذا مرة فی سفر فقال ذالک“

”یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں ایک بار اذان دی تو یہ فرمایا“

فاضل بریلوی نے اس فرق کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہوشیاری سے انہوں نے فقط اشارہ کا لفظ استعمال کیا۔

”کہ ابن حجر مکی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔“

پھر اس اشارہ پر بنیاد رکھ کر فاضل بریلوی نے حسب ذیل نتیجہ نکال ڈالا ہے۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”کیوں کہ تحفہ ابن حجر میں مذکورہ عبارت آ گئی ہے لہٰذا آنجناب کا خود اذان دینا ثابت ہو گیا۔ اور اس اذان میں اشہد انی رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے اور اشہد انی رسول اللہ فرمانا نص مفسر ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور امام نووی نے اس روایت کو جو تقویت دینی چاہی ہے اسے اس سے تقویت پہنچتی ہے۔“

ارے بھائی نص کا مفسر ہونا اور مجمل ہونا وغیرہ سب کا مدار اس پر ہے کہ اس کا نص ہونا یعنی حدیث ہونا تو ثابت ہو اسے ثابت کرنے کے لیے خود (لفظ اشار) اشارہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور پھر لحظہ بھر بعد اسے نص مفسر قرار دے رہے ہیں۔

آپ حضرات نے یہ مثال اعلیٰ حضرت کی فقاہت ثابت کرنے کے لیے دی ہے۔ لیکن اس سے ان کی جلد بازی اور علم حدیث میں کمزوری کے سوا کوئی چیز ظاہر نہیں ہو رہی۔

آپ حضرات کے لکھنے کا مطلب تو یہ تھا کہ علامہ شامی نے ایک جگہ حافظ ابن حجر

عسقلانی کی رائے لکھ دی اور دوسری جگہ انہوں نے صاحب تحفہ کی رائے لکھ دی پھر بھول گئے اور فاضل بریلوی نے اسے پکڑ لیا اور علامہ شامی کو ان کے لکھے ہوئے کے تحت قائل کر لیا۔ یعنی فاضل بریلوی کی دقتِ نظر، وسعت علم و حافظہ دکھانا چاہتے تھے۔ لیکن سب کچھ آپ کے سامنے ہے کہ کیا ثابت ہو رہا ہے اور ان کی دلیل کی بنیاد فقط اشارہ پر ہے۔ جو نہایت کمزور ہے اس لیے کہا جائے گا کہ علامہ شامی کا رجحان اپنی جگہ قائم رہا اور سب کچھ دیکھ کر جو ان کی رائے تھی وہ انہوں نے ایک مستقل باب میں ذکر کر دی تھی۔ **''مطلب هل باشر النبی ﷺ الاذان بنفسہٖ''** اور وہاں حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بلند پایہ محدث کی بات لکھ دی تھی۔

یہ نہ سمجھئے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اذان نہیں دی یا اس کے قائل ہیں کہ آپ نے اذان دی۔ ہم تو صرف فاضل بریلوی کے انداز تفقہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

مایہ ناز تحقیق کا حال چوتھا مسئلہ تقبیل ابہامین:

''فقہی مقام'' رسالہ میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں الخ'' (۱)

حضرت تھانوی کے فتویٰ پر فاضل بریلوی نے جو اعتراضات کیے۔ ان میں سے منتخب کر کے فقہی مقام میں لکھے گئے ہیں۔ اس مسئلہ میں ہم ان ہی کے پیش کردہ چیدہ نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

---

(۱) (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۵۹)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔

تقبیل ابہامین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

فاضل بریلوی کو اس کے ثبوت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث مع سند مفصل نقل کرنی چاہیے تھی۔ اگر وہ صحیح ثابت کر دیتے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ضرور رجوع فرما لیتے اور شامی سے بھی اختلاف نہ فرماتے۔ مسئلہ واضح ہو جانے پر فوراً رجوع کر لینا ان کی خاص عادت تھی۔ مگر اس کے برعکس فاضل بریلوی یہ بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ حدیث صحیح موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ لکھتے ہیں: صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا (غلط ہے) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔ ان کی مکمل عبارت ایک دو سطر بعد آ رہی ہے۔

فاضل بریلوی کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری:

فاضل بریلوی نے اس مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث سے واقفیت پر طعن کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> ”صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا ہے کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جابجا مذکور ہے۔ یعتبر بہ و لا یحتج بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔ اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔“ (۱)

---

(۱) (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۳۴ سطر ۵ تا ۹)

یہ عبارت فاضل بریلوی اور مقالہ نگاروں دونوں ہی کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔ انہوں نے بڑی فاش غلطی کی ہے کہ **یعتبر بہ** کا ترجمہ یہ سمجھا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی **یعتبر بہ** کو اردو میں معتبر اور غیر معتبر کے ہم معنی سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ علم حدیث کی ایک خاص اصطلاح ہے اور **یعتبر بہ** کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث میں ذکر کردہ ''اعتبار'' کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اسے بطور حجت و دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ کہنا مقصود ہوتا کہ معتبر ہے تو عربی میں ''بہ'' کے لانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اعلیٰ حضرت زور کلام میں بے سمجھے فرماتے چلے جارہے ہیں۔ احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔

فاضل بریلوی کی اصول حدیث سے ناواقفیت کی تشریح:

آپ اصول حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں اور اس کی شرح تدریب الراوی میں حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصطلاح کو سمجھانے کے لیے مستقل عنوان قائم کیا ہے:

''النوع الخامس عشر معرفته الاعتبار والمتابعات والشواهد هٰذه امور يتداولها اهل الحديث (يتعرفون بها حال الحديث) ينظرون هل تفرد به راويه ام لا. وهل هو معروف اولا فالاعتبار ان ياتى الى حديث لبعض الرواة فيعتبره بروايات غيره من الرواة بسبر طرق الحديث ليعرف هل شاركه فى ذالک الحديث راو غيره فرواه عن شيخه اولا؟ فان لم يكن فينظر هل تابع احد شيخ شيخه فرواه عمن روى عنه؟ وهٰكذا الى اٰخر الاسناد وذالک المتابعة فان لم يكن فينظر هل اتى بمعناه حديث اٰخر وهو الشاهد فان لم يكن فالحديث فرد فليس الاعتبار قيما للمتابع والشاهد

بل هو هيئة التوصل اليهما فمثال الاعتبار ان يردی حماد بن سلمة (مثلا حديثا لا يتابع عليه عن ايوب عن ابن سيرين عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم فينظر هل رواه ثقة غير ايوب عن ابن سيرين فالم يوجد) ثقة غيره (فغير ابن سيرين عن ابی هريرة والا) ای وان لم يوجد ثقة عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم فای ذالک وجد علم) به (ان له اصلا يرجع اليه و الا) ای وان لم يوجد شیء من ذالک (فلا) اصل له. كالحديث الذی رواه الترمذی من طريق حماد بن سلمة عن ايوب عن ابن سيرين عن ابی هريرة اراه رفعه احبب حبيبک هونا ما الحديث قال الترمذی غريب لانعرفه بهٰذا الاسناد الا من هٰذا الوجه ای من وجه يثبت والا فقد رواه الحسن بن دينار عن ابن سيرين والحسن متروک الحديث لا يصلح للمتابعات. (۱)

پندرہویں نوع اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں ہے۔ یہ وہ امور ہیں، جنہیں محدثین استعمال کرتے ہیں جن سے وہ حدیث کا حال پہچانتے ہیں وہ یہ غور کرتے ہیں کہ کیا راوی حدیث اس حدیث کو نقل کرنے میں اکیلا ہے یا نہیں اور یہ کہ وہ خود بھی معروف ہے یا نہیں؟ پس اعتبار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی (ایک) راوی کی حدیث کو اس کے علاوہ دوسرے راویوں کی حدیثوں سے ملا کر دیکھنا (اس طرح کہ) اس حدیث کی دوسری سندوں کو (تلاش کر کے) گہری نظر ڈالی جائے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ آیا اس حدیث میں اس راوی کا کوئی اور بھی ساتھی (استاد بھائی) ہے جس نے استاد سے وہ حدیث روایت کی ہو یا نہیں ہے اگر نہ ہو تو یہ دیکھیں کہ کیا یہ روایت کسی نے اس کے استاذ الاستاد

---

(۱) (تدریب الراوی ص ۱۵۱۔۱۵۲)

سے لی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اوپر تک (اس کے استادوں اور ان کے ساتھیوں کو ایک حدیث کے لیے دیکھتے چلے جائیں گے) اس کا نام اصول حدیث میں متابعت ہے۔ اگر اس حدیث میں کہیں بھی ساتھی راوی اوپر تک نہ مل سکیں تو پھر یہ تلاش کیا جائے کہ کیا اس حدیث کے مضمون کو کسی محدث نے دیا ہے یا نہیں۔ اگر ہم معنی حدیث مل جائے۔ (چاہے الفاظ بدلے ہوئے ہوں) تو اس حدیث کو شاہد کہیں گے اور ہم معنی حدیث بھی نہ ملے تو یہ حدیث فرد کہلائے گی۔ پس اعتبار متابع اور شاہد کا قسیم (ہر قسم) نہیں ہے بلکہ یہ متابع اور شاہد تک پہنچنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا نام ہے۔ پس اعتبار کی مثال یہ ہے کہ مثلا حماد بن سلمہ کوئی ایسی روایت بیان کر رہے ہوں کہ جس میں ان کا کوئی ساتھی عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ وہ روایت نہ نقل کر رہا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے استاد ایوب کے سوا کوئی اور قابل اعتماد راوی ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث لے رہا ہے یا نہیں؟ اگر ایوب کے ساتھیوں میں ان کے سوا کوئی ثقہ راوی نہ ملے تو پھر ان کے استاد ابن سیرین کے ساتھیوں میں کوئی محدث تلاش کریں گے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ کی یہ روایت نقل کر رہا ہو۔ ان میں سے جس طرح کبھی بھی حدیث پائی جا رہی ہو۔ اس سے جان لیا جائے گا کہ اس حدیث کی اصلیت ہے۔ اس کی طرف رجوع کیا جائے گا ورنہ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو یہ حدیث بے اصل مانی جائے گی جیسے ترمذی شریف کی روایت جو انہوں نے حماد بن سلمہ عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ اراہ رفعہ کہہ کر نقل کی ہے کہ اپنے دوست سے ہلکی ہلکی محبت رکھو۔ الحدیث۔ امام ترمذی نے اس پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی صرف اسی سند سے یہ حدیث قابل ثبوت طریقہ سے ملی ہے (اس کی دوسری کوئی سند قابل اعتماد نہیں ورنہ یوں تو یہی حدیث حسن بن دینار ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں لیکن حسن متروک الحدیث ہیں ان کی روایت متابعت

کے قابل نہیں ہوتی۔

اسی طرح مقدمہ ابن صلاح میں ہے۔ **النوع الخامس عشر معرفته الاعتبار والمتابعات والشواهد.** پندرہویں نوع اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں۔ (۱)

تدریب الراوی اور مقدمہ ابن اصلاح تو بہت مفصل کتابیں ہیں۔ بخاری شریف کے شروع میں جو مقدمہ ہے۔ اس میں ہی ص ۱۱ پر دیکھ لیں کہ ''اعتبار'' کسے کہتے ہیں۔

میں نے یہاں تدریب الراوی کی پوری عبارت لکھ دی ہے اور اس کا مفہوم بھی تا کہ طلبہ مستفید ہوں اور علماء فاضل بریلوی کی علم حدیث میں بصیرت کا تماشہ دیکھیں۔ فاضل بریلوی اصول حدیث سے اس درجہ ناواقف تے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے۔ مگر آپ انہیں پھر بھی امام مجتہد فی المذہب بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے دل میں ذرا غور کیجیے کہ ایسا کم علم شخص کیا مفتی بھی ہوسکتا ہے چہ جائیکہ وہ مجتہد فی المذہب بنے اور اپنے قیاس سے نئے نئے مسائل نکالے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

غرض حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اعلیٰ حضرت کی طرف سے اور آپ حضرات کی طرف سے یہ جواب ہونا چاہیے تھا کہ حدیث شریف کی سند یہ ہے اور یہ سند قابل احتجاج ہے کیوں کہ اذان ایسا شعار نہیں ہے جو سر عام نہ ہوتا ہو۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کا عمل سینکڑوں ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے سامنے نہ ہوا ہو۔ اس لیے ان کے عمل کی روایت کرنے والے بہت لوگ ہونے چاہییں۔ اور آپ کو بہت سی روایتیں سامنے لانی چاہیے تھیں نہ کہ صرف ایک حدیث جس کے بارے میں صدیوں پہلے سے محدثین صرف موضوع (من گھڑت) ہونے نہ ہونے ہی بحث کرتے رہے ہوں۔

---

(۱) (مقدمہ ابن اصلاح ص ۷۴)

(ہمارے پاس مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ جس میں آپ کی ساری روایات جمع کی گئی ہیں۔ ان میں اذان کے وقت یہ کلمات اور انگوٹھا چومنے کی روایت ہی نہیں ہے۔)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولا یصح یعنی یہ موضوع (کسی کی من گھڑت) ہے۔ (۱)

کیوں کہ موضوع حدیثوں کے بیان میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں **لا یصح، لا یثبت، یا لم یصح** وغیرہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ موضوع ہے۔ لہٰذا یہاں لا یصح کے معنی یہ ہوں گے کہ ثابت ہی نہیں (کسی کی من گھڑت ہے) موضوع ہے نہ کہ ضعیف۔ دیکھیے **مقدمہ الموضوعُ فی معرفة الحدیث الموضوع** جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے ص ۱۰ مطبوعہ حلب اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"واورده الشيخ احمد الرداد فی کتابه موجبات الرحبة بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام"

یعنی یہ روایت شیخ احمد داد نے اپنی کتاب موجبات الرحمہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند سے دی ہے کہ جس میں مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔

پھر ملا علی قاری حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کو جائز لکھ کر لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس پر عمل کرے اور نہ اس پر عمل کرنے والے کو منع کیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں:

"وغرابته لا تخفی علی ذوی النهی" (۲)

"اس روایت کی غرابت سمجھ دار آدمی پر مخفی نہیں ہے۔"

---

(۱) (الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۱۰۸)

(۲) (الموضوعات الکبریٰ ص ۱۰۸)

یعنی چاہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت ہی ہو وہ بھی غریب ہے۔ کیوں کہ صحیح ترین احادیث مقدسہ میں مثلاً بخاری شریف وغیرہ میں یہ مسئلہ وضاحت سے آتا ہے کہ جب موذن اشھدان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والے بھی جواب میں اشھدان محمد رسول اللہ کہیں۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا حدیث کی مشہور کتابوں میں کہیں نہیں آیا ہے۔ اگر امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور ائمہ کرام یعنی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم سے یہ حدیث مخفی رہ گئی ہے۔ تو اب اسے ظاہر فرمائیں۔ علم حدیث کسی کے گھر کا نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب دلیلیں آتیں تو وہ کہاں جاتے۔ اور چلیے اب روایت اور راوی حضرات کے بارے میں آپ ہی لکھیں تا کہ اس میں اختلاف ختم ہو۔ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہوسکتی ہے کہ انکار کرے۔ بلکہ انگوٹھے نہ چومے، مگر فاضل بریلوی اجتہادی رنگ میں قیاس پر قیاس کرتے چلے گئے اور انہوں نے تکبیر میں بھی انگوٹھے چومنے جائز قرار دیئے۔ حالانکہ پہلے حدیث کے ثبوت کی کوشش تو کی ہوتی۔

آنکھوں کے بارے میں ایک حدیث:

دیکھیے! ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو بینائی درست ہونے کے لیے دعا تعلیم فرمائی اور طریقہ یہ بتلایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا مانگیں اور یہ کلمات تعلیم فرمائے:

"اللھم ان اتوسل الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی اللھم فشفعه فِیَّ"

"اے اللہ! میں تیرے دربار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں (دعا کرتا ہوں) اے محمد میں اپنے پروردگار کی طرف آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنی حاجت روائی

کے لیے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ! تو ان کو میرے حق میں مقبول الشفاعت فرما۔“

ان نابینا صحابی نے اس پر عمل کیا ان کی بینائی لوٹ آئی۔

یہ حدیث متعدد معتبر کتب حدیث میں آئی ہے اور ابن ماجہ میں بھی ہے ابن ماجہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کہنا یہ ہے کہ اس حدیث پر علماء دیوبند کا عمل ہے کیوں کہ حدیث ثابت ہے اور روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بعد میں ان صحابی نے کسی اور ضرورت مند کو یہ دعا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تعلیم فرمائی۔ لہٰذا علماء دیوبند کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور تقبیل ابہامین کی روایت کا حال جو کتابوں میں موجود ہے وہ ہم نے لکھا اب آپ اس کی صحیح سند لائیں۔ تاکہ مذکورہ بالا حدیث توسل کی طرح سب اس کے قائل ہو جائیں اور عمل کریں۔

محدثین وفقہا کا ضعیف حدیث سے استدلال کا قاعدہ:

آپ حضرات فاضل بریلوی سے لے کر اب تک یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل ہو سکتا ہے اور اسی قاعدہ پر آپ کے دس گیارہ اختلافی مسائل کی بنیاد ہے گویا بریلویت کی عمارت اسی پر اٹھائی گئی ہے لہٰذا اس کا صحیح قاعدہ بھی یہاں ذکر کرنا ضروری ہے اور مفید معلوم ہوتا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ بریلوی علماء اس کے استعمال کو عام کر کے بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ان کی عبارت اور ساتھ ہی تقریبی ترجمہ لکھا جاتا ہے)

”(و یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساحل فی الاسانید) الضعیفه ﴿وروایة ما سوی الموضوعات من الضعیف و العمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات الله تعالیٰ﴾ وما یجوز ویستحیل علیه وتفسیر

کلامه (و الاحکام کالحلال والحرام وغیرهما وذالک کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام) و ممن نقل عنه ذالک ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارک قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا.“

محدثین وغیرہم کے نزدیک ضعیف السند روایتوں میں سہولت دینا جائز ہے اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کے علاوہ ضعیف روایتوں کو بیان کرنا اوران کے ضعیف ہونے کی تصریح نہ کرنا (بھی جائز ہے) (بشرطیکہ) یہ ایسی روایتیں ہوں کہ جن میں حق تعالیٰ کی صفات کا ذکر نہ ہواور یہ (نہ ہو) کہ یہ بات تو حق تعالیٰ کے بارے میں خیال کرنا درست ہےاور یہ بات محال ہےاور تفسیر کلام پاک اوراحکام جیسے حلال وحرام وغیرہما کا اس سے تعلق نہ ہواوراس کی صورت یہ ہے کہ روایت میں مثلاً قصے اور فضائل اعمال اور وعظ وغیرہ ایسی چیزوں کا ذکر ہو کہ جن کا تعلق عقائداوراحکام سے نہ ہو جن حضرات سے یہ قاعدہ منقول ہے ان میں امام احمد بن حنبل، ابن مہدی، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہم ہیں ان حضرات نے فرمایا ہے کہ جب ہم کوئی روایت حلال وحرام کے بارے میں پڑھاتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں ہم سختی کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال جیسی چیزیں بیان کرتے ہیں تو اس میں نرمی کرتے ہیں۔

پھر تنبیہ فرماتے ہیں:

تنبیہ:

”وذکر شیخ الاسلام له ثلاثة شروط احدها ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه نقل العلائی الاتفاق علیه الثانی ان یندرج تحت اصل معمول به الثالث ان

لا یعتقد عند العمل به ثبوته بل یعتقد الاحتیاط وقال هٰذان ذکرهما ابن عبدالسلام و ابن دقیق العید“ (۱)

”اور شیخ الاسلام نے ضعیف حدیث بیان کرنے کی تین شرطیں ذکر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو۔ لہٰذا جھوٹے راویوں میں سے اور ایسا راوی جس پر جھوٹے ہونے کا الزام ہو اور ایسا محدث جو فحش غلطیاں کرتا ہو، جب اکیلا روایت کرے گا تو اس قسم کے سب راویوں کی روایت (اس شرط کے تحت) خارج ہو جائے گی۔ حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ضعیف کو قبول کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی معمول بہ حدیث اور قاعدہ کے تحت آتی ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ بلکہ احتیاطاً (مثلاً گناہ سے بچنے کے لیے) اس پر عمل کرے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ دو شرطیں ابن عبدالسلام اور ابن دقیق العید نے بیان کی ہیں۔ (۲)

مثلاً حنفی مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اتنی زور سے ہنسے کہ آس پاس کے لوگ ہنسی کی آواز سن لیں تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی۔ (اب اس وضو سے نماز نہیں ہوگی) کیوں کہ یہ مسئلہ حدیث مرسل صحیح میں آیا ہے۔ اور باقی ضعیف روایات تو آٹھ دس ہیں۔ لیکن شافعی حضرات کہتے ہیں کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیوں کہ یہ مسئلہ کسی ایسی حدیث میں نہیں آیا ہے جو مرفوع بھی ہو اور صحیح بھی ہو۔

ایسی صورت میں جو شافعی حضرات مذکورہ قاعدہ پر تقویٰ کی وجہ سے عمل کرنا چاہیں گے وہ کہیں گے کہ دوبارہ وضو کر لینی بہتر ہے۔

---

(۱) (تدریب الراوی ص ۱۹۶)

(۲) (تدریب الراوی، حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

یہی قاعدہ حدیث کے علاوہ اقوال ائمہ میں بھی جاری ہے۔ مثلاً مَس مرأۃ سے مس ذکر سے ماستہ النار سے نکسیر سے اور کہیں سے بھی خون نکل کر بہہ جانے اور بڑی قے سے وضو کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے اپنے امام کے علاوہ دوسرے امام کے قول پر جو ان کے نزدیک اپنے امام کے قول سے لامحالہ ضعیف ہوگا احتیاطاً عمل کریں۔ (یہ مسئلہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب حضرات کے نزیک مسلم ہے)

شافعی حضرات کے نزدیک خون کے نکلنے سے وضو نہیں جاتا اور یہی قول ان کے نزدیک قوی ہے۔ مگر شافعی مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے ائمہ کے قول پر احتیاطاً عمل کر کے وضو کرے ایسا کرنا اس کے لیے مستحب ہے۔

مس مراۃ یعنی عورت کو ہاتھ لگ جانے سے چاہے وہ کوئی بھی ہو شافعی حضرات کے نزدیک مرد کا وضو جاتا رہتا ہے۔ حنفی حکیم اگر عورت کی نبض دیکھے تو اس کے لیے دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے۔ حنفی حکیم کے نزدیک حنفی قول قوی ہے اور شافعی مسلک ضعیف ہے۔ مگر احتیاطاً وضو کرے تو یہ اچھی پسندیدہ بات (مستحب) ہے۔

فاضل بریلوی کی مبالغہ آرائی اور فریب دہی:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت موجود ہے۔"(۱)

گزارش یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی عادت تھی کہ وہ پرجوش کلمات لکھتے تھے اسی طرح انہوں نے یہاں بھی لکھ دیا ہے۔ کئی سو سال سے قدروی کنز الدقائق شرح وقایہ اور ہدایہ کی

---

(۱) (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۳۵ سطر ۵، ۶، ۷)

ہر چہار جلد فقہ حنفی میں تمام مدارس میں دیوبندی ہوں یا بریلوی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں تو یہ مسئلہ کہ اذان میں انگوٹھے چومے، کہیں نہیں ہے۔ معلوم نہیں وہ ہزار سے زیادہ کتب فقہ کون سی ہیں۔ ان میں سے آپ ہزار نہیں صرف ایک سو فقہ کی ایسی معتبر کتابوں کا حوالہ لکھ دیں۔ جو متقدمین کی لکھی ہوئی ہوں انگریزی اختلافی دور سے پہلے کی ہوں۔ ورنہ ایسی مبالغہ آرائیوں کے فریب میں آنا چھوڑ دیں اور خود بھی فریب دہی سے تائب ہوں۔

لیکن بریلوی عالموں نے کسی قاعدہ کو نہیں مانا، اپنی خواہش کو سب سے بڑا قاعدہ سمجھا۔

انہوں نے یہ ظلم کیا کہ:

(۱)...... ایسی روایات کو جن کے ضعیف ہونے میں بھی کلام ہے ان کے بارے میں محدثین کے ایک بڑے طبقہ کی یہ رائے رہی ہے کہ یہ ضعیف نہیں بلکہ موضوع (بے اصل کسی کی گھڑی ہوئی) روایت ہے۔ بڑھا کر حدیث ضعیف کا درجہ دے دیا۔

(۲)...... پھر اس پر عملاً اتنا تشدد کیا گیا کہ لوگ اسے ہی دین سمجھنے لگے اور عقیدہ کا جز بنا لیا۔

(۳)...... اس پر عمل نہ کرنے والوں کی اس قدر مذمت کی کہ انہیں اسلام ہی سے نکال دیا اور (معاذ اللہ) گستاخ رسول کہنا شروع کر دیا۔ اور امت میں تفریق کا بیج بو دیا۔

اب آپ ہی خدا کے حضور پیش ہونے کا خیال کر کے غور کریں کہ آپ دوسروں کو جس وجہ سے حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں۔ برے برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اس کی جڑ بنیاد ہے ہی کیا؟ صرف ایسی ہی کمزور ترین یا موضوع حدیثیں یا پھر احمد رضا خان صاحب کا قیاس و اجتہاد۔

ایسی کمزور دلیل و قیاس پر اتنا بھروسہ کرنا کہ اسے دین سمجھنے لگیں۔ کیسی بڑی غلطی ہے،

انگوٹھے چومنے کی۔ اس بحث میں آپ نے فاضل بریلوی کے چیدہ نکات میں شامل کر کے ان کا پیش کردہ قاعدہ لکھا ہے کہ:

”لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص“ (۱)

ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیوں کہ اس کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس قاعدہ سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا؟ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنا مستحب ہے اور اس قاعدہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو انگوٹھے نہ چومے اس نے ترک مستحب کیا اور انگوٹھے نہ چومنے کو مکروہ کہنے کے لیے الگ خاص دلیل ہونی چاہیے۔ اس سے تو فاضل بریلوی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو تقویت دی ہے اور انگوٹھے نہ چومنے کو کراہت سے بھی نکال دیا ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی بکثرت فقہی قاعدوں کا بے محل استعمال کرتے ہیں یہ بات ان کی تحریرات اور فتاویٰ سے ظاہر ہے۔

کم از کم اب بعد میں لکھنے والے صاحب کو تو سوچنا ہی چاہیے تھا کہ کیا لکھا جا رہا ہے آپ فاضل بریلوی کی بات ثابت کرنے کے لیے مضمون لکھ رہے ہیں یا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت ثابت کرنے کے لیے۔

پانچواں مسئلہ فاضل بریلوی کی ایک اور نادر تحقیق:

نوٹ جو رائج الوقت ہے آپ نے اس پر جو لکھا ہے وہ پڑھا ہوگا۔ ذرا پانچ روپے یا دس روپے کا نوٹ لیجیے۔ دیکھیے اس پر لکھا ہے۔

---

(۱) (فقہی مقام ص ۳۵، ۳۶ بحوالہ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۶)

بینک دولت پاکستان

پانچ روپیہ

حامل ھٰذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔

حکومت پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا۔

عثمان علی

گورنر

بینک دولت پاکستان

یہ ساری عبارت سطروں میں لکھی ہوئی ہے اور نوٹوں پر چھپی ہوئی ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ نوٹ مال نہیں ہے۔ بلکہ اس سونے چاندی وغیرہ کے بجائے جو حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے۔ یہ جاری کیا گیا ہے تو اس لحاظ سے یہ خود مال نہ ہوا بلکہ مال کی رسید ہوا کہ سونا چاندی وغیرہ تو حکومت کے پاس ہے اور یہ خاص کاغذ (جو گورنمنٹی ہے) آپ کے پاس ہے۔ اسٹیٹ بینک یعنی مرکزی بیت المال کی مالیت مالی سال پورا ہوتے وقت دیکھی جاتی ہے کہ اس کے قبضہ میں کتنی دولت ہے اتنے ہی نوٹ چھاپے جاتے ہیں جو رعایا کے ہاتھوں میں آتے ہیں اور گردش میں رہتے ہیں۔ اگر کبھی حکومت اس مالیت سے زیادہ نوٹ چھاپ بیٹھے تو افراط زر کا دور شروع ہو جاتا ہے اور حکومت کو اپنے سکہ کی قیمت گھٹانی پڑتی ہے۔ جیسے کہ ہم چند سالوں سے اس مصیبت کے شکار ہیں۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ہی گہری فقیہانہ نظر تھی۔ انہوں نے نوٹ کو تمسک (مال کی رسید) قرار دیا۔ (اور عرفاً اس سے خرید و فروخت ایسے ہی کی جاتی ہے جیسے وہ خود روپیہ ہو، اس لحاظ سے انہوں نے اسے بمنزلہ سونے چاندی کے قرار دیا)

اگر کسی نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو ایسے کاغذ سے جو پانچ روپے کے نوٹ کے برابر بڑا ہو آٹھ آنے کی چیز بھی نہیں خرید سکتے۔ اس نوٹ کو کوئی محلّہ کی گلیوں کا دکان دار بھی نہیں لے گا۔ چاہے آپ اس سے کتنا بھی کہتے رہیں کہ بھائی نوٹ بھی کاغذ ہوتا ہے اور یہ بھی کاغذ ہے تم یہ لے لو اور مجھے سودا دے دو۔ اس سے مزید معلوم ہوا کہ پانچ روپے اس کاغذ کی قیمت نہیں ہوتی۔ حکومت کی اس تحریری ضمانت ہی کی وجہ سے نوٹ کے ذریعہ بے تکلف خرید و فروخت کی جاتی ہے اگر نوٹ ذرا بھی مشکوک ہو تو دکان دار کبھی نہیں لے گا۔

۳...... آپ آئے دن اسمگلنگ کی روک تھام کے احکام اور قصے سنتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ اسمگلر یہ نوٹ دوسرے ملکوں میں پہنچا دیتے ہیں پھر وہ ملک ہمارے ملک سے ان نوٹوں پر لکھے ہوئے وعدے اور ضمانت کی وجہ سے سونا چاندی وغیرہ لیتا ہے جس سے ہمارے ملک کی مالی جڑ بنیاد کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ صرف اسمگل کرنے والا گروہ نفع کماتا ہے اور پورا ملک اس کا نقصان اٹھاتا ہے۔ مزید سمجھ لیجیے کہ اگر نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو حج کے زمانہ میں کسی حاجی کو پاکستانی سو کے نوٹ کے بدلے میں ایک ریال بھی نہ ملے اور وہ نوٹ کسی حکومت میں نہ چلے اور حج کے موقعہ پر حجاج جو پاکستانی سکہ کی قیمت سعودی سکہ سے کم دیتے لیتے ہیں اس کا مدار اس بات پر ہے کہ حکومت پاکستان خود اپنے سکہ کی کتنی قیمت رکھتی ہے۔ پہلے زیادہ تھی، تو پاکستانی سو روپے کے نوٹ کے ایک سو آٹھ ریال یا اس سے بھی زیادہ ریال ملتے تھے یعنی موجودہ صورت کے برعکس۔

ضمانت کی یہ عبارت ہر ملک کو لکھنی پڑتی ہے ورنہ اس ملک کا نوٹ کوئی ملک نہیں لے سکتا۔ سکہ کی جس قیمت کا اعلان سکہ جاری کرنے والی گورنمنٹ کر دیتی ہے دوسرے ملکوں میں اسی حساب سے نوٹ کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

آپ نے دیکھا یہ ہے ضمانت لکھنے کا اثر تو آپ ہی سوچئے کہ نوٹ خود مال ہوا

یا رسید؟

۴...... یہ عبارت آج بھی لکھی جاتی ہے اور انگریز کے زمانہ میں بھی لکھی جاتی تھی۔ اور دنیا کے تمام ملکوں کا اسی پر عمل ہے۔ اعلیٰ حضرت اگر کسی پڑھے لکھے آدمی سے پہلے پڑھوا لیتے کہ نوٹ پر کیا لکھا ہوا ہے تو انہیں ایسا اشکال نہ رہتا۔

۵...... آپ نے اخبارات میں یحییٰ خان کے زمانہ میں نوٹ کینسل ہونے کے قصے پڑھے ہوں گے، لوگوں نے نوٹ بوریوں میں بھر کر بہا دیئے وہ بہہ نہ سکے تو صبح کو لوگوں کے لیے تماشہ کا سامان بن گئے۔

یعنی جب کوئی گورنمنٹ اپنے کسی نوٹ کی ضمانت ختم کرنے کا اعلان کر دے تو نوٹ سوائے ردی میں جلانے کے کسی کام کا نہیں رہتا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ یہ واضح مسئلہ بریلویوں کے ''فقیہ اجل'' اور ''ابو حنیفہ دوراں'' جسے وہ امام لکھتے ہیں اور ''**مجدد مائۃ حاضرہ**'' احمد رضا خاں کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھانا چاہا تو انہیں بھی اعلیٰ حضرت بریلویہ نے ایسی جلی کٹی سنائیں کہ اپنی عزت کے لیے وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کا فتویٰ مبارکہ حضرت کی وفات کے بعد کہیں اعلیٰ حضرت بریلویہ کی نظر پڑ گیا۔ بس کیا تھا اسی دن سے ان کے درپے ہو گئے۔ کیوں کہ اسی فتویٰ میں بھی نوٹ کو تمسک فرمایا گیا ہے۔ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ورفع درجاتہ کو ''آنجہانی'' لکھا۔ انہوں نے اس فتویٰ کا بھی مذاق اڑایا کہ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

خان صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنا مال اپنی مرضی کی قیمت پر بیچنے کا حق

ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو دس روپے کا نوٹ دیتا ہے اور اس سے اس کے گیارہ روپے یا گیارہ سو روپے لیتا ہے تو اگر لینے دینے والے دونوں راضی ہیں تو یہ معاذ اللہ جائز ہے اور سود نہیں ہے۔

خان صاحب کہتے ہیں کہ آدمی نوٹ کو اسی طرح رکھتا ہے جیسے روپے کو اور مال کو۔ اسی طرح اسے جمع بھی کرتا ہے۔ جیسے روپے کو اور اپنے مال کو اس لیے یہ نوٹ ہی مال ہے۔ یہ کاغذ ہے اور کاغذ کی قیمت اس کا مالک جو چاہے مقرر کرے اس لیے دس کے نوٹ کی ہزار روپے بھی قیمت لے سکتا ہے۔

(اس کا مطلب یہ ہے یعنی نوٹ کی مالیت مقرر کرنے کا حق حکومت کو نہیں ہے نوٹ جس کے قبضہ میں ہے اسی کو اس کی مالیت کم یا زیادہ مقرر کرنے کا حق ہے۔)

یہ ان کی دلیل ہے، اسی سے ان کی فقہی گہرائی کا اندازہ کریں، کیسی بچگانہ باتیں ہیں

مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔ ان کے پاس بریلوی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ پہنچا۔ انہوں نے اس کا جواب لکھ دیا۔ نوٹ اس کو اس پر تحریر کردہ رقم سے زیادہ کے نوٹوں کے بدلے لین دین کو انہوں نے سود قرار دیا۔ یہ بات اعلیٰ حضرت بریلوی کو سخت ناگوار گزری۔ پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ بہت ملمع کی ہوئی گالیاں لکھیں اور ساتھ ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ شخص کج بحث ہے اور ہر حال میں سود کو جائز ہی قرار دینے کے درپے ہے۔ اس لیے انہوں نے **اعرض عن الجاھلین** اور **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** پر عمل کرتے ہوئے مزید بحث نہیں بڑھائی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسے اپنی فتح قرار دیا۔ اور ایک سو اڑسٹھ صفحات پر مشتمل طویل رسالہ لکھا۔ جس کا نام "**کفل الفقیہ**" رکھا۔ اس کے آخر میں بڑے دھڑلے سے لکھا کہ میرے دلائل کا جواب کوئی نہیں لکھ سکا۔ لہٰذا مسئلہ یہی ہے کہ

نوٹوں میں جتنا چاہو سود لو اس کا نام نفع ہو گا۔ سود نہیں۔

بریلوی علماء کی طرف سے آج یہ فتویٰ بطور نمونہ اعلیٰ حضرت کے امام مجتہد ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (۱)

جسے لکھتے ہوئے ایک عالم دین کو شرم آنی چاہیے تھی کیوں کہ اس فتویٰ پر کسی بریلوی نے بھی شاید عمل نہیں کیا۔ ان کا عمل اسی فتویٰ پر رہا ہے جو حضرت اقدس گنگوہی اور مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی کا تھا اور اگر کسی بریلوی نے احمد رضا خاں کے فتوے پر عمل کر کے سود لیا ہے تو آپ حضرات اس کا نام پیش کریں تا کہ لوگ اس فقیہہ کے اس سود خور پیرو کار کو جان لیں۔

ابھی ابھی آپ کے سامنے وہ عبارت آئی ہے جو نوٹ پر تحریر ہوتی ہے اور یہ کہ خاص سرکاری چیز ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کاغذ بنا کر اس پر اس طرح سے چھاپنے لگے تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس پر غداری تک کا مقدمہ چل سکے گا مگر احمد رضا خان صاحب کا اصرار ہے کہ نوٹ کی یہ قیمت لوگوں نے خود ہی مقرر کر لی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ہم فتح القدیر سے بیان کر آئے ہیں کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار کو بک سکتا ہے اور اس کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ بائع اور مشتری دونوں اس پر راضی ہوں۔ تو اس کا کیا کہنا جس پر گروہ کے گروہ راضی ہوں اور ان قطعوں کی یہ قیمتیں اپنی اصطلاح میں ٹھہرا لیں۔“ (۲)

ناظرین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کی حقیقت سے بے خبری ملاحظہ فرما لیں۔ کیا نوٹوں کی قیمت لاہور والے یا کراچی والے مقرر کرتے ہیں یا محلّہ محلّہ گاؤں گاؤں مقرر کی جاتی ہے یا حکومت مقرر کرتی ہے؟

---

(۱) (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۲۸۔۳۱ شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

(۲) (کفل الفقیہ فتویٰ احکام قرطاس الدراہم ص ۱۷ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے ایک طرف تو اسے محض کاغذ کا ایسا ٹکڑا بتلایا ہے کہ جس کی کوئی قیمت لوگ معین کر لیں۔ دوسری طرف اسی کتاب میں سرکاری چھاپ کی وجہ سے سرکار کی مقرر کردہ قیمت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اسے معتبر مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

’’ضرب سلطانی سرکاری چھاپ شرع کے نزدیک بھی قیمتی ہے دیکھو جو شخص دس درہم سکہ کے چرائے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو ایسی چاندی بے سکہ کے چرائے جس کا وزن دس درہم بھر ہو اور اس کی قیمت سکہ کے دس درہم تک نہ پہنچے اس کا ہاتھ نہ کٹے گا۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ عام کتب مذہب میں تصریح ہے۔‘‘ **الی آخر ما قال** (۱)

جب وہ ضرب سلطانی (سرکاری چھاپ) کو معتبر مان رہے ہیں تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ لوگ خود نوٹ مقرر کر لیتے ہیں کیا ان کے زمانہ میں یا جب سے رائج ہوا ہے کبھی بھی نوٹ بغیر سرکاری چھاپ کے ہوتا تھا؟ اور جب سرکاری چھاپ کو معتبر مان رہے ہیں تو اس پر جس عبارت کی چھاپ ہے اسے کیوں نہیں پڑھتے، وہ عبارت دیکھیں جو نوٹ پر صاف لکھی ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ نقدین کی اسٹیٹ بینک میں محفوظ سرمایہ کی رسید ہے اس کا نام ’’نوٹ‘‘ ہے۔ اسے کوئی کاغذ نہیں کہتا۔ اگر کسی کے نوٹ گم ہو جائیں تو وہ تھانہ میں جا کر اپنے کاغذ گم ہونے کی رپورٹ درج کرائے گا تو لوگ اسے احمق کہیں گے۔

جب نوٹ ایجاد ہوا تو حضرت گنگوہی قدس سرہ سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ نوٹوں پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ انہوں نے تحریر فرمایا:

’’نوٹ وثیقہ اسی روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آ جائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا

---

(۱) (کفل الفقیہ ص ۱۷)

میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں۔ پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام۔''

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے بہت مختصر فتوے میں نوٹ کی حقیقت بتلائی کہ وہ وثیقہ ہے اور یہ درست ہے۔ پانچ روپے یا دس روپے کے نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ لیں پھر اس کی عرفی حیثیت بتلائی کہ وہ سونے چاندی کے سکے طرح قیمتی شمار ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نوٹ نقدین میں داخل ہے اور فلوس جو تانبے کا سکہ ہے وہ تانبہ ہے۔ شریعت نے سونے چاندی کا اور رکھا ہے اور دوسری دھاتوں کا اور حکم ہے وہ تھوڑے بہت کسی کے پاس ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر وہ بہ نیت تجارت ہوں تو ان کی مالیت کا حساب کیا جائے گا اور زکوٰۃ لگ جائے گی۔ پھر فرمایا نوٹ تمسک ہے یعنی نقدین کا اور یہ ایسا تمسک ہے جو سلطانی ہے اس لیے اس پر زکاۃ ہوگی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ آپ مثلاً یکم رمضان کو زکوٰۃ نکالتے ہیں مگر اس دفعہ ایک دوست جو آپ سے روپیہ لیتا دیتا رہتا ہے قابل اعتبار ہو، یکم شعبان کو دس ہزار ادھار لے لیے اور رسید لکھ دی کہ عید کے چاند ادا کریں گے۔ جب یکم رمضان ہوئی تو اب آپ کا اپنا سرمایہ بیس ہزار نکلا تو زکوٰۃ دینی چاہیے، کیوں کہ جس دوست نے قرض لیا ہے وہ قابل اعتبار ہے سچا ہے۔ لیتا دیتا رہتا ہے۔ اب آپ پر ان دس ہزار کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جو آپ کے دوست کے پاس ہیں اور آپ کے پاس فقط ان کی رسید ہے۔ لیکن شریعت کی نظر میں وہ رقم محفوظ ہونے کی وجہ سے ایک طرح آپ کے پاس ہی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس عبارت کے بعد فقط واللہ تعالیٰ اعلم تحریر ہے اور یہ ہم نے آسان انداز میں اس مختصر فتوے کی تشریح بھی کردی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی کے سامنے نوٹ کے متعلق اور بھی سوالات آئے ہوں گے۔ کیوں کہ اس وقت وہ نیا نیا چلا تھا، اس لیے فتوے کا جواب مکمل کرنے کے بعد آخر میں مزید تحریر فرمایا۔

”اکثر لوگوں کو آپ کے مثل شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں، سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام۔“

یعنی اگر نوٹ کو فقط کاغذ کی حیثیت دی جائے تو وہ تو دس روپے سیر مل جاتا ہے سیر بھر نوٹوں کو سیر بھر کاغذ کے برابر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور ان کی مالیت کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ سخت غلطی ہے۔

بحمد اللہ فتویٰ یہی چلتا رہا ہے اور اسی پر ہر باعمل مسلمان کاربند رہا ہے۔ اگرچہ احمد رضا خان صاحب کے ماننے والوں نے بہت چاہا کہ ان کی یہ کتاب خوب بکے اور اس پر عمل ہو۔

اس فتوے کی نقل میں علمی خیانتیں:

بریلوی حضرات کے حوالوں میں علمی خیانت کی یہ قسم بہت ملتی ہے کہ جس سے ان کی مخالفت ہو اس کی پوری بات کبھی نقل نہیں کرتے۔ ان کے حوالوں کا اعتبار کرنا خود کو دھوکہ دینا ہے۔ آج کل ان کے پی، ایچ ڈی تک اپنے رسائل میں اسی طرح کی دھوکہ دہی کر رہے ہیں۔

اس مضمون میں یہ کاروائی کی گئی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کا فتویٰ ناتمام نقل کیا ہے۔ فتویٰ میں آگے چل کر جو عبارت تھی وہ مطالبہ کرنے والے پر اثر انداز ہو

سکتی تھی اس لیے سعیدی صاحب نے اسے حذف ہی کرنا بہتر سمجھا۔

ہم ان کا فتویٰ مکمل نقل کرتے ہیں:

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نوٹ صد روپیہ (۱۰۰) مثلاً کسی بیع وشراء کمی وزیادتی پر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب: **ھو المصوب**، نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً ثمن میں ہے، بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے اور سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سو روپیہ کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے اور نوٹ سو روپے کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے یا سو روپیہ دیوے دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کو لینے میں مدیون سے غدر نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا ہے۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپیہ کے عوض میں کوئی چیز خرید لے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور بوقت ادا پیسے ایک روپیہ دے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ وہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے، پیسے اگرچہ عرفاً ثمن ہیں۔ مگر عین ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے گو عینیت خلقیہ نہیں بلکہ عینیت عرفیہ ہو پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیوں کہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثمنیت کی آ گئی ہو۔ پس ہرگاہ نوٹ عرفاً جمیع

احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا۔ باب تفاضل میں اسی کی بناء پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔ (غلام رسول سعیدی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کے فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے آخری فقرہ کو درمیان میں کاٹ دیا ہے جو تسلسل کے ساتھ ہم لکھ رہے ہیں) **فانما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوی** اور اگر اس میں رِبا حقیقتاً نہ ہو تو شبہ ربٰو سے تو مفر نہیں اور تمام کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ شبہ رِبٰو باعث حرمت ہے۔

علاوہ ازیں جو بیع وشراء نوٹ میں تفاضل اختیار کرے گا مقصود اس کو بجز اس کے بعوض کم روپیہ کے زیادہ روپیہ حاصل ہو جاویں اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کرے گا اور یہ ظاہر ہے کہ اسے ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کا نہیں ہو سکتا۔ تہذیب الایمان میں ہے:

"انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیه غیر ما شرعها الله لم فیصیر مخادعا لدینه کائد الشرعه فان مقصوده حصول الشیء الذی حرم الله تبلک الحیلة او اسقاطه ما اوجبه. انتھٰی"

پس اگر نوٹ میں تفاضل قضاءً جائز بھی ہو لیکن **دیانةً فیما بینه و بین الله** کسی طرح سے درست نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے کتب فقہ میں بیع عینیہ اور **شراء باقل مما باع وغیر ذالک** کی ممانعت مذکور ہے۔ اور احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ نوٹ ہر گاہ ثمن خلقی نہیں ہے پس حکم اس کا بعینہٖ کیوں کر ہو سکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے۔ لاجرم باب تفاضل میں اسی کا اعتبار رہوگا۔ **لا سیما دیانة فانها**

متعلقة بالمقاصد وان كانت خفية

باقی رہا قول فتح القدیر کا ''**لو باع كاغذة بالف يجوز**'' انتھٰی

پس مراد اس کی یہ کاغذ نہیں کہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا کیوں کہ اس کا وجود ان زمانوں میں نہ تھا بلکہ سادہ کاغذ **هٰذا ما سنح لی۔ والله اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب**

حررہٗ الراجی عفور بہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ

تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کی دلیلوں کا جواب فاضل بریلوی نے لکھا ضرور لیکن اگر بنیاد ہی میں فساد آ جائے تو چاہے بحث کو کتنا بھی طول دے دیں۔ فساد ہی پر اس کی بنیاد رہے گی اور سب دلیلیں بے محل ہوں گی۔ اس لیے ان کی طنز و تعریض سے بھری ہوئی یہ طویل وعریض تحریر بالکل بے کار ہے۔ اور ان کے سب حیلے حرام کو یعنی سود کو جائز کرنے کے لیے ہیں۔ فاضل بریلوی نے اس مقصد جلیل کے لیے ساری کتب فقہ میں حیلوں کی تدابیر دیکھ ڈالیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''خامساً ۸۰ تا ۸۵ وہ چھ حیلے یاد کیجیے جو ائمہ کرام نے ارشاد فرمائے اور رسالہ کے ص ۷۸ سے ص ۸۲ تک گزرے۔ یہاں ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کیسے ہو گیا۔

سادساً یہی چھ کیا ہزار حیل ہیں جن کی تصریحات جلیہ کلمات ائمہ میں مذکور۔ اگر ان کو جمع کیجیے تو آپ کی اس جلد بھر سے زیادہ ہوں گے۔ سرِ دست عالم گیری کی کتاب الحیل ہی ملاحظہ ہو کہ ساری کی ساری کتاب اسی میں ہے۔''(۱)

فاضل بریلوی نے اپنی بات کی پچ میں ائمہ کرام اور کتب فقہ کی اہانت میں بھی باک نہیں کیا۔ العیاذ باللہ۔

---

(۱) (کفل الفقیہ ص ۱۵۳)

ہم کہتے ہیں حیلہ اس لیےنہیں ہوتا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر کوئی بے چارہ مصیبت میں پھنس گیا ہو۔ اسے مصیبت سے نکال دیا جائے۔ ورنہ سب سے زیادہ باعمل عالم وہ ہوتا ہے جوسب سے زیادہ حیلے باز ہوتا ہے۔ بریلوی علماء ہوسکتا ہے اپنے امام احمد رضا کے کہے پر چلتے ہوں اور حیلوں پر عمل کو فضیلت کی بات جانتے ہوں۔

غرض اس پوری بحث میں آخر کتاب تک خان صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ پانچ روپے کا نوٹ ہزار میں کیوں نہیں بک سکتا۔ وہ مولانا عبدالحئی صاحب کے فتوے پر لکھتے ہیں:

اقول قولاً عَیْـنِیَّـتْ تو بار ہا گھر تک پہنچادی گئی۔ اس کی آڑ تو چھوڑیئے اور اب فرمایئے کہ نوٹ اور پرچہ کاغذ میں وجہ فرق کیا ہے۔ سادہ پرچہ تو ہزار روپے کو بک سکے مگر جس پر پانچ روپے کا لفظ و ہندسہ لکھ دیا وہ پانچ سے زیادہ کو بیچنا حرام ہو جائے۔ بڑی منحوس گھڑی سے چھاپا تھا کہ چھپتے ہی نوسو پچانوے اڑ گئے۔

(یہ ہے اس فقیہ کا سنجیدہ انداز فتویٰ نویسی انا اللہ وانا الیہ راجعون ابھی اور ملاحظہ فرمایئے، فرماتے ہیں:

ثانیاً عینیت کے جو قاہر رد ہوئے انہیں جانے دیجیے تو آپ خود اپنے تنزل اخیر میں اس سے یکسر گزر چکے ہیں۔ مہربانی فرما کر اپنی اس تقدیر پر فرق کی تقریر سنا دیجیے۔ جی ہاں سادہ کاغذ کو بیچنا جائز بتا رہا ہے اور کیسا کاغذ ناجائز ہے۔ ذرا بتایئے تو۔

ثالثاً صاف انصاف تو یہ ہے کہ علماء نے مطلق کاغذ فرمایا ہے جو سادہ لکھے قلمی اور چھپے نوٹ اور اور غیر نوٹ سب کو شامل ہے۔ یہ سادگی تو آپ کی زیادت ہے اور مطلق کا کوئی مقید نیا پیدا ہو تو صرف اس بنا پر اسے حکم مطلق سے اخراج سراسر خلاف فقاہت ہے۔ ہزار ہا حوادث نئے پیدا ہوتے جاتے ہیں اور تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ ان کے احکام

اطلاقات ائمہ کرام سے لیے جاتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں کب تھیں لہٰذا یہ ان کی مراد وزیر حکم نہیں۔

رابعًا سنئے تو جناب نے اس جرم پر کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں، بیچارے نوٹ کو قصد بیع کے قابل نہ سمجھا بلکہ خود سو روپے بیچنا مقصود بتایا تھا۔ اب یہ سادہ پرچہ کہ دھیلے چھدام کا بھی نہیں۔ یہ کیسے ہزار روپے کو بکنے لگا۔ یہاں کون سے روپے لائیے گا جن کا بیچنا مقصود بتائیے گا۔ محقق عالم کو لکھتے وقت خود اپنے آگے پیچھے کا خیال تو رہے۔ نہ یہ کہ ایک ہی صفحہ میں **نسی ماقدمت یداہ**

خامسًا جناب نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ امام ابن الہمام نے یہ **یجوز ولا یکرہ** بلا کراہت جائز ہے۔ کسی بحث میں فرمایا ہے۔ **بیع عینہ** کی بحث میں اب وہ بیع عینہ کی ممانعت کدھر گئی۔ یہ تو پانچ ہی سطر میں **نسی ما قدمت یداہ** ہوگیا۔ کیا اسی دن کے لیے جناب نے لا یکرہ چھوڑا نتھی لکھ دی تھی۔

اس کے بعد اسی خامسًا میں پھر فاضل بریلوی اپنے دل کی آرزو لکھتے ہیں:

''اب تو کہہ دیجیے سو کا نوٹ دو سو کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں کراہت بھی نہیں۔ آپ کی اسی انتہا پر انتہا کر دوں کہ رد و اعتراض کا عدد بفضلہٖ تعالیٰ ایک سو بیس تک تو پہنچ گیا۔ وللہ الحمد۔''(۱)

اگر خان صاحب زندہ ہوتے تو خان صاحب سے عرض کرتے کہ جناب آپ نے صرف ایک سو بیس ہی پر انتہا کر دی اور آپ کے لوگوں نے اسے چار سو بیس کے لیے استعمال کرنا چاہا۔ اسی لیے آپ کی کتاب کے اشتہارات بھی دیئے گئے (آگے ایک معتبر اشتہار کی نقل آنے والی ہے) لیکن نوٹ پر لکھی ہوئی قیمت سے زیادہ لینی حرام اور سود ہی

---

(۱) (کفل الفقیہ ص ۱۶۴،۱۶۵)

رہی اور رہے گی آج کے دور میں تو ان حضرات کی بات جن کی دلیلوں کا آپ نے رد لکھا ہے ہر خاص و عام پر واضح ہوگئی ہے کہ وہ ہی صحیح تھی اور آپ کا خیال غلط ہی رہا کہ دو آدمی آپس میں طے کر کے کسی نوٹ کی جو چاہیں قیمت مقرر کر لیں۔

كفل الفقيه کے آخر میں ان الفاظ سے خود اپنے آپ کو اور اپنے ماننے والوں کو اپنی رائے کے ناقابل شکست ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”رائیں ملنے سے علم پختگی پاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ ذی رائے حضرات موافقت فرمائیں دوسری یہ کہ خلاف کرنے والوں کو انتہائی کوششیں سن لی جائیں اور باطل و بے اثر ثابت ہوں۔ یہ پہلی صورت سے بھی اقویٰ ہے کہ جب مخالفانہ کوششیں اثبات خلاف میں عرق ریزی کر کے ناکام رہیں واضح ہو جاتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ حق ہے اور خلاف کی طرف راہ مسدود، بفضلہٖ تعالیٰ اس مسئلہ نے دونوں قسم سے خطِ دانی پایا۔“(۱)

شروع میں گزرا ہے کہ حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ فاضل بریلوی نے ان کی وفات کے بعد دیکھا۔ اور وہ کل آٹھ سطروں کا ہے۔ (۲)

اور مولانا عبدالحئی صاحب کا فتویٰ ان کے فتاویٰ میں صرف اکتیس سطر کا ہے۔ ان بزرگوں کی عرق ریزی کا تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فاضل بریلوی کا فتویٰ ایک سوا رسٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے جا بجا قواعد فقہیہ کا بے محل استعمال کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور بڑی عرق ریزی فرمانے کے باوجود ان کی تحریر **الالد الخصم** کی تحریر سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

---

(۱) (**كفل الفقيه** ص ۱۶۷)

(۲) (دیکھیں فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۴ ج ۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اس ہمت کی داد دیجیے کہ نوٹوں کے تبادلہ میں سود کے جواز کے لیے کتنی بے باکی سے انہوں نے کتاب الحیل استعمال کی ہے اور کس دلیری سے نوٹوں پر لکھی ہوئی قیمت کو لوگوں کی فرض کی ہوئی قیمت بتا کر انہیں ترغیب اور اجازت دے رہے ہیں کہ پانچ روپے کے نوٹ کے ہزار روپے لیے جائیں۔ العیاذ باللہ

فاضل بریلوی نے اس رسالہ کے آخر میں لکھا ہے:

”فان یک صوابا فمن اللہ تعالیٰ و ان یک خطاءً فمنی و من الشیطان“

”تو اگر (یہ نوٹوں کے ذریعہ سود خواری کے جواز کا فتویٰ) صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔“(۱)

جناب اعلیٰ حضرت بریلوی! ہماری اس تنقیح وتنقید نے اس شک کو دور کر کے واضح کر دیا ہے کہ جناب کا یہ فتویٰ یقیناً نفس وشیطان کا دھوکہ ہی تھا۔ جس میں آپ گرفتار ہوئے۔

”عن کعب بن مالک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ العلماء او لیماری بہ السفھاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ النار.“ (۲)

”حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ علم کے زور سے علماء سے جھگڑے گا یا کم سمجھ (جاہل) لوگوں سے جھگڑے گا یا اس لیے کہ لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا۔“

بریلوی احباب سے گزارش ہے کہ ہمارے اس سخت انداز بیان کی وجہ یہ ہے کہ

---

(۱) (کفل الفقیہ ص ۱۶۸)

(۲) (رواہ الترمذی، و ابن ماجة عن ابن عمر مشکوٰة ص ۳۴)

قرآن کریم میں سود کے علاوہ کسی بھی گناہ کے لیے اتنی سخت وعید نہیں آئی جتنی سود کے بارے میں آئی ہے اور فاضل بریلوی کی بے خوفی کا حال آپ کے سامنے ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (۱)

''پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا'' (ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو شخص اس کے لیے دلیل بازی کرے اسے جواب دیا گیا ہے:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰى﴾ (۲)

''اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود'' (ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو اس کے جواز کے لیے اپنی عقل استعمال کرے قیامت میں اس کی سزا معاذ اللہ یہ ہوگی کہ اس کی عقل سلب کر لی جائے گی۔ اسے دورے پڑتے ہوں گے لوگ دور سے دیکھ کر پہچان جائیں گے اس شخص کو سود کی سزا مل رہی ہے۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا'' (۳)

''وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے حاشیہ نمبر ۸ پر نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے سود کی خرابیاں

---

(۱) (پ۳ رکوع ۶)

(۲) (البقرۃ: ۲۷۵، پ۳، رکوع ۶)

(۳) (پ۳ رکوع ۶)

لکھ دی ہیں اور آخر میں لکھا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سود خور اور اس کے کار پرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں اس قدر شدید وعیدوں کے باوجود جو شخص کتاب الحیل استعمال کر کے نوٹ کی حقیقت کو جان بوجھ کو بدلنا چاہے اور سمجھانے والوں کو مذاق اڑائے کیا اس کے متعلق اس خوش فہمی کی گنجائش ہے کہ اس کے دل میں کبھی تقویٰ کا گزر بھی ہوا ہے مجتہد اور مجدد ہونا تو کجا کیا اس کے کسی فتویٰ پر دوسرے علماء سے پوچھے بغیر عمل کیا جا سکتا ہے۔

ہر مسلمان پر اپنا دین وایمان بچانا فرض ہے۔ ایسے لوگوں کو ماننے والوں کی باتوں کو پرکھا کیجیے بغیر سوچے نہ مانئے اور انہیں مسلمانوں میں تفریق ڈالنے سے باز رکھیئے اور اپنے واعظ سے یہ بھی پوچھ لیا کیجیے کہ مولانا صاحب! نوٹوں میں آپ کے نزدیک سود ہوتا ہے یا نہیں اگر وہ صحیح مسئلہ بتائے کہ سود ہوتا ہے تو پوچھیے کہ جو شخص نوٹوں میں سود کو جائز کہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جو آدمی صاف بات کرے اور اسے حرام کہے اور جائز کہنے والے کو یہ کہے کہ اس نے غلطی کی اس کی بات سنئے ورنہ اسے چلتا کیجیے، اور اپنا ایمان بچایئے۔

ہم نے گزشتہ سطور میں اس کتاب میں اشتہار کا ذکر کیا تھا اب ہم اس کی نقل پیش کرتے ہیں۔ انجمن حزب الاحناف لاہور کے سابق مفتی وشیخ الحدیث جناب ابوالبرکات سید احمد (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) نے اس کتاب ”کفل الفقیہ“ کا اشتہار بایں الفاظ شائع کیا تھا۔

”نوٹ کے متعلق جملہ مسائل کو جائز طور پر خاطر خواہ نفع حاصل کرو اور سود نہ ہو، نیز گنگوہی اور مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی کے فتووں کا رد۔“

ملاحظہ ہو حسام الحرمین حزب الاحناف صفحہ آخر۔

از مقدمہ رسائل چاند پوری، ناشر انجمن ارشاد المسلمین ۶۔ بی شاداب کالونی لاہور، حاشیہ ص ۷، ۸

جس مسلمان نے یہ کتاب پڑھی ہوگی لاحول بھی پڑھی ہوگی اور خدا نے اسے سود کی لعنت سے بچالیا ہوگا۔

”عن النعمان بن بشیر قال قال النبی صلی الله علیه وسلم الحلال والحرام بین و بینهما امور مشتبهة فمن ترک ما شبه علیه من الاثم کان لما استبان له اترک ومن اجتراء علی ما یشک فیه من الاثم او شک ان یواقع ما استبان. والمعاصی حمی الله من یرتع حول الحمی یوشک ان یواقعه.“ (۱)

”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال کھلی ہوئی چیز ہے اور حرام کھلی ہوئی چیز ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں تو مسلمان گناہ کی مشتبہ چیز چھوڑ دے گا وہ کھلم کھلا گناہ کی چیز تو ضرور ہی چھوڑ دے گا اور جو گناہ کی مشکوک چیز پر جرأت کر کے اس کا ارتکاب کرے گا قریب ہے کہ وہ اس گناہ میں بھی مبتلا ہو جائے جو واضح طرح گناہ ہو اور معصیتیں ایک اللہ کی چہار دیواری میں (سرکاری) چراہ گاہ کی طرح ہیں جو آدمی سرکاری چراگاہ کے اردگرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے تو قریب ہے (خطرہ ہوتا ہے کہ اس کا جانور) اس کے اندر چلا جائے۔“

”عن وابصة بن معبد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یا وابصة

---

(۱) (بخاری ص ۲۷۵، وص ۱۳)

جئت تسأل عن البر والاثم قلت نعم قال فجمع اصابعه فضرب بها صدره وقال استفت نفسک استفت قلبک ثلٰثا البر ما الهما انت الیه النف واطمأن الیه القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس." (۱)

"حضرت وَابِصَہ ابْن مَعْبَدْ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وابصہ تم نیکی اور گناہ پوچھنے آتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے اپنے دست مبارک کی انگلیاں اکھٹی کر کے ان کے منہ پر ماریں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ سے پوچھا کرو اپنے دل سے پوچھا کرو یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، نیکی (اور بھلائی) وہ ہے جس پر تمہارا نفس اور تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ (اور برائی) وہ ہے جس سے تمہاری روح اور تمہارا دل تردد اور دھکڑ پکڑ محسوس کرے چاہے لوگ فتوے دیتے رہیں۔"

حضرت ابن عمر ؓ کی روایت بخاری شریف میں ہے:

"لا یبلغ العبد حقیقة التقوٰی حتی یدع ما حاک فی الصدر.(۲)

وقال حسان بن ابی سنان ما رأیت شیئًا اھون من الورع دع مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا یُرِیبُکَ. (۳)

"بندہ تقویٰ کی حقیقت پر اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک وہ چیز نہ چھوڑ دے جو دل میں کھٹکتی ہو اور حضرت حسان بن ابی سنان نے فرمایا کہ میں نے تقویٰ سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جو چیز تمہیں شک کی لگے وہ چھوڑ دو اور وہ اختیار کر لو جس میں تمہیں شک نہ ہو۔"

---

(۱) (رواہ احمد والدارمی، مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

(۲) (بخاری ص ۶)

(۳) (بخاری: ۲۷۵)

اور دع **مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا یُرِیبکَ** حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔(۱)

اور یہ تو حرام صریح اور سود کا مسئلہ ہے جس کے گواہ اور لکھنے والے سب پر لعنت آئی ہے۔ **والعیاذ باللہ** ۔ حضرت مولانا عبدالحئی اور حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ اسی خوف و **خشیۃ اللہ** اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں ہدایات پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اہل سنت مسلمان کو اس گناہ سے بچائے۔ چاہے وہ بریلوی علماء ہی سے تعلق رکھتا ہو بلکہ ہر مسلمان کو بچائے وہ جہاں بھی بستا ہو۔ آمین !!

---

(۱) (مشکوٰۃ:۲۴۲)

مولانا احمد رضا کا کارنامہ نمبر ا

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم. اما بعد!

بریلی صوبہ یو۔ پی انڈیا میں ایک شہر کا نام ہے۔ پنجاب سے گزر کر کلکتہ جانے والی لائن پر یہ شہر آتا ہے۔ پنجاب کی سرحد دریائے جمنا پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے پار یو۔ پی کا پہلا شہر سہارنپور آتا ہے۔ پھر ضلع بجنور کا حصہ پھر مراد آباد پھر ضلع رام پور اور پھر بریلی۔ بریلی کا فاصلہ پنجاب کی سرحد سے دوسو میل کے قریب ہے۔ بریلی انگریزوں کے زمانہ میں بھی ضلع تھا۔ اور وہاں دماغی امراض کا ہسپتال مشہور تھا۔ اور ریاست رام پور کو اب ضلع بنا دیا گیا ہے۔ ریاست پہلے ضلع مراد آباد میں داخل تھی۔ اس طرح مراد آباد اور بریلی ایک دوسرے سے متصل اضلاع تھے۔

احمد رضا خاں صاحب بریلی میں تھے اور نعیم الدین صاحب مراد آباد میں ایک صاحب نے ترجمہ قرآن لکھا اور دوسرے نے تفسیر کے نام سے اس کا مختصر حاشیہ لکھا۔

فاضل بریلوی شوال ۱۲۷۲ھ (جون ۱۸۵۶ء) میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھا اور ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر ۱۸۷۷ء (۱۲۹۴ھ) میں مارہرہ کے سجادہ نشین سید آل رسول صاحب سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ فاضل بریلوی نے پہلا حج ۱۲۹۴ھ میں کیا اور دوسرا حج ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں کیا۔ (۱)

---

(۱) (انوار رضا ص ۱۳ ناشر شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ لاہور)

انہوں نے ترجمہ قرآن پاک جس کا نام کنز الایمان رکھا ۱۹۱۱ء (۱۳۲۰ھ) میں لکھوایا۔ (۱)

نومبر ۱۹۲۱ء ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۲)

اعلیٰ حضرت بریلویہ کا یہ ترجمہ قرآن کس طرح عالم وجود میں آیا اس کی تفصیل ان کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد رضوی کی زبان سے سنیے:

''صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لیے آپ رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آ جایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے جاتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔

پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب

---

(۱) (محاسن کنز الایمان ص ۱۸ اشائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

(۲) (انوار رضا ص ۳۱)

تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آ گئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کرالیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو کنزالایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ (۱)

آج کل اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ شروع اوراق میں بعنوان ''اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ'' ایک مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے اس میں ایک عنوان ہے ''قرآن کریم کا تفسیری ترجمہ نہ کر لفظی ترجمہ'' اس میں لکھتے ہیں:

''اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی۔ کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہو گی تو کہیں شان انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہوگا۔

چنانچہ آپ مندرجہ بالا تراجم پر غور کریں تو تمام مترجمین نے قرآنی لفظ کے اعتبار سے براہِ راست اردو ترجمہ صحیح کیا ہے۔ (۲)

ناظرین فرقہ بریلویہ جس ترجمہ کو سب سے صحیح ترین ترجمہ کہتے ہیں ہم مثال کے طور پر اس کی چند غلطیاں آپ کو دکھاتے ہیں:

پہلی آیت:

۱...... حسب ذیل تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ خاں صاحب اور صدر الافاضل دونوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وحی الٰہی اور شیطان کی بولی ایک ہو جاتی تھی۔

---

(۱) (سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ص ۲۷۴، ۲۷۵)

(۲) (ایضاً مقدمہ ص ۹)

دیکھیں قرآن پاک میں سورہ حج کی آیت ۵۲ رکوع ۷ پارہ ۱۷

”وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰی“

”اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا ﴿ اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ ﴾

تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اس کے شان نزول میں صدر الافاضل منظر کشی کرتے ہوئے مزید وضاحت فرماتے ہیں:

”جب سورہ والنجم نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی اور بہت آہستہ آہستہ آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے جس سے سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے جب آپ نے آیت وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی پڑھ کر حسب دستور وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ جبریل امین نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا۔ اس سے حضور ﷺ کو رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔“

اس ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی جو مدار ایمان ہے شیطان اس میں ملاوٹ کر سکتا تھا اور وہ معاذ اللہ کبھی کبھی غیر محفوظ ہو جاتی تھی۔ یا پہلے غیر محفوظ ہوتی تھی پھر اصلاح و نسخ کے بعد وہ درست کی جاتی تھی اور یہ اعتقاد خلاف اسلام عصمت وحی اور حرمت قرآنی کے منافی ہے۔ کیا کنز الایمان پڑھنے والوں کا ایمان سلامت رہے گا اگر یہ جھوٹی روایت لکھنی ہی تھی تو پہلے تفسیر تو صحیح لکھ دی ہوتی۔ پھر لکھ دیتے کہ بعض لوگوں نے یہ روایت بھی

بیان کی ہے جو غلط ہے لیکن انہوں نے غلط صحیح کی تمیز کیے بغیر صرف غلط ہی روایت پر مدار رکھا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ انہیں علم حدیث پر دسترس نہ تھی اور ایسے آدمی کو نہ ترجمہ کرنا چاہیے نہ تفسیر۔

ہم بالکل صحیح بات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ایسی ایسی خامیاں ہیں کہ جن سے ایمان واسلام اور وحی الٰہی سب کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

مذکورۃ الصدر آیت کو ہی لے لیجیے کس خوبی سے اسلام کی بنیاد انہوں نے اکھاڑ پھینکی ہے کہ پڑھنے والے کی نظر میں تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام اور جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا اعتبار نہ رہے۔

غرض اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر کا ایک فائدہ تو یہی سامنے آیا کہ عصمت وحفاظت وحی کا انہوں نے صفایا کر دیا انہوں نے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کی، فرشتوں کی، تمام انبیاء کی، رسولوں کی، وحی الٰہی کی اور اسلام کی سب کی توہین کی ہے۔ کفریہ اور باطل باتوں کو قرآن اور اس کی تفسیر بنا دیا ہے۔ اب آپ کے اعلیٰ حضرت نے چھوڑا ہی کیا ہے جو آپ اسلام پر قائم ہیں یہ ہے دوسروں کو کافر کہنے کا اوبار!!!

دوسری آیت:

۲......دیکھیے تیئسویں پارہ میں سورہ ص نکالیے اس کے دوسرے رکوع میں ہے:

”اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَـــهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ“ (۱)

”بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی۔“

---

(۱) (پ۲۳، ص آیت: ۲۳)

اس کی تفسیر میں صدر الا فاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''یہاں جو صورت مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد علیہ السلام کو توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے ہی پیام دے چکا تھا۔ لیکن آپ پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اعزہ واقارب دوسرے کی طرف التفاق کرنے والے کب تھے۔ آپ کے لیے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی آپ کا نکاح ہو گیا۔''

اور دنبی (یعنی آیت میں نعجہ کا لفظ) ایک کنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیوں کہ ننانوے عورتیں آپ کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ نے خواہش کی تھی اس لیے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا۔ جب آپ نے یہ سمجھا۔

اب آپ فرمائیے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اسرائیلیات کی ایسی مکروہ اور غلط باتیں لکھنے کی جگہ قرآن پاک کا حاشیہ ہی رہ گیا تھا اور کیا ان باتوں سے عصمت انبیاء مجروح نہیں ہوئی۔ اس غلط تفسیر کی تعریف جائز ہے۔ اور ان کی تعریف کی وجہ سے جو مسلمان اس تفسیر کو پڑھے گا وہ گمراہ نہ ہوگا؟

میں اپنے بریلوی حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اس ترجمہ وتفسیر کی اشاعت بند کر دیں۔ ایمان زیادہ عزیز ہے یا احمد رضا خاں اور نعیم الدین صاحبان؟

پہلی آیت اور تفسیر سے وحی الٰہی کا غیر محفوظ ہونا اور اس دوسری آیت کی تفسیر سے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کا صفایا ہو رہا ہے۔ فاضل بریلی احمد رضا خاں صاحب ہوں یا

صدر الافاضل نعیم الدین صاحب مرادآبادی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی نظر احادیث پر نہ تھی۔ جو روایات نظر پڑیں چاہے وہ اسرائیلیات (یہودیوں کی بنائی ہوئی روایتیں اوران کے یہاں معروف زبان زد قصے) ہی ہوں تفسیر میں درج کر ڈالیں۔ اگر حدیث پر نظر ہوتی تو پہلے صحیح تفسیر لکھتے پھر غلط تفسیر کی نشان دہی کرتے لیکن انہوں نے غلط تفسیر ہی پر بنیاد قائم کر ڈالی۔

وحی الٰہی اور شان انبیاء پر اس ترجمہ و تفسیر سے جو زد پڑتی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

تیسری آیت:

۳...... ایک نمونہ اور ملاحظہ فرما لیجیے جس سے عصمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجروح ہوتی ہے۔

اٹھائیسویں پارہ کی آخری سورہ التحریم نکالیے اس کی چوتھی آیت ہے:

”اِنْ تَتُوبَا اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا“ (۱)

”نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔“ (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ قرآن کی روح سمیت ترجمہ کیا ہے، حالانکہ ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی عظمت ملحوظ رکھتے ہوئے **”فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا“** کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیے تھا جس میں یہ مفہوم ادا ہوتا کہ ضرور تمہارے دل توبہ کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہی ترجمہ ان کی عظمت شان کے مناسب ہے۔ کیوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات

---

(۱) (پ ۲۸ رکوع ۱۹ آیت ۴)

ہیں اور ہم ازواج کے ساتھ ''مطہرات'' (یعنی خدا کی طرف سے پاکیزہ بنائی ہوئیں) کا لفظ بھی لگاتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے مناسب شان ترجمہ وہ ہے جو حضرت شیخ الہند اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا﴾

''اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے''

یعنی اب اگر توبہ کرتی ہو تو یقیناً تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہو گئے ہیں قرآن کریم کے لفظی ترجمہ سے تو یہ اچھی بات بن رہی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے جو اپنی طرف سے اپنے ترجمہ میں ''راہ سے'' اور ''کچھ'' کے الفاظ بڑھائے ان سے معنی خراب ہو رہے ہیں۔ اور یہاں بھی اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں تفسیر کو داخل کر کے ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ایسی باتیں جابجا بھری پڑی ہیں۔ تو یہ ترجمہ کیسے افضل ہوا؟ حقیقتاً ایسا ترجمہ خلاف دیانت و تقویٰ ہے اور عوام کے لیے گمراہیوں کا سبب ہے کیوں کہ ایک عام آدمی اعلیٰ حضرت کی بڑھائی ہوئی عبارت کو بھی یہی کہے گا کہ ''قرآن پاک میں آیا ہے۔'' حالانکہ وہ خود خاں صاحب کے الفاظ ہوں گے، قرآنی الفاظ مبارکہ کا ترجمہ نہ ہوگا۔

حاشیہ دیکھیں تو صدر الافاضل نے اس قصہ کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے کہ سید عالم ﷺ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفرازِ خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور ﷺ نے ان کی دل جوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوشخبری

دیتا ہوں کہ میرے بعد اُمورِ امت کے مالک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۱)

بخاری شریف میں ان آیات کی شان نزول کا اور واقعہ آیا ہے وہ انہوں نے موخر کر دیا اور اسے خوب دلچسپ بنا کر پیش کیا، ہماری معلومات کے مطابق اعلیٰ حضرت نے تو باقاعدہ حدیث کی کتابیں پڑھی ہی نہ تھیں۔ زیارت حرمین شریفین کے موقعہ پر کچھ اکابر کو چند حدیثیں سنا کر ان سے سند حدیث لے لی تھی۔ لیکن صدرالافاضل نعیم الدین صاحب نے تو باقاعدہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھی تھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ صدرالافاضل کا حضور انور ﷺ کے دولت کدہ کے لیے عرفی محل کا لفظ لانا پھر اس میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے دلچسپی اور اعلیٰ حضرت کا قلوب ازواج مطہرات کے لیے راہ سے ہٹنے کا جملہ استعمال کرنا ایک خاص بے راہ روی کا پتہ دیتا ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلی مبتلا تھے اور اس رو میں نعیم الدین صاحب بھی بہہ گئے فاضل بریلوی نے اس کا اظہار ذرا کھل کر ''حدائق بخشش'' حصہ سوم میں مدح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عنوان کی آڑ میں کیا ہے اس خرابی نے اشعار ذیل کی شکل اختیار کر لی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

تنگ و چست ان لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

---

(۱) (دیکھیں سورہ التحریم، فائدہ آیت نمبر ۱ پ ۲۸)

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بن کر
خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا
راہ نزدیک سے ہو جانبِ نشیب سفر (۱)

محترم بریلوی احباب! آپ حضرات نے جنہیں مقتدا بنانا چاہا ہے ذرا ان پر غیر جانبدرانہ نظر بھی ڈالیے ان کے ذہین کا اندازہ کیجیے ایسا شخص کس ذہن کا مالک ہوگا جو اپنی ماں کے بارے میں ایسے افکار رکھے اور ایسی شاعری کرے۔

آپ کے سامنے عصمت وحفاظت وحی پر سیرت انبیاء اور پھر سیرت ازواج مطہرات پر ضر بہاء کاری کا بیان آ چکا ہے کہ اس ترجمہ اعلیٰ حضرت وتفسیر صدر الافاضل سے ان پر کیا کیا معاذ اللہ زد پڑتی ہے۔

چوتھی آیت:

۴......اب ایک ایسی مثال پیش کرتا ہوں جس سے معاذ اللہ عظمت قرآن کریم مجروح ہوتی ہے۔

پارہ ۲۹ نکالیے اس میں دوسری سورہ جو ہے جس کا نام سورۃ القلم ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں ایک کافر کے بارے میں آیت ہے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ (۲)

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ سطر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ شائع کردہ کتاب خانہ اہل سنت جامع ریاست پٹیالہ مطبوعہ نابھ سٹیم پریس نابھ)

(۲) (پ ۲۹ رکوع ۳)

”درشت خو۔ اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صدرالافاضل فائدہ میں لکھتے ہیں:

یعنی بدگوہر تو اس سے افعال خبیثہ کا صدور کیا عجب ہے۔ مروی ہے کہ جب آیت نازل ہوئی۔ تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا (محمد ﷺ) نے میرے حق میں دس باتیں فرمائیں ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں یہ خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں یا تو مجھے سچ سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مرجائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلایا تو اس سے ہے۔

ترجمہ نگار اور حاشیہ نگار دونوں نے ایسی بات کو ترجیح دی ہے جو برائی کی طرف جائے اور جو کسی کو حرام زادہ کہے وہ اس آیت سے اپنے لیے جواز پیدا کرے۔

یہاں بھی اعلیٰ حضرت کی پیروی میں صدرالافاضل نعیم الدین صاحب کمزور روایات کو اصل قرار دے کر تفسیر لکھ دی ہے حالانکہ زنیم کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں نقل فرمایا ہے۔

قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ (۱)

”یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قریش کے ایک شخص کا کان ایسا تھا جیسا بکری کا کٹا ہوا کان ہو۔“

زمانہ جاہلیت میں اونٹ کے کان کا بھی کچھ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا وہ لٹکا رہتا تھا اسے زنمۃ الابل کہتے تھے۔ یہ کون شخص تھا اس کے بارے میں کوئی معین بات ثابت نہیں ہے کہ وہ ولید تھا یا ابوجہل یا اسود بن یغوث یا اخنس بن شریق۔ (۲)

---

(۱) (بخاری ج ۲ ص ۷۳۱) (۲) (بخاری حاشیہ ۸ ص ۷۳۱)

اب آپ اندازہ کریں کہ آغاز سورت میں تو جناب رسالت ماب ﷺ کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ **انک لعلی خلق عظیم** جس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے ڈپٹی نذیر احمد کے انداز میں یہ فرمایا:

''اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔''

اور خود آقائے نامدار ﷺ اپنے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں ''**بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**'' میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ بلند ترین اخلاق مکمل کر کے دکھاؤں۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''آپ ﷺ فحش باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔''

یہاں قرآن پاک میں فوراً ہی زنیم گالی (حرام زادہ) کے معنی پر استعمال کرنا کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو صرف اعلیٰ حضرت کی دقت نظر یا ذوق سب و شتم کا نتیجہ ہے کہ ترجمہ قرآن تک میں ایسے الفاظ کو داخل کر دیا جس سے گالی کا جواز نکل سکے۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر میں بہت بڑی خامی یہ ہے کہ دونوں حضرات غلط اور کمزور روایات پر بنیاد کھڑی کر دیتے ہیں۔

محدثین و مفسرین کے نزدیک جب کوئی روایت کمزور ہوتی ہے تو وہ اسے **یروی** روایت کی گئی ہے جیسے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ کمزور ہو تو اسے **قیل** ''کہا گیا ہے'' کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں اس ترجمہ و تفسیر میں جا بجا یہ خامی نظر آتی ہے کہ دونوں حضرات **قیل** کے لفظ سے بتلائی بات کو بھی جہاں ان کی مرضی ہو بے دھڑک مستند بنا کر لکھ دیتے ہیں۔ اب پڑھنے والا اگر خود عالم نہ ہو گا ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر سے یہ سمجھے گا کہ یہ بات قرآن پاک میں آئی ہے اور قرآن پاک سے ثابت ہے حالانکہ وہ بے حقیقت ہو گی۔

عَلَّمَهُ الْبَيَان کے ترجمہ میں تصرف:

جیسے انہوں نے سورہ الرحمٰن میں عَلَّمَهُ الْبَيَان کے ترجمہ میں تصرف کیا ہے کہ البیان سے مراد ما کان و ما یکون کا بیان مراد ہے؟ یہ تفسیر اسلاف میں سے کس نے کی ہے اور کیا سند ہے؟ اس سے انہیں کوئی بحث نہیں ترجمہ پڑھنے والا اگر غور کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ بیان کے یہ معنی فاضل بریلوی نے اپنے خاص نقطہ نظر سے کیے ہیں۔ ورنہ سمجھے گا کہ جناب رسالت ماب ﷺ کا ما کان و ما یکون کا عالم ہونا قرآن میں آیا ہے۔

پانچویں آیت:

۵......ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ ترجمہ فاضل بریلوی نے دوپہر کو سونے کے وقت اور رات کو سوتے وقت لکھوایا ہے اس لیے اس میں ایسی ایسی غلطیاں ہیں کہ جو آپ کے تصور سے بھی باہر ہیں مثلاً انہوں نے پہلے پارہ کے آخری صفحہ پر آیت نمبر ۱۳۹ میں **صبغة الله** کے ترجمہ میں غلطی کی ہے انہوں نے ترجمہ کیا ہے ’’اللہ کی رینی‘‘ جب کہ رینی سونے کی سلاخ کو کہتے ہیں بریلی اور رام پور کے سنار یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ **صبغة الله** کے معنی ہیں ’’اللہ کا رنگ‘‘ یہ نا معلوم انہیں کیا ہوا تھا سو گئے تھے اونگھ رہے تھے یا کسی خیال میں تھے کہ یہ لکھا گیا پھر لکھنے والے صاحب صدر الشریعہ امجد علی صاحب کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے ان سے رجوع نہیں کیا یا تو یہ غلطی نیند کی وجہ سے ہوئی ہے یا پھر اس وجہ سے ہوئی ہے کہ نہ قرآن پاک فاضل بریلوی کو یاد تھا نہ صدر الشریعہ کو اور وہ **صِبْغَه** کو **صِيْغَه** (ڈھالنے کی چیز یا ڈھلا ہوا) پڑھ گئے اور اسی کا ترجمہ کر ڈالا یہی ترجمہ ہر جگہ چل رہا ہے۔ **ولا حول ولا قوة الا بالله** اس لیے اس ترجمہ کے مطالعہ سے پرہیز لازم ہے۔ خصوصاً عام مسلمانوں کو شاید اسی کمزوری کے باعث ۱۹۱۱ء سے لے کر اب تک احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ زاویہ خموں میں رہا۔ اسے خود بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بھی مقبولیت

حاصل نہیں ہوئی حتی کہ اب کہیں سے بے تحاشہ روپیہ حاصل ہو گیا ہے۔ تو اس کی اشاعت ہوئی۔ مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور اس پر تقابلی جائزے لکھے گئے اور ہمیں بھی اس پر تبصرہ لکھنا پڑا۔

اعظمی صاحب کے تقابلی جائزہ میں خیانت:

فاضل بریلوی کے مترجم قرآن پاک پر مقدمہ نگار اعظمی صاحب نے ''تراجم کے تقابلی جائزہ'' میں یہ آیت لکھی ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُم مِّنْ ٠ بَعْدِ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ☆ (۱)

اور کبھی تو چاہا ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں کوئی اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبدالقادر)

ناظرین کرام دیکھئے کیا یہ اس آیت کا ترجمہ ہو سکتا ہے؟ دراصل رضاء المصطفٰی اعظمی (۲) صاحب احمد رضا خاں صاحب کو بڑھانے کے لیے ان اکابر (شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہم) پر تنقید کرنے کی جلدی میں تھے۔ انہوں نے پ ۱، رکوع ۱۴ کی آیت ۱۲۰ کا ترجمہ لکھ دیا اور آیت دوسرے پارہ کی لکھ دی، صحیح آیت یہ ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُم بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ☆ اور اس کا ترجمہ وہ ہے جو اوپر درج ہے۔

اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

---

(۱) (پ۲، سورۃ بقرہ، آیت: ۱۴۵)

(۲) یہ صدر الشریعہ کے بیٹے ہیں اور کراچی کی میمن مسجد کے خطیب ہیں۔

''نبی معصوم جن کی نسبت سے قرآن کے صفحات بھرے ہیں جو طہ، یٰسین، مزمل، مدثر جیسے القاب و آداب دیے گئے اچانک اس قدر زجر و توبیخ کے کلمات سے اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرے سیاق وسباق سے بھی کسی تہدید کا پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا مترجم کو چاہیے کہ کھوج لگائے نہ یہ کہ براہِ راست کلمات کا ترجمہ کر دے جو بات ان کی عصمت کے خلاف ہے وہ کیسے امکانی طور پر ان کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے؟''

پھر لکھتے ہیں:

''تراجم مذکور میں بعض مترجمین نے خاص حاشیہ آرائی کی ہے مگر کسی مترجم کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غور کرے کہ ڈانٹ ڈپٹ کے الفاظ حضور کی شان میں کیوں کہے جا رہے ہیں۔''

چھٹی آیت:

جناب ذرا اس غصہ کا رخ اعلیٰ حضرت کی طرف بھی کیجیے انہوں نے بھی اسی مضمون کی آیت کا ایسا ہی ترجمہ کیا ہے۔

اِذاً لَّا َذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لاَ تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا☆ (۱)

''اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت (کے عذاب) کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل کوئی مددگار نہ پاتے۔''(۲)

ناظرین کرام اعظمی صاحب کا واویلا دکھاوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی علماء دعوے میں آگے اور علم و عمل میں بہت پیچھے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے دعوے کی طرح یہ دکھاوے کے بھی عادی ہیں اور سستی شہرت حاصل کرنے کا موقع نہیں جانے دیتے۔

---

(۱) (پ۱۵، رکوع ۸، سورہ بنی اسرائیل: ۷۵)

(۲) (ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلویہ بین القوسین صدر الافاضل بریلویہ نعیم الدین صاحب)

اس بہانے سے کہ ہم نے قرآن پاک کا لفظی ترجمہ نہیں کیا تفسیری ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے دین اسلام میں تحریف کی کوشش کی ہے۔ خانہ ساز اختلافات کو قرآن پاک میں جگہ دی ہے اور اس کے مطالب کو بگاڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان دلوں میں خوف آخرت نہیں ہے ورنہ ترجمہ قرآن پاک میں اپنی طرف سے زیادتی اور ردوبدل کی کیسے جرأت کر سکتے تھے اور کون مسلمان ایسی جرأت کر سکتا ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ بریلوی علماء نے جو دل کھول کر وضاحتی ترجمہ کیا ہے اور اعظمی صاحب نے مذکور آیت کی مثال دے کر بتلایا ہے کہ احمد رضا کا ترجمہ ایسے الفاظ سے پاک ہے۔ احمد رضا نے خوب سوچ سمجھ کر سیاق وسباق دیکھ کر اور کتابوں کا مطالعہ کر کے ترجمہ لکھوایا ہے۔ اور قرآن پاک کے اگر کسی لفظ کا سخت ترجمہ بنتا بھی ہے تو اسے تفسیری ترجمہ میں لا کر نرم کر دیا گیا ہے اور اس کا بدل لایا گیا ہے یا ایسے الفاظ بڑھا دیے گئے ہیں جن سے کلام الٰہی کے مخاطب نبی ﷺ نہ رہیں بلکہ اور مخاطبین کی طرف خطاب کا رخ بدل جائے۔ (خلاصہ)

اعظمی صاحب نے اور اسی طرح دوسرے بریلوی علماء نے اپنی جماعت کے علاوہ دیگر ترجمہ قرآن پر اعتراض کرنے کے لیے بعض آیات کو پیش کیا ہے مثلاً دوسرے لوگوں نے **اِسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ** اور **لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ** کے لفظی ترجمہ پر اعتراض کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاج کے لیے ان کے مابہ الفخر ترجمہ اعلیٰ حضرت اور مایہ ناز تفسیر صدر الافاضل کے کچھ نمونے ایسے بدزبانوں کے لیے سامنے رکھ دیئے جائیں تا کہ ان کے محض زبانی دعووں کی حقیقت سامنے آ جائے۔

ساتویں آیت:

پہلے پارہ کی آیت ۳۵ میں ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے فرمایا گیا:

وَلاَ تَقْرَبَا هٰـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَـكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ☆ (۱)

مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

(اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں مگر کا لفظ بڑھا دیا ہے حالانکہ نظم قرآن میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے فقط واؤ ہے)

اس کے حاشیہ پر ص ۹ میں صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔

مسئلہ:

انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت و کفر ہے جو کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے۔

آٹھویں آیت:

اس سے اگلی آیت ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (۲)

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔ (ترجمہ احمد رضا)

اس کے حاشیہ پر ص ۱۰ میں صدر الافاضل لکھتے ہیں:

"حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ لاتقربا کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کیوں کہ اگر وہ

---

(۱) (پ ارکوع ۴)

(۲) (پ ارکوع ۴)

تحریمی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطاء اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔"

حسب ذیل دو آیات کے تراجم پر ضیاء کنز الایمان اور محاسن کنز الایمان میں بحث کی گئی ہے اور قاری رضاء المصطفیٰ صاحب نے مقدمہ قرآن پاک میں بہت شور مچایا ہے اور خوب بدزبانی کی ہے۔ حالانکہ دوسرے لوگوں نے جو ترجمہ اور اس کے ساتھ تفسیر کی ہے اس کو بھی سامنے رکھنا چاہیے تھا۔ اگر آپ تاویل کرتے ہیں تو دوسرے کو بھی یہ حق ہونا چاہیے۔ ملاحظہ فرمائیں ہمارے اکابر کا ترجمہ وتفسیر ان آیات کا۔

الف: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا☆ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا☆ وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا☆

ترجمہ حضرت شیخ الہند: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے اللہ تیری زبردست مدد۔

ب: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (۱)

ترجمہ شیخ الہند: اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے۔

اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثانی صاحب فرماتے ہیں:

ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے، کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود جواز واستحسان میں ہو بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ کو سمجھا جاتا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین کے یہی معنی ہیں۔(۲)

---

(۱) (پ۲۶، رکوع۶، سورہ محمد) (۲) (پ۲۶، رکوع۶، ص۶۵۹، حاشیہ۱۳)

شیخ عبدالحق صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: توجیہ مشہور انیست کو حسنات الابرار سیئات المقربین اشعۃ اللمعات ص ۱۲۸ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول شرح حدیث انس متفق علیہ اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ کے بارے میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں کہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ (۱)

آپ کے سامنے صدرالافاضل کی عبارتیں بھی ہیں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے۔''

صدرالافاضل کی یہ بات مانئے یا لفظی تراجم کی عیب جوئی سے توبہ کیجیے۔

نویں آیت:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۲)

''پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی۔'' (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اس کے حاشیے پر صدرالافاضل ص ۱ میں لکھتے ہیں:

''طبرانی و حاکم و ابونعیم و بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا۔ الخ''

پہلے نمبر ۲ میں ہم نے صدرالافاضل کا حاشیہ نقل کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا ہو کہ لاتقربا کی نہی تنزیہی ہے اور یہاں ''عتاب'' کا صریح لفظ لکھا اور فاضل بریلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں مکروہ تنزیہی کی یہی تعریف لکھی ہے کہ جس کام کا کرنا مطلقاً

---

(۱) (پ ۲۶ سورہ انا فتحنا)

(۲) (پ ۱، رکوع ۴)

موجب استحقاق عتاب ہو۔(۱)

بریلوی حضرات کے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اپنی تفسیر میں سیدنا آدم علیہ السلام کی شان میں ''عتاب'' اور ''خطاء'' کے لفظ استعمال کیے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''اس خطا سے رب تعالیٰ کی بندہ نوازی بندہ پروری ان سے بند نہ ہوئی۔''(۲)

اور اسی صفحہ پر سطر نمبر ۱۱ میں ہے ''یہاں پوچھ گچھ عتاب کی ہے۔'' پھر سطر نمبر ۱۴، ۱۵ میں ہے ''اولاً تو کھا لینے دیا پھر یہ عتاب فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عتاب و خطاب میں صد ہا راز ہیں۔'' پھر سب انبیاء کرام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرات انبیاء کی خطائیں بھی رب کی طرف سے ہوتی ہیں۔''

دسویں آیت:

مولوی احمد رضا صاحب نے بالقصد جان بوجھ کر قرآن کریم میں چار جگہ لفظ وکیل کا ترجمہ مجہول و غیر معروف الفاظ میں کیا تاکہ ان کے ماننے والے کچھ سمجھ نہ سکیں۔ گویا جناب قرآن کریم کے مطلب، مقصد و مفہوم کو چھپانے کے مرتکب ہوئے۔

قرآن کریم میں لفظ ''وکیل'' تقریباً ۲۴ جگہ آیا ہے۔ مولوی احمد رضا صاحب نے بیس جگہ یہ ترجمہ کیا:

''اللہ کارساز ہے۔'' (۶ بار)، ''ذمہ دار ہے'' (۴ بار)، ''کام بنانے والا ہے'' (۲ بار)، ''وکیل ہے'' (۲ بار)، ''نگہبان ہے'' (۱ بار)، ''نگہبانی کا ذمہ دار ہے'' (۱ بار)، ''ہر چیز پر محافظ ہے'' (۱ بار)، ''مختار ہے'' (۱ بار)، ''اس کے علاوہ کوئی حمایتی نہیں'' (۱ بار)

---

(۱) (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۱۲، بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۱، از ص ۱۷۳ تا ۱۷۵)

(۲) (تفسیر نعیمی ج ۸ ص ۴۱۱ سطر ۷)

معلوم ہوا مولوی صاحب ''وکیل'' کا مطلب خوب سمجھتے تھے۔ دراصل ایکال، موکول توکل کے معنی یہ بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا، اپنے کو سپرد کرنا اور سونپنا ہے۔ جب کہ وکیل کے معنی جس پر بھروسہ کیا جائے۔ عاجز انسان اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دے وہ اسے مکمل کفایت بھی کرتا ہے۔

قرآن کریم میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک خالق کائنات رب العالمین پر مکمل اعتماد، بھروسہ کیا جائے۔ ہر بھلائی و برائی، راحت و مصیبت سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ کارخانہ عالم میں اسی کا اور صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ کارساز ہے، ذمہ دار ہے، کام بنانے والا ہے، وکیل ہے، نگہبان ہے، محافظ ہے، مالک و مختار ہے۔ معلوم ہوا اسلام نے ببانگ دہل انانیت کی خود اعتمادی کے بجائے خدا اعتمادی کا حکم دیا ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے۔ حضور ﷺ کی امت تک ان کی تعداد کہ وہ کتنے تھے کوئی نہیں جانتا۔ انہیں صرف اللہ جانتا ہے۔ ان کے رسولوں نے اپنی اپنی امتوں سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح بشر ہیں، انسان ہیں، آدمی ہیں، یعنی خدا کی خدائی میں انسانوں کی طرح محتاج و فقیر ہیں۔ ہمارا کام نہیں، ہمارے قبضہ و اختیار میں نہیں کہ بنا حکم خداوندی کوئی معجزہ دلیل لاسکیں۔ ہم اللہ پر بھروسہ اعتماد کیوں نہ کریں؟ ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (۱)

ہمارے سامنے ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا گیا کہ ان کے عزیز و اقارب سب چھوٹ گئے اور ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ دہک گئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''مجھے خدا کے کام میں کوئی اختیار نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو تجھی پر بھروسہ کیا ہے۔ وَمَـــا

---

(۱) (سورہ ابراہیم: ۹۔۱۲)

اَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ رَّبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا (۱)

یعقوب علیہ السلام نے کہا: کارساز حقیقی تو خدا ہے، تدبیروں سے خدا کا حکم نہیں ٹلتا، اس لیے تدبیروں پر نہیں خدا کی کارسازی پر بھروسہ ہے۔" **عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ☆** (۲)

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی لاؤلشکر وقوت کے مقابلہ میں بنی اسرائیل سے کہا: "اسی خدا پر بھروسہ رکھو! قوم نے کہا: ہم نے تو خدا پر ہی بھروسہ کیا ہے۔"

فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ☆ فَقَالُوْا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا (۳)

اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ (۴)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "بے شک اللہ اسے جلدی باطل اور درہم برہم کردے گا۔"

خود حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ کسی کی سازش کی پروانہ کرو، خدا پر بھروسہ رکھو۔

فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً (۵)

اور اسی کو کارساز بناؤ...... **فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلاً**...... (۶)

یہی وہ خدا اعتمادی وخدا سپردگی تھی کہ بدر واحد، خندق وحنین کی سرخ وسفید آندھیوں میں آپ نے اپنے عزیز واقارب، اپنے اصحاب کو، سواروں کو، تیراندازوں کو، تیغ آزماؤں اور بنفس نفیس خود اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیا۔ آخر اللہ پر توکل واعتماد کی اس سے بہتر اور

---

(۱) (ممتحنہ: ۴)

(۲) (یوسف: ۶۷)

(۳) (یونس: ۸۴، ۸۵)

(۴) (یونس: ۸۱)

(۵) (النساء: ۸۱)

(۶) (مزمل: ۹)

کیا مثال ہوسکتی ہے۔ **جزی اللہ عنا محمد صلی اللہ علیه وسلم**

لیکن اسی اللہ نے اسی قرآن میں حضور ﷺ کو یہ بھی حکم دیا کہ یہ کہو:

قُل لَّسۡتُ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ (۱)

''کہو کہ میں تم پر وکیل ''ذمہ دار'' نہیں''

وَمَا اَنۡتَ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيلٍ (۲)

''کہو کہ میں تم پر وکیل ''مختار و نگہبان'' نہیں''

وَمَا اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيلٍ (۳)

''تم ان پر وکیل ''ذمہ دار و کارساز'' نہیں''

وَمَا اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ وَكِيلاً (۴)

''ہم نے تم کو ان پر وکیل ''ذمہ دار حمایتی نہیں بنایا''

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ نفع و نقصان، حق کی پیروی پر ہے۔ آپ ﷺ کسی کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں، اگر اللہ کو منظور ہو تو کوئی بھی انسان شرک نہ کرے، نہ آپ کسی پر مسلط ہیں، نہ آپ حفیظ، نگہبان ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ ان پر مختار ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس مولوی احمد رضا صاحب نے ایک دین کی بنیاد رکھی۔ جس میں اولیاء کو کن فیکونی اختیارات حاصل ہیں۔ حضور ﷺ کو الوہیت کے سوا تمام اختیارات کی عطا ہے۔ جس دین میں اللہ پر توکل و اعتماد پر شاطرانہ ضرب ہے۔ جس دین میں خدا

---

(۱) (انعام:۶۶)

(۲) (یونس:۱۰۸)

(۳) (انعام:۱۰۷)

(۴) (اسرئ:۵۴)

اعتمادی، خدا پرستی، خدا سپردگی چھوڑ کر اولیاء پرستی کی دعوت ہو، اس خود ساختہ دین و مذہب کے لیے یہ آیات تازیانہ تھیں، اس لیے خاں صاحب نے ان آیات کا یہ ترجمہ کیا......

قُل لَّسۡتُ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيلٍ ''تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں''(۱)

وَمَا اَنۡتَ عَلَيۡكُمۡ بِوَكِيلٍ ''اور کچھ میں کڑوڑا نہیں''(۲)

وَمَا اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيلٍ ''اور تم ان پر کڑوڑا نہیں''(۳)

وَمَا اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ وَكِيلاً ''اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہیں بھیجا''(۴)

احمد رضا نے ترجمہ قرآن میں لفظ کڑوڑا جو استعمال کیا ہے۔ آخر یہ ''کڑوڑا'' ہے کیا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

''کڑوڑا...... بڑا عہدے دار جس کے ماتحت اور بھی عہدے دار ہوں، وہ شخص جو اور حاکموں پر حاکم ہو۔''

قول فیصل: صاحب فرہنگ اثر لکھتے ہیں:...... یہ عورتوں کی زبان ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسروں پر رعب جمائے۔(۵)

''کڑوڑا...... وہ شخص جو عاملوں اور محصول پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ افسروں کا افسر۔''(۶)

---

(۱) (انعام:۶۶، کنز الایمان ص ۱۹۷)

(۲) (یونس:۱۰۸، کنز الایمان ص ۲۲۲)

(۳) (انعام:۱۰۷، کنز الایمان ص ۲۰۵)

(۴) (اسریٰ:۵۴، کنز الایمان ص ۴۱۶)

(۵) (مہذب اللغات ج ۷ ص ۳۹۱)

(۶) (فرہنگ آصفیہ ص ۵۰۵)

”کڑوڑا …… حاکموں کا حاکم، افسروں کا افسر، وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو۔“(۱)

”کڑوڑا……حاکم اعلیٰ، وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو، افسروں کا افسر۔“(۲)

دراصل مولوی احمد رضا صاحب نے عورتوں کی زبان بول کر، قرآن کے واضح اعلان کو چھپایا ہے۔ خود مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے ان آیات کی یہ تفسیر کی ہے:

انعام:۶۶ ……”میرا کام ہدایت ہے قلوب کی ذمہ داری مجھ پر نہیں“(۳)

یونس:۱۰۸……”کہ تم پر جبر کروں“(۴)

انعام:۱۰۷……”کوئی تفسیر نہیں کی“

اسریٰ:۵۴……”کہ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوتے“(۵)

ناظرین مولانا نعیم الدین کی وضاحت کے بعد اس لفظ کی اہمیت آپ پر واضح ہوگئی ہوگی کہ مولانا احمد رضا نے کیسے کیسے لفظ اپنے ترجمہ میں استعمال کیے ہیں مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ یہی ترجمہ سب سے فائق ہے۔ اللہ بچائے ایسے ترجمے سے۔

---

(۱) (قاعداللغات ص۱۷۷)

(۲) (فیروزاللغات ص۱۵۷)

(۳) (خزائن العرفان۱۴۳/۱۹۷)

(۴) (خزائن العرفان۲۲۲/۳۰۹)

(۵) (خزائن العرفان۱۱۳/۴۱۶)

حدیث رسول ﷺ میں مولوی احمد رضا کی عجب کارستانی

صرف ایک مثال

قرآن پاک کی طرح احادیث میں بھی احمد رضا نے یہ ہی کام کیا ہے۔ ہم صرف یہاں پر ایک مثال نقل کرتے ہیں۔

حدیث رسول ﷺ میں مولوی احمد رضا کی عجب کارستانی:

حدیث نبوی ﷺ ہے: **انما انا قاسم و اللہ یعطی**

ملفوظات مولوی احمد رضا صاحب جلد اول ص ۲۳ پر فاضل بریلوی نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ”میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔“

اور اسی ملفوظات جلد چہارم ص ۷۱ پر اسی حدیث کا جناب نے یہ ترجمہ فرمایا **انما انا قاسم و اللہ یعطی** ”جز ایں نیست کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔“

خاں صاحب بریلوی نے اپنے مشن خاص و مقصد کی خاطر ملفوظات جلد اول ص ۲۳ کے ترجمے میں انما کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ جب کہ ملفوظات چہارم ص ۷۱ میں جناب نے ”جز ایں نیست کہ“ ان چہار الفاظ کا اضافہ فرمایا۔ دراصل خاں صاحب نے قرآن کریم و حدیث سرور عالم ﷺ میں انما کا ترجمہ کبھی چھپا کر کبھی بڑھا کر وہ خیانت اور دھوکہ دیا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ انما کا ترجمہ نہ جانتے ہوں کیوں کہ خود موصوف نے قرآن کریم کے ترجمے میں متعدد جگہ انما کا ترجمہ فرمایا۔ مثلاً:

قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُکُم بِالْوَحْیِ (۱)

---

(۱) (انبیاء:۴۵)

”تم فرماؤ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں۔“

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (۱)

”تم فرماؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے۔“

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲)

”تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی پاس ہیں۔“

قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ (۳)

”تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں۔“

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول......**انما هما زوجی وابی**.....کا ترجمہ ملفوظات سوئم ص ۳۵ میں کیا ہے...... ”میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں۔“

معلوم ہوا کہ کلمہ **اِنَّمَا** کے معنی فاضل بریلوی کے نزدیک بھی ”صرف“، ”ہی“ اور ”جزنیست“ وغیرہ کلمہ حصر کے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں **اِنَّمَا** سے جو حصر مقصود ہے وہ اردو میں کلمہ ”صرف“ سے تو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کلمہ ”ہی“ سے اتنا نہیں۔

خاں صاحب بریلوی نے اس حدیث کے دو ترجمے کیے ہیں کیا دونوں جملوں کا مطلب و معنی ایک ہی ہیں؟ یقیناً ایک نہیں ہے تو جناب نے ایک جگہ ضرور خیانت کی ہے۔

لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ مولوی صاحب نے دونوں ہی جگہ دیدہ و دانستہ یہ کارستانی فرمائی۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے وگرنہ انہوں نے قرآن کریم میں شروع سے آخر تک بہت چالاکی و ہوشیاری اور ساری ذہانت و فطانت سے یہ کام کیا ہے۔ مثلاً:

---

(۱) (انعام:۱۹)

(۲) (عنکبوت:۵۰)

(۳) (ص:۶۵)

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ (۱)

’’تم کہو نشانیاں صرف اللہ کے پاس ہیں۔‘‘

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَّمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ☆ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ☆ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲)

’’اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے نہیں۔ اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی اور جہالت سے۔ یوں ہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں‘‘ (۳)

کیوں کہ مولوی احمد رضا صاحب کو حضور ﷺ کو مختار کل و معجزات کا مالک بنا کر مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تھی جب کہ یہ اور اس طرح کی تمام آیات ان کے عقیدہ و مشن کے خلاف ہیں۔ اس لیے خاں صاحب نے شروع ہی سے ترجمہ بگاڑا اول ’’وکیل‘‘ کا ترجمہ ’’کڑوڑے‘‘ کیا پھر اس کے بعد انما کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

---

(۱) (انعام:۱۰۹)

(۲) (انعام:۱۰۷تا۱۰۹)

(۳) (ترجمہ احمد رضا خاں صاحب، کنز الایمان)

اللہ کا ارشاد ہے کہ تم ان پر حفیظ، نگراں، محاسب و قاضی نہیں۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں، معجزات و نشانیاں تو صرف ہمارے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ ہم چاہیں انہیں ایمان دیں، ہم چاہیں نہ دیں۔ دراصل قرآن کریم کی اسی تاکید پر مولوی احمد رضا صاحب نے ضرب لگائی ہے۔

فقل انما الغیب للہ (۱)

"دراصل غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ اللہ کی کوئی نشانی کیوں نہیں اتری۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا یہ کہو غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔"

مولوی احمد رضا صاحب نے اسی حصر کو ختم کیا اور اولیاء کو علم غیب کا مالک بنایا۔ اس لیے انہوں نے یہاں انما کا ترجمہ چھوڑ دیا اور ترجمہ کیا: "تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے۔" (۲)

خود مولوی نعیم الدین صاحب نے بھی اسی طرح ترجمہ کیا کہ آپ فرما دیجیے کہ غیب تو اللہ کے لیے ہے۔ (۳)

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (۴)

یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ حضور ﷺ کو اللہ کا حکم ہوا کہ یہ کہو قیامت کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے۔ وہ اچانک آئے گی اسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ اس آیت اور دوسری آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے

---

(۱) (یونس: ۲۰)

(۲) (کنز الایمان ۳۰۴)

(۳) (خزائن العرفان ۳۰۴/۴۸)

(۴) (اعراف: ۱۸۷)

کہ اللہ حکیم وخبیر نے علم قیامت کو اس قدر پوشیدہ رکھا ہے کہ اس کی خبر نہ کسی نبی کو ہے نہ کسی رسول کو اور نہ کسی مقرب فرشتے کو اسے تو صرف وہی جانتا ہے۔

مولوی احمد رضا صاحب نے قرآن کریم کے اسی حصر کو توڑا ہے۔ جناب نے ترجمہ کیا ”تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔“ (۱)

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۲)

”آپ کہیے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں۔“

یہاں بھی مولوی احمد رضا صاحب انما کا ترجمہ کھا گئے اور یہ ترجمہ کیا ”تم فرماؤ ظاہر صورت بشر میں تو تم جیسا ہوں۔“

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جب یہی آیت سورہ فصلت، حم سجدہ میں آتی ہے تو قرآن کا اعجاز کہیے یا اللہ کی حکمت مولوی احمد رضا چوک گئے۔ اور انما کا ترجمہ کر بیٹھے ”تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔“

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَ كِيًّا (۳)

”(فرشتے نے) کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں۔“

مولوی احمد رضا صاحب کو ثابت کرنا تھا کہ حضرت جبرئیل بیٹا دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ بیٹا دیتے ہیں۔

جب کہ اِنَّما حرف حصر وتاکید سے ان کے اس باطل وشرکیہ عقیدہ پر کاری ضرب لگ

---

(۱) (اعراف:۱۸۷)

(۲) (کہف:۱۱۰)

(۳) (مریم:۱۹)

رہی تھی۔ اسے جڑ سے ہی صاف کیا جا رہا تھا۔ اس لیے جناب نے انما کا ترجمہ چھوڑ دیا اور ترجمہ کیا: ”بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔“(۱)

نوٹ: کس قدر مہذب ترجمہ ہے۔ قربان جایئے کیوں کہ جناب حضور پرنور تھے اس لیے آپ کو حق ہے کہ جبریل و مریم علیہما السلام کو بولا و بولی لکھیں۔

یہی کارنامہ خاں صاحب بریلوی نے اس حدیث کے ساتھ انجام دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب قول اللہ تعالیٰ **فَاِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی خَمْسُهٗ** یعنی اللہ کے رسول کو تقسیم خمس کا اختیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ یُعْطِی** ”میں تو صرف خزانچی اور بانٹنے والا ہوں۔“ حضور ﷺ کل غنیمت کا پانچواں حصہ تقسیم کرنے والے ہیں۔ خود مولوی نعیم الدین صاحب تفسیر کے مطابق بروایت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فتح بدر کے موقع پر غنیمت کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول کے سپرد کر دیا کہ تقسیم اس طرح کریں کہ پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رسول کے قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا باقی چار حصے غانمین کے ہیں۔ دراصل حضور ﷺ اور آپ کی امت کے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں ہے کہ آپ غنائم تقسیم کرنے والے ہیں۔

بخاری شریف میں اس باب میں چار روایتیں ہیں۔ پہلی دو روایتیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہیں کہ کسی انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ بچے کا نام قاسم رکھا جس پر دیگر انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم اس بچے کی وجہ سے تم کو ابو القاسم نہیں کہیں گے اس مبارک کنیت سے تمہاری آنکھوں کو کیسے ٹھنڈک دے سکتے ہیں۔ بچے کے باپ نے یہ واقعہ

---

(۱) (ترجمہ مولوی احمد رضا صاحب)

حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **سموا باسمی** ''تم میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو۔'' **فانما انا قاسم** ''بے شک میں صرف قاسم ہوں''

تیسری روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا: ''غنیمت اللہ دیتا ہے میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔''

چوتھی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ **''رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أُعْطِیکُمْ وَلَا أَمْنَعُکُمْ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَیْثُ أُمِرْتُ''**

''حضور ﷺ نے فرمایا نہ میں تم کو کچھ دیتا ہوں اور نہ تم کو روکتا ہوں میں تقسیم کرنے والا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا جاتا ہے میں اسی طرح کرتا ہوں۔''

بخاری شریف میں تو یہ ہے لیکن بریلی شریف کے فاضل سپوت نے کیا سے کیا بنا ڈالا لکھتے ہیں:

''اللہ نے اپنے کرم کے خزانے، نعمتوں کے خواں، حضور کے قبضے میں کر دیئے ہیں جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے کوئی دولت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔ **انما انا قاسم و اللہ یعطی** ''جز ایں نیست کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔''

خاں صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ انما حرف تاکید و حصر ہے یہ خبر کی تاکید و حصر کرتا ہے۔ نہ کہ مبتدا کا یہ بات تو عربی قواعد کا مبتدی بھی جانتا ہے۔ مولوی احمد رضا صاحب بریلوی نے اس جملے **انما انا قاسم** میں مبتدا کا حصر کیا ہے جو سراسر نحوی قواعد کے بھی خلاف ہے۔

قل انما العلم عند اللہ (۱)

---

(۱) (ملک:۲۶)

”آپ کہہ دیجیے علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔“ یعنی قیامت کب آئے گی اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔

لیکن مولوی احمد رضا نے ترجمہ کیا...... ”تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے۔“

یہاں بھی جناب نے وہی مذموم حرکت کی کہ اِنَّمَا کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

ہم نے صرف ایک مثال حدیث سے پیش کی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا تو اس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ

مولانا احمد رضا کا

کارنامہ نمبر۲ فتاویٰ رضویہ

فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدوں کی حقیقت:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا کچھ کام اگر کسی شکل میں موجود ہے تو وہ فتاویٰ رضویہ ہے۔ آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست **المبمل المعدد لتالیفات المجدد** شائع کی جس میں آپ نے آپ کی ۳۵۰ کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں ان لوگوں کو بعد میں کچھ اور نام بھی ملے اور انہوں نے پھر ۵۴۸ تصنیفات کی فہرست ایک نئی ترتیب سے پیش کی اس وقت وہی ہمارے سامنے ہے۔ اس میں فتاویٰ رضویہ نمبر ۲۶۳ میں مذکور ہے۔

ہم نے ایک دفعہ فتاویٰ رضویہ مکمل حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ ۱۲ ضخیم جلدیں کہیں موجود نہیں اب تک صرف اس کی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مولانا موصوف کی وفات کو اب تقریباً ساٹھ ستر سال ہو رہے ہیں اور ان کا فتاویٰ رضویہ اب تک مکمل صورت میں چھپا ہوا دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کے نام بھی ملے جن میں سے بعض کو ان کے متعلقہ نمبر کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

۱۵۱ . تبیان الوضوء

۲۱۸ . الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل

۲۳۲ . الجود الحلو فی ارکان الوضوء

۲۳۳ . تنویر القندیل فی احکام المندیل

۲۳۴. الطراز العلم

۲۳۵. لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام

۲۸۵. قوانین العلماء

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ رسالے ان کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں بھی موجود ہیں اور فہرست مذکور میں انہیں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مستقل کتابوں کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کی یہ ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا۔

پھر ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

۱۲۷۔منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین

۱۳۲۔الاحلی من السکر

۱۸۴۔سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب

۱۸۷۔حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین

۲۵۸۔ایذن الاجر فی اذان القبر

منیر العین ۱۰۵ صفحات پر، **الاحلی من السکر** ۲۷ صفحات پر، **سلب الثلب** ۲۵ صفحات پر، **حاجز البحرین** ۱۱۳ صفحات پر اور ایذان الاجر بڑی تقطیع کے ۱۵ صفحات پر مشتمل رسال جات ہیں اور ان کے مجموعی صفحات ۲۸۵ بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم جو ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص ۴۲۵، ۸۸، ۵۸، ۲۳۱ اور ۵۴۵ پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں

ان کا نام فتاویٰ رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے۔ اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں میں دیکھا۔

۱۴۰. انهار الانوار من لم صلوٰة الاسرار

۱۴۲. انهی الاکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید

۱۵۷. التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۶۲. سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰة العید

۱۷۸. وصاف الرجیح فی بسملة التراویح

۱۷۹. القلاوة المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة

۱۹۰. القطوف الدانیه لمن احسن الجماعة الثانیة

۲۰۸. الجام الصاد عن سنن الضاد

۲۱۶. تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب

۲۱۹. مرقاة الحجما فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان

۲۲۲. اوفی اللمعة فی اذان الجمعة

۲۳۶. هداية المتعال فی حد الاستقبال

۲۵۹. رعاية المذهبين فی رعاية بين الخطبتين

۲۷۳. نعم الزاد لروم الضاد

۲۷۶. اجتناب العمال عن فتاوی الجهال

۳۷۷. ازهار الانوار من صبا صلوٰة الاسرار

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد کے ص۵۴۳، ۲۹۷،

۵۹۹، ۷۹۶، ۵۷۸، ۳۴۱، ۳۵۸، ۱۳۱، ۴۴۷، ۷۵۳، ۷۹۱، ۳۸، ۷۸۳، ۱۲۵، ۵۱۰، ۵۷۱ میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہوگئی۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے۔

۷۳۔ حیات الموات ۱۴۳۔ صیقل الرین

۱۴۴۔ ازکی الہلال ۱۵۵۔ الزہر الباسم

۱۵۶۔ تجلی المشکوٰۃ ۱۶۱۔ الحجۃ الفائحہ

۱۶۰۔ الحرف الحسن ۱۷۔ جلی الصوت

۱۷۴۔ بذل الجوائز ۱۹۵۔ النہی الحاجز

۲۰۰۔ الاعلام بحال النجور فی الصیام ۲۰۲۔ الوفاق المبین

۲۰۴۔ تفاسیر الاحکام ۲۱۳۔ افصح البیان

۲۱۵۔ طریق اثبات الہلال ۲۲۸۔ ہدایہ الجنان فی احکام رمضان

۲۴۵۔ الہادی الحاجب ۲۵۴۔ البدور الاجلہ

۳۵۳۔ اتیان الارواح ۳۴۳۔ راوع التعسف

۳۷۹۔ العروس المعطار ۳۸۰۔ المنۃ الممتازہ

۳۸۵۔ اعز الکتناز

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے ص ۲۳۵، ۶۷۱، ۵۲۳، ۴۷۸، ۴۰۶، ۱۹۵، ۱۲۶، ۱۳۸، ۲۳، ۳۴، ۵۸۷، ۳۲۴، ۶۰۲، ۴۶۲، ۵۴۶، ۶۳۱، ۷۷، ۵۶۷، ۴۴۴، ۲۳۱، ۶۵۲، ۸۸، ۳۳۴ میں بھی ملے اس جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بریق المنار بشموع المزار جل النور اور انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاویٰ رضویہ جلد۴ کی ضخامت ۷۴۲ صفحات بنائی گئی ہے۔ المختصر

سارے فتاویٰ رضویہ کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھ دیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کر لیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک مسئلے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاویٰ رضویہ میں لا کر فتاویٰ کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی فتاویٰ رضویہ ہے اس کے علاوہ جو ان کی تصنیفات کا ڈھنڈورا ہے وہ صرف اعلان ہی اعلان ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ان کتابوں کو فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور اپنے حلقوں میں اثر دیا گیا ہے کہ گویا فتاویٰ رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی ۱۲ ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت سے اس عمل کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست میں مذکور ہیں قارئین کرام انہیں ان نمبروں میں جو ہر کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیے ہیں المیز ان کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاویٰ رضویہ ہے۔ جس کی جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں۔

اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچ سو بتائیں یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق مسائل جن کو شامل کر کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں۔ ان کا حال بھی دیکھے اور انہیں ملاحظہ کیجیے خان صاحب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے

عنوانوں سے بھی ہو جائے گی۔

"**انہار الانوار من لم صلوٰۃ الاسرار**" اس کا موضوع فہرست میں یہ بیان کیا گیا ہے "نماز غوثیہ کے بیان میں" ایک دوسری کتاب "**ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار**" ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے۔ "نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ" یہ عنوانات مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر کس قسم کی باتوں میں صرف کی اور کس قسم کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے کیا ملا۔ ناظرین ان کتابوں کے عربی اور قافیہ دار ناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور پلاؤ شیرینی فیرینی قبور وارواح کے گرد گھومتے ملیں گے۔

مولانا احمد رضا کو فقہی حوالے غلط دینے کی عادت تھی:

فتاویٰ رضویہ تو ہر بریلوی کے پاس نہیں ہوگا۔ لیکن مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات تو ہر جگہ عام ملتے ہیں۔ مولانا کی فقہی ثقاہت کی ایک جھلک ان میں دیکھ لیجیے۔

ا...... فتح القدیر اور **طحطاوی** اور **ردالمحتار** میں ہے "**المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام**" قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔(۱)

فتح القدیر میں یہ عربی عبارت ہمیں نہیں ملی۔ ایک دفعہ ہمارے ایک عالم نے مولانا سردار احمد لائل پوری سے گزارش کی کہ فتح القدیر میں اس کی نشان دہی فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بد عقیدہ کو حوالہ دکھانا جائز نہیں۔ درمختار کے حواشی اور **ردالمحتار** میں مسئلہ تو یہ موجود ہے لیکن عربی عبارت یہ نہیں۔ خان صاحب کے فی المقابر کے الفاظ ان میں نہیں ہیں۔

---

(۱) (ملفوظات حصہ ا ص ۷)

اصل عبارت یہ ہے کہ ”**المرور فی سکة حادثة فیها حرام**“ (۱)

اور جوتوں سے چلنا اور جوتوں کے بغیر چلنا اس کی سرے سے اس میں بحث ہی نہیں۔

۲...... خان صاحب علامہ شامی کی کتاب العقود الدریہ کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کا ہی ہے بچہ کے ماں باپ اسے کھا سکتے ہیں عقود الدریہ میں ہے احکامہا احکام الاضحیہ (۲) عقود الدریہ کی عبارت یہ ہے حکمہا کاحکام الاضحیہ (۳) یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کو حوالے غلط دینے کی داد دیجیے۔

۳...... مولانا احمد رضا خاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہ شیعہ کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فتاویٰ عالم گیری کی ایک عبارت اس طرح پیش کرتے ہیں:

”**لایجوز نکاح المرتد مع مسلمة ولا کافرة اصلیة ولا مرتدة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد**“ (۴)

فتاویٰ عالم گیری کی اصل عبارت یہ ہے:

”**ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد**“ (۵)

خان صاحب کی پیش کردہ عبارت میں نکاح کا لفظ ہے اصل عبارت میں تزوج کا لفظ

---

(۱) (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۲۶، رد المحتار للشامی ج۱ ص ۳۴۳)

(۲) (ملفوظات حصہ ۱ ص ۴۶)

(۳) (العقود الدریہ ج ۲ ص ۲۱۳)

(۴) (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۰۰)

(۵) (فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۸۳)

تھا۔ پھر خان صاحب کی پیش کردہ عبارت میں (۱) مسلمہ (۲) کافرہ اصلیہ (۳) اور مرتدہ کی ترتیب ہے جب کہ اصل عبارت میں (۱) مرتدہ پھر (۲) مسلمہ اور پھر کافرہ اصلیہ کی ترتیب ہے۔

۴......اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ اس نے **اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ** استثناء کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ (۱)

تنقید:

شیطان کو سچا کہنا شیطان کے ساتھ محبت کی دلیل ہے حالانکہ شیطان بہت بڑا جھوٹا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ "**وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ**" "اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے۔" (ترجمہ رضویہ) (۲)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"معنی یہ ہیں کہ ابلیس ملعون نے جھوٹی قسم کھا کر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دھوکہ دیا۔ اور پہلی جھوٹی قسم کھانے والا ابلیس ہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا۔ کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے اس لیے آپ نے اس کی بات کا اعتبار کیا۔"

بخاری شریف و مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانوں کے ڈھیر پر مقرر فرمایا تو شیطان آیا اور دانے اٹھانے لگا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا۔ تو رسول

---

(۱) (احکام شریعت ج ۲ ص ۱۳۴ مسئلہ نمبر ۳۹، نعیمی کتب خانہ گجرات)

(۲) (پ ۸ سورۃ الاعراف)

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑا جھوٹا ہے پھر آئے گا اس کا خیال رکھنا۔ (ملخصاً)

قارئین کرام!

اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ شیطان کو جھوٹا کہتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی شیطان کو سچ بولنے والا کہتے ہیں اب بریلوی حضرات کی مرضی کہ وہ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائیں یا اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایمان لائیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں اس سے اکذب کون جن کی تکذیب کرے قرآن۔ (۱)

۵......ارشاد رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں آسمان اور دو دن میں زمین یک شنبہ تا چہارشنبہ آسمان و پنج شنبہ تا جمعہ زمین نیز اس جمعہ میں **بین العصر والمغرب آدم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام** کو پیدا فرمایا۔ (۲)

تنقید:

اعلیٰ حضرت قرآن مجید کا ترجمہ بھی نہیں جانتا اگر ترجمہ جانتا ہوتا ایسے علمی کمالات کا اظہار نہ کرتا۔ حالانکہ قرآن مجید کے اندر صاف موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ پھر اس میں پہاڑ و نباتات کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ یہ چار دن ہوئے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ (۳)

کمال نمبر ۵ کے تحت جو عبارت اعلیٰ حضرت بریلوی کی پیش کی گئی ہے اس میں اور بھی کئی چیزیں قابل گرفت ہیں مگر راقم الحروف اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ آسمان کو چار دن میں پیدا کرنے کا قول قرآن مجید کی نص قطعی کے خلاف ہے اور آج تک یہ قول کسی عقل مند سے

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج۴ ص۷۴)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج۱ ص۷)

(۳) (دیکھئے پ۲۴ سورہ حم السجدہ)

منقول نہیں ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے کمالات کا کیا کہنا۔ بریلوی حضرات کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان وقلم نقطہ برابر خطا نہیں کرتی۔

فلہٰذا بریلوی حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنے اس جھوٹے نظریہ سے تائب ہو جائیں یا پھر قرآن مجید کے اس واضح فیصلہ کا ارتکاب کریں تاکہ بریلوی بننے کا لطف حاصل ہو جائے۔

٦ ......عرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **خَتَمَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ** تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔ ارشاد رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا۔ (انبیاء البتہ شہید کیے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا **یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ** فرمایا نہ کہ **یَقْتُلُوْنَ الرسل** . (۱)

تنقید:

قرآن مجید میں ختم اللہ نہیں بلکہ اس موقع پر کتب اللہ ہے۔ (۲)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بھی اپنے جاہل سائل کی طرح قرآن مجید سے ناواقف ہیں اس سائل پر گرفت کرتے اور قرآن مجید کو غلط پڑھنے سے روکتے۔

مگر اس موقعہ پر پروفیسر مسعود احمد صاحب کی ایک تحریر پیش کر دی جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

ملاحظہ ہو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں۔

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۳۶)

(۲) (دیکھئے پ ۲۸ سورہ المجادلہ)

گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ فرمان کہ ”رسول کوئی شہید نہیں ہوا۔“ قرآن مجید کی کئی آیات کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تین مقامات پر رسولوں کے قتل و شہید ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں: ”ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیاء کرام بلکہ بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا۔ قال سبحانہ **وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذَالِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ** (۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے جن اٹھارہ رسولوں کا ذکر کیا ہے وہ پ ۷ سورۃ الانعام رکوع نمبر ۱۶ میں موجود ہیں۔ ان میں زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا نام بھی ہے جو شہید ہوئے۔ فلھذا اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کے قول سے ثابت ہوا کہ رسول بھی شہید ہوئے۔ پس اعلیٰ حضرت بریلوی کی ایک بات یقیناً غلط ہے اور یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے علمی کمال کی دلیل ہے۔

۷...... ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن شریف میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ (۴)

---

(۱) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۵ مطبوعہ لاہور)

(۲) (دیکھئے پ ۱ رکوع نمبر ۱۱ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۷، پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۳، پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۷۰)

(۳) (لمعۃ الضحیٰ ص ۲۳ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد)

(۴) (احکام شریعت ج ۲ ص ۲۲۲ مسئلہ نمبر ۷۰ مطبوعہ گجرات)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی کی مذکورہ بالا عبارت میں دو باتیں بالکل جھوٹی ہیں۔

۱۔ حدیث شریف میں ڈاڑھی منڈانے والے پر غضب و ارادہ قتل کی وعید نہیں ہے اگر ہے تو بریلوی حضرات اس کا ثبوت پیش کریں۔

۲۔ قرآن شریف میں بھی ڈاڑھی منڈانے والے پر لعنت نہیں ہے اگر ہو تو ثبوت پیش کریں۔

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی سے پوچھا گیا۔ عرض: ڈاڑھی منڈانا اور کتروانا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ، ارشاد: کتروانا یا منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ گنا ہے اور عادت سے کبیرہ جسے فاسق معلن ہو جائے گا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھرنی واجب اگر اعادہ نہ کیا گناہگار رہو گا۔ (۱)

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ایک تعریف کبیرہ کی یہ ہے کہ جس پر حدیث میں لعنت آئی ہو یا وعید وارد ہو۔ (۲)

پس اعلیٰ حضرت بریلوی کا علمی کمال...... ملاحظہ کرو۔ ڈاڑھی منڈانا قرآن وحدیث کی رو سے لعنت و قتل کا حکم رکھتا ہے اور منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ بھی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

۸...... مسئلہ نمبر ۶۴ کیا قرآن شریف میں ڈاڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا حکم ہے اگر ہے کس جگہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو حدیث شریف میں کس جگہ سے سند لی گئی ہے؟

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۹۹)

(۲) (ملفوظات ج ۱ ص ۴۶)

تنقید:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **اھو الشوارب واعفوا اللحی خالفوا المجوس** لبیں پست کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ آتش پرستوں کا خلاف کرو۔ فقیر نے اپنے رسالہ **لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحی** میں پانچ آیتوں اور چالیس سے زیادہ حدیثوں سے داڑھی رکھنے کا ثبوت دیا ہے۔ (۱)

تنقید:

قرآن مجید کی پانچ آیتیں کون سی ہیں جس میں داڑھی رکھنے کا حکم ہو۔ امید یہ کہ بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کے علمی کمال کو ضائع نہیں کریں گے۔

۹ ...... مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّیْنَةٍ ''جو درخت تم نے کاٹے'' (۲)

تنقید:

یہ ترجمہ درست نہیں کیوں کہ **لینة** کے معنی کھجور کا درخت ہے۔ مطلق درخت مراد نہیں۔ **ما قطعتم** میں ما موصولہ ہے اور **من لینة** اس کا بیان ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ۔ **لینہ** مدینہ شریف میں ایک خاص نوع کی کھجور ہے۔

۱۰ ...... وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ (۳)

اور اپنے گدھے کو دیکھ کر جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔'' (ترجمہ رضویہ)

---

(۱) (عرفان شریعت ج ا ص ۱۳)

(۲) (ترجمہ رضویہ پ ۲۸)

(۳) (پ ۳ سورۃ البقرہ)

تنقید:

خط کشیدہ الفاظ قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ یہ قرآن مجید کے الفاظ کے خلاف ہے۔ چنانچہ آگے ذکر ہے۔ ”**وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ**“ اوران ہڈیوں کو دیکھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہڈیاں سلامت موجود تھیں چنانچہ حاشیہ میں مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں اور اپنے گدھے کو دیکھا تو وہ مرگیا تھا گل گیا اعضاء بکھر گئے تھے ہڈی سفید چمک رہی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

۱۱ ...... **وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا**

”اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا“ (۱)

اور مرادآبادی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ”اور جوش محبت مادری میں وابناہ وابناہ (ہائے ہائے بیٹے) پکار اٹھیں)

تنقید:

یہ قرآن مجید کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔ کیوں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے صبری کا ارتکاب کیا اور ہائے بیٹے ہائے بیٹے پکار اٹھیں اور شیعہ ہائے حسین ہائے حسین بولتے ہیں فلہٰذا شیعہ کی تائید قرآن مجید سے ثابت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ اس آیت کا صحیح معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل پریشان ہو گیا آگے قرآن مجید میں ہے جس کا خلاصہ ہے کہ قریب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے صبری کا ارتکاب کرتیں اگر خداتعالیٰ نے اس کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوا ہوتا۔“

---

(۱) (ترجمہ رضویہ، پ۲۰ سورۃ القصص آیت نمبر۱۰)

تمام ائمہ تفسیر یہی ترجمہ ومطلب بیان کرتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی نے شیعہ کی حمایت کے لیے ترجمہ میں تحریف کردی۔ یہ ہے اعلیٰ حضرت کا علمی کمال۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ سے پہلے کئی تراجم موجود تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کا ترجمہ فارسی میں، شاہ ولی اللہ کا فارسی میں، شاہ رفیع الدین صاحب کا اردو میں، (۱۲۵۵ھ) میں شاہ عبدالقادر کا (۱۲۰۵ھ میں) اردو میں سرسید احمد خان کا اردو میں (۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں) ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ اردو میں (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ اردو میں (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء میں) اسی طرح مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا عبدالحق حقانی تفسیر حقانی والے کا ترجمہ بھی مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ سے بہت پہلے ہو چکے تھے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان تراجم سے نقل ماری ہے جہاں ان تراجم کی پیروی نہیں کی وہاں اکثر جگہ ٹھوکر کھائی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ (۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء) میں ہوا ہے۔

۱۲...... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس میں برس سورہ بقر شریف ختم فرمائی اور بعد اختتام ایک اونٹ قربانی فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورہ بقر شریف بارہ برس میں پڑھی۔ (۱)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملاں خطرہ ایمان کا مصداق ہیں۔ بات کیا تھی اور اعلیٰ حضرت نے کیا بنا دی۔ اصل بات یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے خلیفہ

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۵۹)

مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز ص ۸۶ میں ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورہ بقر کو اس کے حقائق ودقائق کے ساتھ بارہ سال میں پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ختم کے روز ایک اونٹ ذبح فرما کر بہت کثیر کھانا پکوایا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کھلایا۔ (۱)

قارئین کرام!

اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اعلیٰ حضرت کا علمی کمال ملاحظہ کریں۔

۱۳......خودکشی کرنے والے کے تضاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔ (۲)

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ''خودکشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔ (۳)

فیصلہ قارئین حضرات پر ہے کہ کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت صاحب کا فتویٰ ہے۔

۱۴......عرض: حضور نمازی کے سامنے سے نکلنے کے لیے کتنا فاصلہ درکار ہے۔ ارشاد خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ قیام میں نظر سجود پر جمائے نظر کا قاعدہ ہے۔ جہاں جمائی جائے اس کے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ میرے تجربہ میں یہ جگہ تین گز ہے یہاں تک نکلنا مطلقاً جائز نہیں اس سے باہر باہر صحرا اور بڑی مسجد میں نکل سکتا ہے۔ مکان اور چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں جا سکتا۔ فقہائے کرام نے جس کو بڑی مسجد فرمایا ہے یہاں کوئی

---

(۱) (کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب ص ۷ انوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور)

(۲) (فتاویٰ افریقہ ص ۷۳ سوال نمبر ۳۹)

(۳) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۹۰)

نہیں سوائے مسجد خورازم کے جس کا ایک ربع چار ہزار ستون پر ہے بڑی مسجد ہے یا مسجد حرام شریف میں نمازی کے سامنے طواف جائز ہے۔ کہ وہ بھی مثل نماز عبادت ہے۔ (۱)

پھر اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا مسئلہ نمبر ۳۸:

ایک شخص نماز پڑھتا ہے اگر اس کے سامنے سے دوسرا شخص نکل جائے تو وہ شخص کتنے فاصلے پر نکل جانے سے گناہ گار نہ ہوگا؟

الجواب:

مکان یا چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک بغیر آڑ کے نکلنا حرام ہے اور جنگل یا بڑی مسجد میں ۳ گز کے فاصلے کے بعد نکلنا جائز ہے۔ ۴۷، ۴۸ گز مسافت کی جو مسجد ہو وہ بڑی مسجد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

قارئین کرام! یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فقہائے کرام کے نزدیک مسجد خوارزم جس کا ایک ربع چار ہزار ستون پر مشتمل ہے اور کل مسجد سولہ ہزار ستونوں پر مشتمل ہے۔ بڑی ہے اس کے سوا بڑی مسجد نہیں ہے اور مسجد حرام شریف بھی بڑی نہیں ہے تو اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب نے ۴۷، ۴۸ گز کی مسجد کو بیڑا کس لحاظ سے کہا ہے۔ اگر فقہاء کرام اس کو بڑا نہیں سمجھتے تو اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہ مذہب کہاں سے نکالا ہے۔

۱۵...... جدہ پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ (۳)

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ارشاد فرمایا کہ اس بار مجھے ۳۴ دن کامل بخار رہا، کسی وقت

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۹۱)

(۲) (عرفان شریعت ج ۱ ص ۸، ۹)

(۳) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۷)

کم نہ ہوا۔ انہوں نے کہا حضور جاڑا ابھی آتا تھا۔ اس پر ارشاد ہوا، جاڑا طاعون اور وبائی امراض جس قدر ہیں اور نابینائی و یک چشمی برص جذام وغیرہ وغیرہ کا مجھ سے نبی ﷺ کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہوں گے۔ (۱)

قارئین کرام!

اندازہ کریں کہ جب اعلیٰ حضرت بریلوی کی عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ کا وعدہ کیسے ہوا کہ بخار میں جاڑا (سردی) نہیں ہوگی۔

جب رسول اللہ ﷺ پر اعلیٰ حضرت بریلوی بہتان باندھ سکتے ہیں تو علماء حق پر بہتان باندھنا ان کا کوئی بڑا کمال نہیں ہے۔ بڑا کمال تو یہ ہے کہ وہ خدا اور رسول پر بہتان باندھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو راہ حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

۱۶...... مجھے نوعمری میں آشوب چشم اکثر ہو جاتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی۔ جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہ ہوا۔ (۲)

پھر اعلیٰ حضرت ہی فرماتے ہیں کہ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ پر آشوب آیا سوا پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے مجبور ہو کر اب ایک ہفتہ سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے۔ ۱۲/ ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۵۶، ۵۷)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۹ و حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۹۱)

لکھوادیا خدا تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے ضعف میں فرق نہیں الخ (۱)

ناظرین کرام!

اعلیٰ حضرت بریلوی کی دونوں تحریروں کو پڑھ کر آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں نیز اس واقعہ سے اس من گھڑت روایت کی حقیقت بھی آشکارا ہوگئی کہ جو شخص انگوٹھے چومتا ہے اس کی آنکھیں رمد (آشوب چشم) سے محفوظ رہتی ہیں۔ (ملخصاً)

اعلیٰ حضرت بریلوی سے زیادہ انگوٹھے چومنے والا کون شخص ہوسکتا ہے۔ جس نے اس مسئلہ پر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین.

۲۔ نھج السلامة فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامة.

۱۷...... مسئلہ نمبر ۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فخر جہاں کہنا کیسا ہے **بینوا توجروا**

تنقید:

فخر عالم یا فخر جہاں کہنا بے معنی ہے۔ شاہ جہاں کہہ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ایک مقلد یوں لکھتے ہیں: فخر عالم کے معنی وہ ہستی جس کی وجہ سے سارے جہانوں کو فخر حاصل ہوا ہو۔ حضور پیغمبر اسلام ﷺ کا لقب فخر دو عالم بھی ہے۔ (دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ طبع اول ص ۳۱۷) اعلیٰ حضرت کے مقلد نے فخر عالم کا معنی بہت پسندیدہ کیا ہے مگر کیا وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا محاسبہ بھی کریں گے کہ اس نے نبی

---

(۱) (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۲۹۸)

(۲) (عرفان شریعت ج ۲ ص ۷)

کریم ﷺ کے لقب کو بے معنی کہہ دیا ہے۔

۱۸......غزوہ (احزاب) میں رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا جا او رکافروں کو نیست ونابود کردے۔ اس نے کہا **الحلائل لا یخرجن باللیل** . بیبیاں رات کو باہر نکلتیں **فاعقمھا** تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔(۱)

تنقید:

ہوا، فرشتے، چاند، سورج، ستارے، یہ سب مجبور ہیں، ان کو کسی قسم کا انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی یہ بات بالکل بہتان پر مبنی ہے۔ بارہا تجربہ سے ثابت ہے کہ شمالی ہوا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔

۱۹......اور بارہا دیکھا کہ جہاں قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے قہقہے لگاتے ہیں کہ بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فانا اللہ وانا الیہ راجعون۔(۲)

تنقید:

مسلمانوں کی قبروں پر مسلمان پیشاب کرتے ہوں۔ یہ بات بہتان نظر آتی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی چونکہ آنکھیں خراب رہتی تھیں اس لیے ان سے خطا ہوگئی ہے۔ بریلی شہر کے مسلمان ایسے بے باک نہیں تھے کہ مسلمان قبر پر پیشاب کریں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کی قبر پر پیشاب کرنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ کمال ہے ورنہ کوئی مسلمان اس بات کو زبان پر نہیں لاسکتا اور

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۱۱۱)

(۲) (احکام شریعت ج ۱ ص ۶۸ مسئلہ نمبر ۲۰)

نہ ایسی گواہی دے سکتا ہے۔

۲۰…… عہد ماضی میں سلاطین اسلام رذیلوں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اب دیکھو نائیوں اور منہاروں نے علم پڑھ کر کیا کیا فتنے پھیلا رکھے ہیں۔ (۱)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ بیان محض غلط بیانی پر مبنی ہے ایک سلطان اسلام کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ جس نے دینی علوم میں رذیل لوگوں کے لیے حد بندی کی ہو۔

یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا سلاطین اسلام پر افترا ہے۔ اور مسلمان پیشہ وروں کو رذیل کہنا کافروں کا دستور تھا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کے ماننے والوں کو رذیل کہا۔ (۲)

مولانا نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں: ''کمینوں سے مراد ان کی وہ لوگ تھے جو ان کی نظر میں خسیس پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ قول جہل خالص تھا کیوں کہ انسان کا مرتبہ دین کے اتباع اور رسول کی فرماں برداری سے ہے۔ مال و منصب و پیشے کو اس میں دخل نہیں۔ دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو نظر حقارت سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔ (خزائن العرفان) پھر کچھ آگے چل کر مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان داروں کو رذیل کہتے ہو اور ان کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔''

پھر سورۃ الشعراء پ ۱۹ آیت نمبر ۱۱۱ میں نوح علیہ السلام کی قوم نے ایمان داروں کو ارذل کہا۔ تو مولانا مراد آبادی صاحب اس کے تحت لکھتے ہیں ''کمینے سے مراد ان کی غرباء اور

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۹۶)

(۲) (دیکھئے پ ۱۲ سورہ ہود آیت نمبر ۲۷)

پیشہ ورلوگ تھے۔ اوران کورذیل وکمین کہنا یہ کفار کا متکبرانہ فعل تھا۔ ورنہ درحقیقت صنعت اور پیشہ حیثیت دین سے آدمی کوذلیل نہیں کرتا۔

غنا اصل میں دینی غنا ہے اورنسب تقویٰ کا نسب (ہے)

مسئلہ:

مومن کورذیل کہنا جائزنہیں، خواہ وہ کتنا ہی محتاج ونادار ہو یا وہ کسی نسب کا ہو(۱)

قارئین کرام! اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا مسلمان پیشہ ورلوگوں کورذیل کہنا شریعت کی صریح مخالفت ہے۔ نائی (حجام) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔ منہار (چوڑیگر) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔ جیسا کہ ملفوظات کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ چوہڑے اور چمار (موچی) آپ کے نزدیک ناپاک (پلید) ہیں۔ دیکھئے اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام) اور اعلیٰ حضرت کے ایک مقلد نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ چمار (موچی) تو بےایمان ہونے کی حیثیت سے بھی ذلیل ہے۔ (۲)

لیجیے بے چارے موچی، بریلوی حضرات کے ہاں پلید و بےایمان ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نائیوں، منہاروں اور موچیوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ بریلوی مذہب میں ان کے متعلق کیا خیالات ہیں۔ جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک ولدالحرام، ولد الزنیٰ بھی قابل قدر ہیں۔

مسئلہ نمبر۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے۔ بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی۔ حتیٰ کہ وہ عالم ہو

---

(۱) (مدارک، خزائن العرفان)

(۲) (دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ طبع اول ص ۱۲۰)

گیا۔ نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیوں کہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا؟

الجواب:

نماز جائز ہونے میں تو کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کا سنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جب کہ حاضرین میں اس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو۔ (۱)

بلکہ یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔ (۲)

عرض: ولد الحرام کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

ارشاد: اگر اس سے علم و تقویٰ میں زیادہ اس کی مثل جماعت میں موجود ہو تو اسے امام بنانا نہ چاہیے ہاں اگر یہی سب حاضرین سے علم و تقویٰ میں زائد ہو تو اسی کو امام بنایا جائے۔ (۳)

عرض: رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے۔

اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔ (۴)

۲۱......عرض: حضور کیا جن و پری بھی مسلمان ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں (اور اسی تذکرہ میں فرمایا) ایک پری مشرف بہ اسلام ہوئی اور اکثر

---

(۱) (احکام شریعت ج۲ ص ۱۶۷)

(۲) (احکام شریعت ج ۲ ص ۲۹۶ مسئلہ نمبر ۱۰۸)

(۳) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۸۲، ۸۳)

(۴) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۴۱)

خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی۔ سبب دریافت فرمایا: عرض کی حضور میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہو گیا تھا وہاں گئی تھی راہ میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے اس نے کہا شاید رب العزت تبارک وتعالیٰ میری نماز قبول فرمالے اور مجھے بخشے۔ (۱)

تنقید:

راقم الحروف نے جب یہ حدیث پڑھی جو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائی ہے تو اس کی تحقیق شروع کر دی۔ علماء کرام سے پوچھا مگر کسی نے نشان و پتہ نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جوئندہ یابندہ کے تحت میزان الاعتدال ج۴ ص۱۹۰ (نمبر۸۸۰۱) میں منتصر بن الحکم کے ترجمہ میں مل گئی۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوعات ابن الجوزی میں واقع ہے۔ اور منقر بن الحکم مجہول ہے۔ شاید کہ اس نے اس حدیث کو گھڑا ہے۔ معلوم ہوا اعلیٰ حضرت بریلوی نے من گھڑت وجھوٹی روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر دی ہے۔

۲۲...... اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ مرگی فی الحقیقت ایک شیطان ہے۔

جو انسان کو ستاتا ہے حضور اقدس ﷺ کے دربار میں ایک عورت اپنی لڑکی کو لائیں۔ عرض کی صبح وشام یہ مصروشہ ہو جاتی ہے۔ حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اخرج عدو اللہ وانا رسول اللہ۔ نکل اے خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہو گئی اور وہ

---

(۱) (ملفوظات ج ا ص ۱۳، ۱۴)

عورت بے ہوش گئی۔ (۱)

تنقید:

راقم الحروف اس حدیث کو پڑھ کر پریشان ہوا کہ بدمعاش پیر اس حدیث کی آڑ میں لڑکیوں کے سینوں پر ہاتھ لگانا اور ٹٹولنا کہیں شروع نہ کر دیں۔ تو حدیث کی جستجو کی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱) میں یہ حدیث ملی۔ اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکا تھا۔ نہ کہ لڑکی جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔

اصل حدیث علماء وخطباء عظام کے لیے نقل کی جاتی ہے:

”وَعن ابْن عباس رضی اللہ عنہما قال ان امرأة جاء ت بابن لها الٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابنی به جنون انه لیاخذه عند غدائنا وعشاء نا فمسح رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره و دعا فشع ثعةً وخرج من جوفه مثل الجر والاسود ویسعٰی (۲)

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا علمی کمال۔

۲۳...... ”اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں“ حدیث میں **لاتمارضوا فتمهضوا به** بغیر تکلیف بیمار نہ بنو۔ کہ حقیقت بیمار ہو جاؤ گے۔ دوسری حدیث سخت تر ہے۔ ”**لا تمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار**“ جھوٹے بیمار مت بنو کہ سچے بیمار ہو جاؤ گے۔ اور مر جاؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔ (۳)

---

(۱) (ملفوظات ج۳ ص۹۳)

(۲) (رواه الدارمی مشکوة ص ۵۴۱)

(۳) (ملفوظات ج۴ ص۴۶)

تنقید:

پہلی حدیث بھی ضعیف ہے امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ منکر (اوپری) یعنی ضعیف ہے۔ (۱)

دوسری حدیث جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے پیش کی ہے وہ جاہل عوام کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں **و اما یزید العوام من قولھم فتموتوا فتدخلوا النار فلا اصل له اصلا** (۲)

پس ثابت ہوا کہ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت بریلوی عوام الناس میں شامل ہیں ورنہ جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھنا لازم آئے گا۔

۲۴...... اعلیٰ حضرت قبلہ کی حدت مزاج کا تذکرہ تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے ”**ان الحدة تعتری قراء امتی لعزة القران فی اجوافھم**“ قراء محاورہ حدیث میں علماء کو کہتے ہیں یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (۳)

تنقید:

اس حدیث کی جہاں تک راقم الحروف نے تحقیق کی ہے یہ بھی جھوٹی و من گھڑت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے۔ وہب بن وہب **ابو البختری** کذاب اس کی سند میں واقع ہے۔ چنانچہ میزان الاعتدال ج۴ ص۳۵۴ میں ہے ”**ان الحدة تعتری جماع**

---

(۱) (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج۲ ص۳۲۱ نمبر۳۴۸۱)

(۲) (موضوعات کبیر ص۱۳۸)

(۳) (ملفوظات ج۴ ص۳۹)

القرآن قيل لم يا رسول الله قال لغيرة القرآن فى اجوافهم وهذه احاديث مكذوبة'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹی نسبت کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

۲۵...... اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والے کو قتل کیا۔ اور اونٹ لے گیا۔ اسے قرأۃ سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔(۱)

تنقید:

اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے کئی جھوٹ بولے ہیں۔ (۱) عبدالرحمٰن قاری کو کافر کہنا (۲) اونٹوں پر حملہ آور قرار دینا (۳) چرانے والے کا قاتل قرار دینا (۴) اونٹوں کو لے جانا یہ سب جھوٹ ہیں اس لیے کہ حضرت عبدالرحمٰن قاری ایک قول کے مطابق صحابی رسول اکرم ﷺ کے ہیں اور ایک قول کے مطابق تابع ہیں اس کو کافر کہنا سخت جہالت ہے۔ انہوں نے نہ تو رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں پر حملہ کیا ہے، نہ محافظ کو قتل کیا نہ اونٹ لے گیا تھا۔ بلکہ یہ سب کاروائی عبدالرحمٰن فزاری کی ہے جو کہ کافر تھا۔ (دیکھئے صحیح مسلم ج۲ ص۱۱۴۔ وابوداؤد ج۲ص۲۲) اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسی ملفوظات ج۲ص۴۳ میں لکھا۔ اس عبدالرحمٰن قاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدہ جنگ ہولیا تھا۔ یہ وقت اس کے اس پورا ہونے کا آیا وہ پہلوان تھا اس نے کشتی مانگی انہوں نے قبول فرمائی۔ اس محمدی شیر (یعنی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) نے خوک شیطان کو دے مارا خنجر لے کر اس کے سینہ پر سوار ہوئے (الخ) پھر اعلیٰ حضرت بریلوی کی یہ عبارت بھی کئی غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے۔

---

(۱) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج۲ص۴۲)

(۱) عبدالرحمٰن قاری نہیں بلکہ عبدالرحمٰن فزاری تھا۔ (۲) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی جنگ میں پھر لڑائی کا وعدہ نہیں ہوا تھا۔ نہ حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ (۳) عبدالرحمٰن فزاری کے پہلوان ہونے کا ذکر حدیث میں نہیں اور نہ کشتی مانگنے کا ذکر ہے۔ بلکہ حدیث میں یوں ہے کہ حضرت الاخرم اسدی نے عبدالرحمٰن فزاری کے گھوڑے کو قتل کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن نے حضرت الاخرم الاسدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور الاخرم اسدی کے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہوئی۔ تو عبدالرحمٰن فزاری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو قتل کر دیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کر دیا۔ (۱)

یہ کشتی ایسی نہ تھی کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور پھر خنجر لے کر سینہ پر سوار ہو گئے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے سارے واقعہ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث شریف کی مشہور کتابوں سے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی ناواقف ہے اور جو آدمی حدیث شریف کے فن کے ناواقف ہے وہ فقیہ نہیں ہو سکتا مجتہد ہونا تو بڑی بات ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں ”محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل ہے۔“ (۲)

بریلوی عالم فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ کوئی عالم دین اس وقت تک فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے حدیث میں بہ تمام وکمال عبور نہ ہو کہ فقہ کی تعریف میں یہ حقیقت سموئی ہوئی ہے۔ (۳)

---

(۱) (صحیح مسلم وابوداؤد)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۴۸)

(۳) (امام احمد رضا اور علم حدیث ص ۶ مرکزی مجلس رضا لاہور)

فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کسی دار العلوم یا یونیورسٹی میں داخل نہیں ہوئے بلکہ اپنے گھر پر علوم وفنون حاصل کیے۔ (۱)

نیز موصوف لکھتے ہیں: ایک وضعی حدیث کا بیان کرنا جہنم خریدنا ہے۔ (۲)

اعلیٰ حضرت نے تو کئی وضع حدیث کو بیان ہے۔

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں: ''میں ایک بار ایک پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تفسیر آٹھ ورق جمع کیں جب والد ماجد قدس سرہٗ کے حضور پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمادیا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ (۳)

واقعی اعلیٰ حضرت کے اکثر فتاویٰ رد کرنے کے لائق ہیں۔

ناظرین کرام ہم نے پچیس مثالیں پیش کر دی ہیں جس سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے فتاویٰ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

---

(۱) (امام احمد رضا اور علم حدیث ص ۱۳)

(۲) (امام احمد رضا ص ۳۸)

(۳) (ملفوظات ج ا ص ۹۹)

علم غیب کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

فرقہ بریلویہ کے مناظرِ اعظم مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

اے امت مصطفیٰ a کسی دیو بندی، وہابی کی اقتدا میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنا لینا کہ نبی a کو علم غیب مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی اگلا پچھلا نہیں ورنہ یاد رکھو کملی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے گا پھر ہاتھ نہ آئے گا آپ کی سفارش سے بھی محروم ہو گے اور وہ تو اس عقیدہ پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے۔ آپ حضور a منبر پر چڑھ کر علی الاعلان مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھا دیں اور تم سرے سے آپ کی ذات عالمہ کو اس سے بے خبر کر دو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قصر دیو بند میں ہی رکھے تاکہ دوسرے لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو قصر جہنم میں نہ لے جاؤ۔ (۱)

فرقہ بریلویہ کے حکیم الامت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اوجھانوی بدایونی گجراتی لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ حضور k اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرماتے۔ اسی لیے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غارِ حرا میں پہلی بار آ کر عرض کیا اِقْرَاْ آپ پڑھیے یہ نہ عرض کیا کہ فلاں آیت پڑھیے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور k نے فرمایا مَا اَنَا بَقَارِءٍ میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں۔ پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور k کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحبِ قرآن ہیں۔ بغیر وحی کے

---

(۱) (مقیاس حنفیت ص ۴۶۵)

نبوت کیسی؟ لہٰذا ماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں۔ آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ رب نے مجھے کتاب دی۔

معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لیے فرمایا۔ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم وحکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ (۱)

مولانا غلام فرید ہزاروی گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

علم غیب سے متعلق ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور k کو جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ازابتدائے آفرینش تا دخول جنت ونار بلکہ اس بھی کچھ زائد جنت ونار میں داخل ہونے کے حالات وواقعات کا بالتدریج وبواسطہ قرآن کریم علم عطا فرمایا ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اور حضور k کا علم پاک مندرجاتِ لوح محفوظ وجمیع جزئیات خمسہ کو بھی شامل ہے اور بایں ہمہ عطا ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی وقدیم غیر متناہی ہے۔ (۲)

فرقہ بریلویہ کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس طرح حضور a کی شان اقدس میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت وگستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے۔ اسی طرح آپ a کو الوہیت وخدائی اختیارات وخدائی صفات سونپ

---

(۱) (جاء الحق ج ا ص ۱۳۷، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار روڈ گجرات)

(۲) اثبات علم الغیب ص ۳۰)

کر مسند کن فیکون پر سجا کر آپ کو اللہ کے خزانوں کا مالک، ہر دو عالم کے مختار اور عالم الغیب وغیرہ بتلانا۔ یہ خود صریح ضلالت و گمراہی ہے۔ شان الوہیت میں گستاخی اور کھلا ہوا شرک ہے، جس طرح محبت عیسوی کے پردے میں مسیح کی الوہیت پیدا ہوئی۔ محبت اہل بیت کے نام پر شیعیت نے جنم لیا۔ اسی طرح عشق رسالت کا لبادہ اوڑھ کر مسئلہ علم غیب نبوی پیدا کیا گیا اور قرآن و حدیث سے نا آشنا قوم کے ایمان کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ رافضیوں اور شیعوں نے اہل بیت اور اپنے اماموں کے لیے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ بعد میں ہوگا'' اُس سب کا علم مانا۔ مزید مالک و مختار بھی جانا بعض بدبختوں نے تو حضرت علی I کو خدا کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ اسی کا نام انہوں نے محبت اہل بیت رکھا۔

مولوی احمد رضا صاحب بریلوی بن نقی علی نے ان فرقوں کی دیکھا دیکھی حضور a کے لیے ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت، محشر، جنت و دوزخ کے داخلے تک تمام ممکن حاضر و غائب چیزوں کا علم یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان سب کا علم۔ آپ a کو مانا بلکہ اولیاء اللہ کو بھی علم غیب دیا گیا۔

دراصل یہ الفاظ کا الٹ پھیر ہے، الفاظ کا سہارا لے کر اللہ کی توحید اور وحدت پر حملہ کیا گیا ہے۔

دراصل علم غیب بلا شرکت غیر اللہ کی صفت، ملکہ و طاقت ہے یعنی اس کا علم، ادراک، دریافت، مشاہدہ ظاہر باطنی حواس، عقل، کشف و انکشاف کے واسطے نہ ہو بلکہ بنا کسی وسیلے، بنا کسی سبب کے وہ خود اس پر مطلع ہے۔ کیوں کہ اللہ محیط الکل ہے۔ اس کا علم کسی وسیلے کا محتاج نہیں، زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں۔ بخلاف انبیاء j ، اولیاء کرام و فرشتوں کو غیب کی اطلاع اللہ کی اطلاع و اظہار سے اور انبیاء j کی اطلاع

سے دوسری مخلوق غیب پر مطلع ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ کا حکم ہے۔

(۱) ﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ﴾ (۱)

"کہیے کہ غیب صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔"

(۲) ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (۲)

"کہیے جو بھی آسمان و زمین میں ہیں (جنات، انسان، فرشتے) وہ غیب کا علم نہیں رکھتے مگر اللہ۔"

انبیاء j پر غیب کا اظہار و اطلاع ہوتی ہے، غیب کی عطا نہیں، اللہ بنا شرکت غیر اطلاع دہندہ غیب ہے۔ اس کے بتانے اور ظاہر کرنے سے کسی کو غیب کی اطلاع ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے تعلیم غیب کو اظہار غیب اور اطلاع غیب کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ عطاء غیب سے نہیں، کیوں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے جس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے:

(۳) ﴿وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ﴾ (۳)

"اور اللہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔" یعنی ہمہ وقت ہر ہر بچہ دانی پر اس کی نظر ہے کہ اس میں کیا ہے، خواہ چیونٹی ہو یا مچھر یا کسی بھی حیوان کی بچہ دانی ہو۔

(۴) ﴿اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ﴾ (۴)

---

(۱) (یونس: ۲۰)

(۲) (نمل: ۶۵)

(۳) (لقمان: ۳۴)

(۴) (رعد: ۸)

’’اللہ کو سب خبر ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ کے حمل میں ہے اور جو کچھ بچہ دانیوں میں کمی بیشی ہوتی ہے۔‘‘

اگر انسان الٹرا ساؤنڈ ایکسرے وغیرہ ایجاد کر کے یہ دعویٰ کرے کہ رحم میں ہم نے دیکھ لیا ہے۔ ہمیں علم غیب حاصل ہے۔ یہ ایسا ہی دعویٰ خاں صاحب بریلوی کا ہے کہ فلاں ولی نے بتایا اس عورت کے شکم میں لڑکا یا لڑکی ہے یہ علم غیب کی دلیل ہے۔

دراصل علم غیب کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس کی کوئی چیز بھی کسی بھی آن پوشیدہ نہ رہے۔

(۵) ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا اِلاَّ هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ اِلاَّ يَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَلاَ يَابِسٍ اِلاَّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ☆﴾ (۱)

’’اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ اُس کو جانتا ہے اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر وہ سب کتاب مبین میں ہیں۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور a کو بے حد و بے غائت اخبار غیبیہ سے نوازا۔ بے حد وحساب اسرار و مغیبات کی سیر کرائی مگر آپ عالم الغیب نہیں علم غیب تو اللہ کی صفت ہے۔ قرآن کریم میں کتنی ہی جگہ ہے۔

(۶) ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ☆﴾ (۲)

---

(۱) (الانعام:۵۹)

(۲) (الحشر:۲۲)

”غیب وحاضر کا جاننے والا وہی رحمٰن ورحیم ہے۔“

(۷) ﴿عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ☆﴾ (۱)

”غیب وشہود کا جاننے والا وہی حکیم وخبیر ہے۔“

(۸) ﴿وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ (۲)

”اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب“

(۹) ﴿عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ☆﴾ (۳)

”غیب وشہود کا جاننے والا سب سے بڑی شان والا ہے۔“

(۱۰) ﴿وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۴)

”اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب“

(۱۱) ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۵)

”بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے غیب۔“

(۱۲) حضور ﷺ سے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (۶)

”کہیے جو بھی آسمان وزمین میں ہیں (جنات، انسان، فرشتے) وہ غیب کا علم نہیں رکھتے مگر اللہ۔“

---

(۱) (الانعام:۷۳)

(۲) (ہود:۱۲۳)

(۳) (الرعد:۹)

(۴) (نحل:۷۷)

(۵) (حجرات:۱۸)

(۶) (نمل:۶۵)

(۱۳) ﴿قُل لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ (۱)

”تم کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں (میرا یہ دعویٰ نہیں ہے) اور نہ میں غیب کو جانتا ہوں۔“

(۱۴) ﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ☆﴾ (۲)

”تم کہہ دو بے شک غیب تو اللہ کے لیے ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں“

(۱۵) ﴿قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۳)

”تم کہہ دو اللہ خوب جانتا ہے وہ (اصحاب کہف) کتنی مدت رہے تمام آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب اسی کو ہے۔“

قرآن کریم میں ہے:

(۱۶) ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَکُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ (۴)

”تمہارے قرب و جوار میں اور کچھ مدینہ والوں میں پکے سرکش منافق ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔“

(۱۷) اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں نے بطور امتحان سوال کیا آپ نے فرمایا کل بتا دوں گا۔ امید تھی کہ وحی کے ذریعے اللہ بتا دے گا۔ تقریباً اٹھارہ دن تک وحی نہیں آئی۔ آپ a غمگین و رنجیدہ ہیں۔ اللہ کا حکم نازل ہوا۔

---

(۱) (انعام:۵۰)

(۲) (یونس:۲۰)

(۳) (کہف:۲۶)

(۴) (التوبہ:۱۰۱)

﴿وَلَا تَـقُـوْلَـنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا☆ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ﴾ (۱)

''تم کسی بھی چیز کے بارے میں ہرگز مت کہنا کہ کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے۔''

اللہ نے حضور a کو نصیحت فرمائی کہ بغیر ان شاء اللہ کے کوئی وعدہ نہ کرو اور اگر کسی وقت بھول بھی جاؤ تو پھر یاد کر کے کہہ لیا کرو۔

معلوم ہوا کہ نہ آپ عالم الغیب تھے نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا۔ اور نہ ہی اس بارے میں قدرت واختیار تھا کہ کیوں کہ نسیان، بھول جانا، عالم الغیب، مالک ومختار کی ضد ہے۔ ناممکن ہے کوئی عالم الغیب ہو، مالک ومختار ہو اور انہیں بھول بھی ہو۔

(۱۸) انبیاء j میں کسی کو بھی علم غیب نہیں دیا گیا۔

حضرت نوح k فرماتے ہیں:

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَـکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ (۲)

''میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب نہیں جانتا ہوں۔''

(۱۹) ابراہیم k کے پاس فرشتے انسان کی شکل میں آئے اور انہیں سلام کیا۔ ابراہیم k نے یوں جواب دیا: ﴿قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ﴾ ''سلام ہو تم پر تم انجان لوگ معلوم ہوتے ہو۔''

اس کے بعد کھانے کے لیے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ لیکن مہمانوں نے کھایا نہیں۔ ابراہیم k کہنے لگے: ﴿اَلَا تَاْکُلُوْنَ﴾ ''آپ لوگ کیوں نہیں کھاتے؟''

---

(۱) (کہف: ۲۳، ۲۴)

(۲) (ہود: ۳۱)

اور مہمانوں کے نہ کھانے کی وجہ سے دل میں خوف زدہ ہوئے۔ مہمان کہنے لگے:

’’خوف مت کرو، ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں‘‘ اور ابراہیم k کو فرزند کی بشارت دی۔ آپ کی بیوی وہیں موجود تھیں۔ حیرت سے چلاتی ہوئی بولیں کہ مجھ بوڑھی بانجھ کے بچہ؟ (۱)

معلوم ہوا نہ ابراہیم k کو اور نہ آپ کی بیوی کو علم غیب تھا۔ اگر علم غیب ہوتا تو فرشتوں کو پہچاننے میں کوئی مشکل نہ ہوتی۔ نہ آپ بھنا ہوا بچھڑا پیش فرماتے اور نہ کچھ خوف ہوتا اور نہ آپ کی بیوی کو حیرت ہوتی۔

(۲۰) اسی طرح لوط k کے پاس فرشتے خوبصورت نوعمر لڑکوں کی شکل میں آئے وہ انہیں پہچان بھی نہ سکے۔ قوم کی خصلت وعادت سے واقف تھے۔ ان سے زیادتی کا اندیشہ تھا کہنے لگے:

﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (۲)

’’کاش مجھے قوت ہوتی (میرا زور چلتا) یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا (کوئی ناصر ومددگار ہوتا)‘‘

معلوم ہوا لوط k نہ مالک ومختار تھے نہ ہی عالم الغیب۔ اگر ایسا ہوتا تو کیوں اس قدر بے چارگی کا اظہار فرماتے۔

مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں:

جب یعقوب k مصر کے قریب پہنچے...... جب آپ کی نظر یوسف k کے لشکر پر پڑی ......فرمایا......اے یہودا کیا یہ فرعونِ مصر ہے جس کا لشکر اس شوکت وشکوہ سے آ رہا

---

(۱) (الذاریات:۱۳۴)

(۲) (ہود:۸۰)

ہے؟......عرض کیا......نہیں یہ حضور کے فرزند یوسف k ہیں۔‘‘(۱)

(۲۱) خود حضور a کو زہر دیا گیا۔ کچھ عرصہ تکلیف کا احساس رہا۔ آپ a کو سب سے زیادہ ستایا گیا۔ سب سے زیادہ ایذائیں دی گئیں لیکن قرآن کریم میں آپ کی زبانی اعلان کرایا۔

﴿لَوْ كُنتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ (۲)

’’اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوتی اور ہمیشہ راحت رہتی۔‘‘

(۲۲) اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم شہادت اہل بیت، امہات المومنین ازواج المطہرات راضوان اللہ علیہن کی ہے ان سے زیادہ حضور a سے کون واقف ہوگا کہ آپ غیب جاننے والے تھے کہ نہیں؟

قرآن کریم پارہ نمبر ۲۸ سورہ تحریم میں ایک واقعہ نقل ہے۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهِ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ (۳)

ترجمہ مولوی احمد رضا صاحب......’’اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے راز کی بات فرمائی۔ پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اس کی خبر دی۔ بولی حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔‘‘

---

(۱) (خزائن العرفان ۲۱۶/ ۳۵۷)

(۲) (اعراف:۱۸۸)

(۳) (التحریم:۳)

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور a نے اپنی کسی بی بی سے ایک راز کی بات کہی۔ اتفاق سے ان بی بی نے وہ بات دوسری بی بی سے بتلا دی۔ اس بات کو اللہ نے آپ a پر ظاہر فرما دیا۔ آپ a نے ان بی بی سے شکایت فرمائی تو وہ کہنے لگیں...... **قَالَتْ مَنْ اَنبَاکَ ھٰذَا ؟**...... بولی حضور کو کس نے بتایا؟ حضور a نے فرمایا: **نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ**...... ’’مجھے اللہ علیم وخبیر نے بتلایا ہے۔‘‘

اگر حضور a عالم الغیب ہوتے تو یہ راز کی بات کیوں بیان فرماتے اور نہ ام المومنین یہ سوال فرماتیں کہ یہ راز کی بات کس نے بتلائی۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتی تھیں کہ آپ a تو عالم الغیب ہیں۔ آپ a پر کوئی راز راز نہیں۔ ہاں وہ اتنا ضرور جانتی تھیں کہ آپ اللہ کی اطلاع پر ہی مطلع ہوتے ہیں۔ لیکن بریلوی فرماتے ہیں کہ آپ کو مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا علم تھا۔

(۲۳) بخاری شریف کتاب التوحید باب اللہ تعالیٰ کا قول **عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا** (وہ غیب جاننے والا ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا)

حضرت عائشہ m فرماتی ہیں کہ جو شخص تم سے کہے کہ آپ a غیب جانتے ہیں وہ کاذب جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(من حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب)

(۲۴) حضرت قتادہ I کے چچا کے گھر چوری ہوئی جن لوگوں پر چوری کا غالب گمان تھا ان کی شکایت حضور a سے کی یہ لوگ چور ہیں۔ وہ سب لوگ جمع ہو کر حضور کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ قتادہ ہم کو ناحق بدنام کرتے ہیں۔ یہ کام ہرگز ہمارا نہیں ہے اور پوری صفائی پیش کی۔ آپ a نے قتادہ I کو بلایا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ قتادہ تم نے ناحق غلط طریقے سے لوگوں کو بدنام کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حضور کی ناراضگی سے

مجھے بہت صدمہ ہوا۔ اللہ نے وحی کے ذریعہ حضور a پر ظاہر فرما دیا کہ چور واقعی وہی ہیں۔ اس کے بعد سامان بھی برآمد ہوا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ سب کیوں ہوتا؟

(۲۵) بخاری شریف **کتاب التمنّی** ......حضور a کا فرمانا کہ اگر میں پہلے ہی سے اپنے کام کے متعلق جان لیتا جو میں نے بعد میں جانا...... "**قول النبی صلی الله علیه وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت**"

حدیث حضرت عائشہ m ......"**قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الھدی ولحللت مع الناس حین حلّو**"

حضرت عائشہ صدیقہ m فرماتی ہیں کہ حضور a نے فرمایا کہ اگر میں پہلے سے اپنے کام کے بارے میں جان لیتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں ہدی (قربانی کا جانور) نہ ہانک لاتا اور لوگوں کے ساتھ احرام سے باہر ہوتا جب وہ لوگ احرام سے باہر ہوئے۔

(۲۶) **کتاب التمنّی** بخاری شریف حضرت جابر بن عبداللہ I سے یہ روایت اس طرح ہے اور پوری تفصیل کے ساتھ ہے کہ ہم سب حضور a کے ساتھ چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ آپ a نے فرمایا اگر میں پہلے سے وہ بات جان لیتا جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام کھول دیتا۔

اگر آپ a کو مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا علم ہوتا تو آپ ہرگز یہ نہ فرماتے۔ یا اگر آپ مالک ومختار ہوتے تو کچھ اور ہی حکم ہوتا بلکہ آپ a نے یہ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ سے تم میں سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام نہ کھول دیتا۔ جیسا کہ تم کھولتے ہو اگر مجھے پہلے سے

وہ معلوم ہوتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں قربانی کا جانور نہ لاتا۔ بخاری شریف کتاب الاعتصام بالسنہ۔ یہ روایت حضرت جابر I سے دوسندوں سے مروی ہے۔

(۲۷) بخاری شریف کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں

حضرت انس I سے روایت ہے کہ کچھ قبائلی لوگ حضور a کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کچھ مبلغین بھیج دیجیے ہم اور ہمارے قبائل ایمان لانے کو تیار ہیں۔ آپ a نے ستر صحابہ، اصحاب صفہ انصار میں سے جو قرآن کے حافظ و قاری تھے، ان کو ساتھ کر دیا۔ ان ظالموں نے غداری کی۔ تمام صحابہ کو شہید کر دیا۔ حضور a کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ آپ a کو بے انتہا رنج وغم ہوا۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے آپ پر اتنا شدید غم کبھی نہیں دیکھا رنج وغم کے آثار تقریباً ایک ماہ تک رہے۔ آپ نے ایک ماہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اور نام لے کر بددعا فرمائی۔

آپ a کی حیات طیبہ میں صدہا واقعات اس طرح کے پیش آئے۔ اگر بریلوی حضرات کے بقول حضور a مالک ومختار، عالم الغیب ہوتے تو اس طرح کے واقعات کیوں پیش آتے۔ آپ a کو کیوں تکلیفات پیش آئیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ a کو حکم دیا کہ یہ کہو

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱)

حضور a سے خطاب ہے کہ تم کہہ دو کہ میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا مالک ومختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب کی باتیں جاننے والا ہوتا تو میں بہت بھلائی منافع حاصل کر لیتا اور کوئی برائی نہیں لگتی۔ میں تو محض خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

---

(۱) (اعراف:۱۸۸)

(۲۸) قرآن کریم میں دس بارہ جگہ سے زیادہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ قیامت کے واقع ہونے کا علم وہ کب آئے گی؟ اللہ نے اس علم کو اپنے لیے خاص کر رکھا ہے بلکہ چھپا رکھا ہے نہ کسی مقرب سے مقرب فرشتے کو نہ کسی نبی اور نہ رسول کو نہ کسی ولی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْـَٔلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ☆﴾ (۱)

”تم سے یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ تم کہو اُس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے اُسے اللہ اُس کے وقت پر ظاہر کرے گا، آسمان و زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا تم پر وہ اچانک آئے گی۔ وہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تم اُس پر خوب تحقیق کر چکے ہو کہہ دو کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

(۲۹) **﴿یَسْـَٔلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا☆﴾** (۲)

”لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں تم کہہ دو کہ اس کی خبر اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید وہ گھڑی پاس ہو۔“

(۳۰) **﴿وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ☆ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾** (۳)

---

(۱) (اعراف:۱۸۷)

(۲) (احزاب:۶۳)

(۳) (ملک:۲۶،۲۷)

”یعنی جس قیامت کا تم بار بار وعدہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا۔ حضور a سے خطاب ہے کہ یہ کہہ دو بے شک (قیامت کا) علم تو اللہ کے پاس ہے۔“

(۳۱) ﴿وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ☆ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (۱)

”وہ لوگ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے، اگر تم سچے ہو، تم کہہ دو کہ میں تو اپنے برے بھلے کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔“

(۳۲) ﴿وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ☆﴾ (۲)

”وہ مشرک سر مٹکا مٹکا کر کہیں گے یہ کب ہوگا؟ تم کہہ دو شاید یہ قریب ہو۔“

(۳۳) ﴿اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (۳)

”قیامت کا علم اللہ کے حوالے ہے۔“

(۳۴) ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (۴)

”اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف جانا ہے۔“ (کنز الایمان)

(۳۵) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (۵)

---

(۱) (یونس: ۴۸، ۴۹)

(۲) (بنی اسرائیل: ۵۱)

(۳) (حم سجدہ: ۴۷)

(۴) (زخرف: ۸۵)

(۵) (لقمان: ۳۴)

''اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر، وہ بارش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبردار ہے۔''

(۳۶) ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا﴾ (۱)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت آنے والی ہے میں اس کی پوشیدہ رکھوں گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس f یہ وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے براہ راست قرآن، صاحب قرآن a سے حاصل کیا۔ ان حضرات کی تفسیر و قرأت ہی اصل ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت کو اس طرح پڑھا۔

ان الساعة آتية اكاد اخفيها من نفسى......

''قیامت آنے والی ہے اگر ممکن ہوتا تو میں اس کو اپنے نفس سے بھی چھپا لیتا۔ یعنی اس نے قیامت کے علم کو اس قدر پوشیدہ رکھا ہے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ اس کو اپنے سے بھی چھپا لیتا۔ (۲)

(۳۷) عبداللہ بن عباس o نے فرمایا: **ان الساعة آتية اكاد اخفيها يقول لا اظهر عليها احدًا غيرى......** قیامت آنے والی ہے میں اپنے علاوہ کسی کو اس کی اطلاع نہ دوں گا۔'' (۳)

(۳۸) بخاری شریف حدیث جبریل و مسلم شریف...... حضرت ابوہریرہ I سے روایت ہے کہ ایک دن حضور a لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک ایک اجنبی

---

(۱) (طہٰ: ۱۵)

(۲) (درمنثور ج ۴ ص ۹۸، ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۹، جامع البیان ۲۵۹، ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

(۳) (تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۹۸، درمنثور ج ۴ ص ۲۹۶، ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

شخص آیا اور اس نے آپ a سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ a نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، آخرت پر اللہ کے ملنے پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت میں اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس شخص نے کہا اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اس شخص نے کہا احسان کیا ہے؟ آپ a نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اسے نہ دیکھو تو یہ خیال رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ قیامت کب ہو گی؟ آپ a نے فرمایا: **قال ما المسئول عنها باعلم من السائل** جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے (وہ خود) سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا یعنی نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں اور میں اس کی علامتیں بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے اور جب اونٹ چرانے والے بڑی عمارتوں میں رہنے لگیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے اور قیامت کا علم تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر نبی a نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

”بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی علم، وہ بارش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبردار ہے۔“

راوی حدیث ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی a نے ان باتوں کو ایمان سے بتلایا۔

لیکن یہ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ حضور a کو قیامت کا علم تھا کہ وہ کب واقع ہوگی۔

مولوی نعیم الدین صاحب ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ اس طرف

گئے ہیں کہ نبی a قیامت کے وقت کو جانتے تھے۔ اللہ کے بتائے سے۔ (۱)

مفتی احمد یار خاں صاحب نے ان تمام آیات قرآنی کو پیش کر کے توجیہ لکھ کر قرآن کے ساتھ بے انتہا رکیک حرکت کی ہے۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے براہ راست خود رسول اللہ a سے آیات اور ان کی تفسیر سنی ہے۔ ان سے ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دے بھی نہیں سکتے۔ لکھتے ہیں کہ حضور k کو

’’علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا۔‘‘ (۲)

یہی خاں صاحب حدیث جبرئیل **ما المسئول باعلم من السائل** کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ ’’اے جبرائیل اس مسئلے میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے، مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔ اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔‘‘ (۳)

مفتی صاحب کے اس جواب سے یہ بات لازم آتی ہے کہ دراصل بات یہ تھی نعوذ باللہ بے چارے جبرئیل سے غلطی ہو گئی کہ ناحق یہ پوچھ بیٹھے کہ قیامت کب ہو گی؟ ثم نعوذ باللہ یا یہ بات تھی کہ وہ بنا اللہ کی مرضی کے خود آ گئے اور یہ سوال کر بیٹھے۔ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** ان کور چشموں کو معلوم نہیں کہ حضور a نے اس حدیث جبرئیل میں فرمایا: **ھٰذا جبرئیل جاء یعلم الناس دینھم**...... ’’یہ جبرئیل لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔‘‘ دین چھپانے نہیں آئے تھے۔

ایک اور جگہ بھی یہی مولوی احمد یار خاں اوجھانوی علم غیب کے ثبوت میں لکھتے ہیں۔

بگفت احوال ما برق جہاں است — دم پیدا و دیگر نہاں است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم! — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

---

(۱) (الکلمۃ العلیا، مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۱۱۸)

(۲) (جاء الحق احمد یار خاں ص ۱۱۸)

(۳) (جاء الحق احمد یار خاں ص ۹۸)

فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا‘‘ (۱)

مفتی صاحب اس شعر کے آخری مصرعے کو گول کر گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یعقوب k اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ ہمارا حال بجلی کے مانند ہے جو کبھی ظاہر تو کبھی پوشیدہ۔ اسی طرح کبھی ہم علم کی بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں اور کبھی بے خبری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے پیر کے پیچھے بھی نہیں دیکھ پاتے۔‘‘ یہ بے چارے اس کا ترجمہ کیا کرتے؟ ع

شیخ سعدی خود فرماتے ہیں

علم غیب کس نمی داند بجز پروردگار　　ہر کسے گوید کہ میدانم از او باد مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل　　جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

یعنی اللہ رب العالمین کے علاوہ علم غیب کوئی نہیں جانتا اور جو شخص یہ کہے کہ میں جانتا ہوں اس کا یقین مت کر۔ حضور a کچھ نہیں فرماتے جب تک جبرئیل نہ فرماتے تھے اور جبرئیل بھی بنا حکم خداوندی ہرگز کچھ نہیں کہتے تھے۔

سورہ حج کی آیت:

﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيْمٌ☆ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ (۲)

اے لوگو اللہ سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے، جس دن تم دیکھو گے دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچوں کو بھول جائے گی ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا نشے میں حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے۔‘‘

یہ آیت بریلویوں کے ’’مفروضہ علم غیب‘‘ کے خلاف ہے۔

---

(۱)　(جاء الحق علم غیب پر اعتراض ص ۱۱۲)

(۲)　(حج: ۱، ۲)

ان بریلویوں نے عوام کو دھوکا دینے کے لیے عطائی کا گورکھ دھندہ بنایا۔ اپنے جلسوں میں علم غیب کے نعرے، کتابوں میں عطائی عطائی کی رٹ، بریلوی حضرات بتلائیں۔ ذات خداوندی کے علاوہ کوئی بھی ایسی چیز ہے۔ جو عطائی نہ ہو، چاند سورج، ستارے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، اس کا ہر ذرہ، غرض دنیا و مافیہا کیا عطائی نہیں؟ کیا حضور a کو صرف علم غیب ہی عطائی ملا؟ آپ خود اور آپ کی کون سی چیز عطائی نہیں ہے، جسم و جان، علم واخلاق، صبر و رضا، شکر و وفا، ایثار افعال، رفعت و عزت، منصب، سخاوت، شجاعت، قناعت، عبادت، نبوت، ورسالت شفاعت...... کیا یہ سب آپ کی ذاتی صفات ہیں۔ یہ عطائے الٰہی نہیں ہیں؟

قرآن کریم نے جب صاف صاف علم غیب کے عنوان ہی کو آپ a کے لیے نہیں رکھا اور صاف صاف اس کی نفی کر دی تو پھر اس عنوان کو آپ کے لیے ثابت کرنا انتہائی درجے کی گستاخی ہے۔

خود حضور a نے فرمایا شفاعت کبریٰ کے وقت مقام محمود پر میں اللہ کی ایسی حمد بیان کروں گا۔ نہ کسی نے اب تک ایسی حمد بیان کی ہوگی اور نہ آئندہ کوئی حمد کر سکے گا۔ اور وہ اس قت بھی میرے علم میں نہیں۔

حوض کوثر پر فرشتے بعض لوگوں کو کوڑے مار کر ہٹائیں گے۔ حضور a فرمائیں گے۔ اصحابی، اصحابی یہ تو میرے ہیں۔ میرے ہیں۔ فرشتے کہیں گے **انک لا تدری ما احدثو بعدک** آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا، بدعتیں ایجاد کیں۔

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ”لوگوں کی کمزوریاں میرے سامنے لا کر مت رکھو میں چاہتا ہوں کہ تم سب سے ٹھنڈے سینے سے رخصت ہوں۔“

حاضر و ناظر کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ (۱)

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ (۲)

مولانا احمد سعید کاظمی ملتان لکھتے ہیں:

کوئی مقام اور کوئی وقت حضور a سے خالی نہیں۔ (۳)

مولانا احمد سعید کاظمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

سید عالم a کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق و مغرب، جنوب و شمال، تحت و فوق، تمام جہاں و امکنہ بعیدہ متعددہ میں سرکار اپنے وجود مقدس بعینہٖ یا جسم اقدس مثالی کے ساتھ تشریف فرما کر اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔ (۴)

---

(۱) (جاء الحق حصہ اول ص ۱۶۱)

(۲) (جاء الحق حصہ اول ص ۱۶۲)

(۳) (تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر ص ۸۵)

(۴) (تسکین الخواطر ص ۱۸)

اسلام میں عقائد کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے، عملوں میں کمزوری کی چھوٹ فضل الٰہی سے مل سکتی ہے مگر عقائد میں غلطی اور سہل انگاری لائق درگزر نہیں۔ عقائد کی جنگ میں ان کمزور قیاسات اور غلط مقدمات سے نہیں جیتی جاسکتی جو بریلویوں نے اس سلسلہ میں قائم کر رکھے ہیں۔ ان کے لیے قرآن کریم کے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے اور وہ بریلویوں کے ہاں یکسر مفقود ہیں۔ بدعات میں ان کے پہلے امام مولانا عبدالسمیع رام پوری ہوئے ہیں۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو ہیں اور خان صاحب انہیں اپنا بڑا بھائی کہتے تھے۔

مولانا عبدالسمیع رام پوری عقیدہ حاضر و ناظر کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

چاند سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت (یعنی ہر جگہ ہونا) خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد (بریلوی حضرات) تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک و کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔(۱)

یہ ساری محنت کس لیے ہو رہی ہے کہ خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کسی طرح نفی کی جا سکے۔ ہر جگہ موجود ہونا شیطان، ملک الموت اور انبیائے کرام کی صفت قرار دی جائے۔ مولانا عبدالسمیع نے تو ابلیس کو ہی ہر جگہ حاضر و ناظر مانا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے تو کرشن کنہیا کو بھی سینکڑوں جگہ موجود اور حاضر مان لیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

---

(۱) (انوار ساطعہ ص۵۲، ۵۳)

کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا لیا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔(۱)

مولانا عبدالسمیع صاحب نے خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کی ہے۔ ان سے اچھے تو مولانا دیدار علی الوری ہی رہے جنہوں نے رب العزت کے حظور ونظور کو تسلیم کرتے ہوئے حضور a کے اس طرح حاضر وناظر ہونے کی صاف لفظوں میں نفی کی۔

مولانا دیدار علی لکھتے ہیں:

لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور ونظور بالذات مثل حضور ونظور باری تعالیٰ ہر وقت ولحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط ومفضی الی الشرک ہے...... یہ عقیدہ کسی جاہل واجہل کا بھی نہ ہوگا۔(۲)

کاش کہ مولانا عبدالسمیع ابلیس کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننے اور خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرنے سے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھ لیتے۔

(۱) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ (۳)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں“ (ترجمہ احمد رضا)

---

(۱) (دیکھئے ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۹ خلاصہ)

(۲) (رسول القیام ص ۱۰۵)

(۳) (پ ۲۸، المجادلہ: ۷)

(۲) ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ (۱)

”صرف دو جان تھے جب وہ غار میں تھے جب اپنے ساتھی سے آپ کہتے غم نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔“

سوچو یہ بھی کوئی دین ہے ابلیس کو ہر جگہ موجود ماننا، کرشن کنہیا کو کئی سو جگہ پر حاضر و ناظر ماننا اور خدا سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کرنا۔

سوال:

اکابر علمائے اہل السنّت والجماعت میں سے کسی نے اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی e نے اس باب میں کہ انسان خدا سے ڈرتا ہے اس سے شرم کرے اور گناہوں پر جری نہ ہو لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ بر احوال جزوی و کلی او مطلع است از حاضر و ناظر شرم باید کرد۔ (۲)

بدانکہ حق تعالیٰ حاضر است غائب نہ (۳)

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ بریلویوں نے جب یہ لفظ (حاضر و ناظر) انبیاء اور اولیاء کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تو

---

(۱) (پ۱۰، التوبہ آیت: ۴۰)

(۲) (مکتوبات دفتر اول ص ۱۰۰)

(۳) (مکتوبات قدوسیہ ص ۱۲۹)

سننے والوں کا ذہن اس سے اسی طرف مائل ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء سے بھی کوئی چیز قریب و بعید کے فاصلے پر نہیں۔ وہ بھی ہر جگہ کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز ان سے دور نہیں۔ بریلوی عوام آج اسی عقیدے سے انبیاء و اولیاء کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کے علماء اپنے ہاں کوئی تاویل کر لیں تو کر لیں۔ لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ آنحضرت a کو اسی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جس طرح خدا کو اور ظاہر ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور بقول مولانا دیدار علی اس کا قائل سوائے جاہل و اجہل کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبد السمیع رامپوری نے اس شرکیہ عقیدے سے ان لفظوں میں کنارہ کشی کی ہے۔

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ a کا دعویٰ نہیں کرتے ...... ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک و کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔(۱)

اس عبارت میں یہ چار باتیں غور طلب ہیں:

۱...... یہ اہل بدعت اس وقت تک اہل السنّت والجماعت سے موسوم نہ تھے انہیں اصحاب محفل میلاد کہا جاتا تھا اور اہل السنّت والجماعت علمائے حق کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ زمانے کا انقلاب ہے کہ اب ان لوگوں نے بھی اپنے آپ کو اہل السنّت کہنا شروع کر دیا ہے۔ سنت کہاں اور بدعت کہاں بھلا اہل بدعت بھی کہیں اہل سنت ہو سکتے ہیں۔

۲...... ان اہل بدعت کا دعویٰ اس وقت تک آنحضرت a کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونے کا نہ تھا۔ وہ زمین کی ناپاک جگہوں اور اہل کفر کی مجلسوں اور محفلوں میں حضور a کو

---

(۱) (انوار ساطعہ ص ۵۳)

حاضر و ناظر نہ مانتے تھے۔ اسے حضور a کی بے ادبی جانتے تھے مگر افسوس کہ اب بریلوی لوگ اس حد کے بھی پابند نہیں رہے۔ اور وہ اسی طرح حضور a کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ رب العزت کو۔

۳...... بریلویوں کے ہاں حضور a کا ہر جگہ موجود ہونا کمالات رسالت میں سے نہیں ورنہ وہ ابلیس کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہ مانتے۔

۴...... بریلوی عقائد میں شیطان کو جو ہر جگہ پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر میں حاضر و ناظر ہونے کی جو وسعت حاصل ہے وہ (معاذ اللہ) حضور a کو بھی نہیں اور اس میں ابلیس اور ملک الموت دونوں آپ سے بڑھ گئے۔ (استغفر اللہ العظیم)

بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کی علمی تنقیح:

علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ گلاسگو میں جمعیت علمائے برطانیہ کی مرکزی کانفرنس تھی مقامی بریلوی علماء اہل سنت کے اس اجتماع سے بہت الرجک تھے، انہوں نے دو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہماری جائے قیام پر بھیجا تاکہ وہ ہم سے کچھ عقائد کی باتیں پوچھیں اور اگر اختلاف ظاہر ہو تو علماء حق کو بدنام کیا جاسکے...... ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پہل کر دی۔

سوال: کیا آپ حضور پیغمبر اسلام a کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟

جواب: حاضر و ناظر تو آپ بھی ہیں کیا آپ یہاں موجود نہیں؟ موجود کو کہتے ہیں حاضر اور کیا آپ دیکھ نہیں رہے نابینا ہیں؟ نہیں تو آپ ناظر بھی ہوئے۔ تو جب آپ موجود بھی ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں تو حاضر و ناظر ہوئے۔ اس نوجوان نے سر ہلا دیا اور پھر سوال کیا:

سوال: میں تو صرف یہیں حاضر و ناظر ہوں ہر جگہ تو حاضر و ناظر نہیں ہوں...... حضور

پیغمبر اسلام b کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حضور b ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

سوال بر سوال: تم اس وقت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو یا اس وقت کے بارے میں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے؟

جواب طالب علم: پہلے اِس وقت کے بارے میں بتائیں اور پھر اُس وقت کے بارے میں۔

جواب: آنحضرت a جب اس دنیا میں موجود تھے تو بے شک حاضر و ناظر تھے۔ آپ اپنی مجالس میں موجود بھی ہوتے اور حاضرین کو دیکھتے بھی تھے۔ تو حاضر بھی ہوئے اور ناظر بھی۔ لیکن اس وقت بھی آپ ہر جگہ موجود نہ ہوتے تھے جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے تو مدینہ منورہ میں نہ تھے اور جب معراج کی رات آسمانوں پر تھے تو زمین پر نہ تھے جب آپ مسجد میں ہوتے تو گھر نہ ہوتے تھے۔

طالب علم: اور اب وفات کے بعد؟

جواب: اب بھی آنحضرت a صرف ایک جگہ پر موجود ہیں جیسا کہ اس دنیا میں ہوتا تھا اور وہ جگہ حضور a کا روضہ انور ہے جو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ حضور a وہاں بالذات موجود ہیں اور حاضرین کا صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔

سوال طالب علم: کلمہ شریف کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ایک خدا کے سوائی کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: آپ اللہ کے رسول ہیں یا اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: جب آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ ہر جگہ ہوئے یا نہ...... ورنہ یہ کہنا بہتر

ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ کی رسالت بے شک ہر جگہ کے لیے ہے اور اسی لیے ہم نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن آپ خود ایک ہی جگہ پر ہیں۔ رسالت کے ہر جگہ ہونے سے رسول کا ہر جگہ ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: اچھا آپ بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام کیا اس وقت دنیا میں ہر جگہ موجود نہیں؟

سوال بر سوال: اچھا تم بتاؤ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

جواب طالب علم: بے شک حضور ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

سوال بر جواب: جب تم حضور کا لفظ بول رہے ہو اور کہتے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو تم حضور سے کیا مراد لیتے ہو...... آنحضرت a کی صرف روح مبارک یا روح وجسد کا مجموعہ یا صرف جسد اطہر تم کس چیز کو ہر وقت ہر جگہ حاضر کہتے ہو...... روح کو یا مجموعی ذاتِ اقدس کو؟

جواب طالب علم: یہ تو مجھے میرے بھیجنے والوں نے نہیں بتایا کہ آپ صرف روح مبارک سے حاضر و ناظر ہیں یا جسدِ پاک سے۔

سوال: جب تم یہ جملہ خود بولتے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو تم اندازے سے بتاؤ کہ تمہارا بریلویوں کا عقیدہ کیا ہوگا۔ صرف روح سے حاضر و ناظر ہونا یا کہ مجموعی طور پر؟

جواب طالب علم: میرا خیال ہے کہ حضور اپنے جسد اطہر کے ساتھ ہر جگہ حاضر نہیں ہے صرف آپ کی روح مبارک ہر جگہ ہے۔

سوال: تو پھر آپ جسم کے ساتھ حاضر و ناظر نہ ہوئے۔ صرف روح سے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو؟

جواب طالب علم: مجھے اجازت دیں میں اپنے علماء سے اپنا عقیدہ پوچھ کر آتا ہوں؟

سوال: اگر تمہیں اپنا عقیدہ اب تک معلوم نہیں اور تم اس بات کو بار ہا دہرا چکے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا کہتے ہوئے کچھ تو تمہارا عقیدہ ہوتا ہوگا؟

طالب علم: میں نے کبھی نہیں سوچا ہمارے علماء بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر اور ہم بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر۔ لیکن نہ وہ یہ بات کھولتے ہیں نہ ہم کبھی ان سے پوچھتے ہیں۔ لیکن اب میں پوچھ کر آتا ہوں مجھے اجازت دیں۔

(دونوں طالب علم چلے جاتے ہیں اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد آتے ہیں۔ وہ طالب علم کہنے لگا ہمارے علماء نے منع کیا ہے کہ ان باتوں میں نہ پڑو۔ ان باتوں کی تفصیل بتانے سے ایمان جاتا رہے گا۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ آپ صرف سے روح سے حاضر و ناظر ہیں یا روح اور جسد دونو سے۔ کیا ہم نے پہلے سے آپ لوگوں کو نہیں بتا رکھا کہ ان لوگوں کے پاس نہ جاؤ۔ دیکھو کس طرح انہوں نے تمہیں الجھاؤ میں ڈال دیا ہے۔ طالب علموں نے کہا اب ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے ہم وعدہ کر کے آئے ہیں کوئی مختصر سا جواب بتا دو۔ انہوں نے ایک جواب بتایا اور وہ طالب علم آ گئے۔)

طالب علم: ہاں تو وہ آپ کا سوال کیا تھا؟

سوال: آنحضرت a کیا صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا روح اقدس اور جسد اطہر کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں اس میں تمہارے علماء کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: ہمارے علماء نے کہا ہے تم اس میں نہ پڑو صرف حاضر و ناظر کہو اور اس کی بحث میں نہ جاؤ۔

سوال: جب تم ایک عقیدہ رکھتے ہو تو اس عقیدے کا کچھ نہ کچھ مفہوم تو آپ کے ذہن میں ہونا چاہیے۔ بغیر سمجھنے کے یہ عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: جس طرح خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس طرح

حاضر و ناظر ہے اسی طرح سرکار کی بات ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن آپ ہیں حاضر و ناظر۔

جواب الجواب: عزیز محترم! یہ شرک کی ابتداء ہے جب تمہیں مخلوق کی بحث کرتے ہوئے خالق کی مثال لانی پڑے اور کوئی جواب تم سے بن نہ پڑے تو سمجھو شرک کا آغاز ہو گیا۔ خدا بے مثل ذات ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کی ذات اور کنہ کا کسی کو ادراک ہے۔ بخلاف انبیاء کے۔ وہ سب ذاتاً انسان ہیں ان کے اجسام تھے۔ ان کے اجسام لوگوں نے دیکھے۔ انہیں آتے جاتے دیکھا۔ ان کے نکاح ہوتے دیکھے۔ ان کی اولاد دیکھی۔ وہ غیر مدرک بالکنہ کبھی نہیں قرار دیئے جائیں گے۔ ان کے لیے خدا کی مثال لانا یہی تو وہ غلطی ہے جس میں بریلوی علماء پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو شرک کا گناہ کبھی نہ بخشا جائے گا جب تم سوال و جواب میں معذور ہو جاؤ اور خدا کی مثال لانے پر آ جاؤ۔ تو سمجھو کہ الحاد کی دہلیز پر آ کھڑے ہوئے ہو۔ حضور a کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے اب جو تم خدا کی مثال دے رہے ہو کیا یہ شرک نہیں ہے؟

طالب علم: مجھے سمجھ آ گئی ہے میں حضور کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے خدا کی مثال نہیں دیتا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آپ a صرف روح مبارک سے حاضر و ناظر ہیں جسم کے ساتھ نہیں جسم آپ کا صرف قبر مبارک میں ہے۔

ہمارا سوال: اچھا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ a صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو کب سے حاضر و ناظر ہیں۔ وفات کے بعد سے؟ یا وفات سے پہلے بھی آپ کی روح مبارک بدن مبارک سے جدا دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی؟ بے شک تمہارے پاس علم نہیں۔ اور تمہارے علماء بھی تمہیں بتاتے نہیں۔ لیکن یہ تمہارا ایک عقیدہ ہے تو اس کا کچھ خاکہ تو تمہارے ذہن میں ہونا چاہیے۔

طالب علم: میرا خیال ہے کہ آپ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے ہیں وفات سے پہلے آپ کی روح مقدسہ آپ کے بدن میں تھی۔

سوال: اچھا آپ اگر اپنی وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شروع ہوئے تو یہ عقیدہ تمہیں بتایا کس نے؟ آپ کی وفات کے بعد ہونے والی بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟ دین تو وہی ہے جو آپ نے اپنی حیات طیبہ و نبویہ میں بیان کیا اور آیت **الیوم اکملت لکم دینک** اتری اور دین مکمل ہونے کا اعلان ہو گیا۔ اب یہ وفات کے بعد آپ نے کیا عقیدہ ترتیب دے لیا اور تمہیں یہ عقیدہ بتا کون گیا؟

طالب علم: یہ عقیدہ ہمارے بریلوی علماء نے بتایا ہے۔

جواب: علماء کا کام مسئلہ بتانا ہوتا ہے مسئلہ بنانا نہیں ہوتا۔ حضور کی وفات کے بعد جو یہ مسئلہ بنا کہ حضور a ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی یہاں کی زندگی میں ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے؟

طالب علم: ہاں اس سے تو پتہ چلا کہ یہ عقیدہ ہی بالکل بے بنیاد ہے جس میں ہمیں ہمارے مولویوں نے ڈال رکھا ہے۔

دوسرا طالب علم: نہیں اس طرح بات نہیں۔ حضور کی روح مبارک زندگی میں صرف بدن میں نہ تھی بدن سے باہر بھی ہر جگہ پھیلی تھی اور آپ اس وقت بھی حاضر و ناظر تھے۔

سوال: اگر آپ کی روح اقدس دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں اور کوئی چیز موجود نہ ہو کیوں کہ جو چیز بھی ہو گی وہ کوئی جگہ لے گی، جگہ گھیرے گی تو ایک جگہ دو چیزیں بیک وقت کیسے ہو سکتی ہیں اگر آپ عالم ارواح میں بھی ہر جگہ موجود تھے تو کیا عالم ارواح میں اور ارواح نہیں تھیں؟ اگر تھیں تو کچھ سوچو ایک جگہ میں بیک وقت دو روحیں کیسے ہو سکتی ہیں۔ ایک چیز کوئی جگہ گھیرے تو دوسری چیز تو وہاں موجود نہیں ہوتی۔

طالب علم نمبر۲: خدا بھی تو ہر جگہ موجود ہے تو اس سے تمام مخلوقات کی نفی ہوگئی ؟

طالب علم نمبر۱: نہ نہ...... خدا کی مثال نہ دو۔ وہ تو بے مثل ذات ہے۔ اس کی مثال دو تو واقعی شرک ہو جائے گا۔

سوال: اچھا اگر آپ کی روح اقدس شروع سے ہی ہر جگہ حاضر وناظر ہے تو یہ بتائیں کہ حضرت مریم کی والدہ اپنی بیٹی مریم کو بیت المقدس میں رہنے کے لیے چھوڑنے آئیں اور وہاں کے رہنے والے بچی کی پرورش کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کرتے تھے تو اس وقت حضور a وہاں حاضر وناظر تھے یا نہ؟

طالب علم نمبر۲: کیوں نہیں؟ جب آپ شروع کائنات سے روح مبارک کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر ہوئے تو وہاں بھی حاضر وناظر کیوں نہ ہوں گے۔

اس پر ہم نے کہا: لاؤ قرآن کریم میں دیکھیں اس وقت آپ اس موقع پر وہاں موجود تھے یا نہ؟ قرآن کریم کھولا گیا:

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ☆ (۱)

”اور آپ اس وقت ان کے سامنے نہ تھے جب وہ اپنے قلم تیرنے کے لیے ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو اپنی کفالت میں لے اور آپ وہاں نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

طالب علم نمبر۲: ہوسکتا ہے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہو۔ قرآن کریم کی بعض آیتیں ناسخ ومنسوخ بھی تو ہیں۔

جواب: نسخ احکام میں ہوتا ہے واقعات اور اخبار میں نہیں۔ حکم دیا جائے کہ یہ کام کرو

---

(۱) (پ۳، آل عمران آیت ۴۴)

اور بعد میں کہا جائے کہ اب نہ کرو تو اس میں کوئی تعارض نہیں لیکن خبروں میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی کہا جائے کہ آپ وہاں نہ تھے اور پھر کہا جائے کہ آپ وہاں تھے۔

طالب نمبر۱: تو پھر یہ آیت متشابہات میں سے ہو گی۔ کیا قرآن میں بعض آیتیں متشابہات میں سے نہیں ہیں؟

جواب: یہ آیت واقعات میں سے ہے متشابہات میں سے نہیں اسے امر واقع کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعات میں متشابہات نہیں ہوتے۔

آنحضرت a کو سورہ یوسف نازل ہونے سے پہلے کیا حضرت یوسف کے اس سارے واقعہ کا کس طرح آپ کو آپ کے بھائیوں نے کنویں میں گرایا علم تھا؟ اگر آپ اس وقت بھی ہر آن حضرت یوسف کے ساتھ تھے تو کیا آپ ان کے احوال سے بے خبر رہ سکتے ہیں:

طالب علم نمبر۲: نہیں! آپ یقیناً یہ سب واقعات دیکھ رہے تھے۔

جواب: اچھا اب آیئے قرآن کریم میں دیکھیں

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِیْنَ☆ (۱)

(ترجمہ مولانا احمد رضا خان) ''ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔''

طالب علم: میں تو مطمئن ہو گیا ہوں آنحضرت a شروع سے ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں چلے آ رہے لیکن وفات کے بعد آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گئے ہوں تو اسے ماننے میں کیا حرج ہے؟

---

(۱) (پ۱۲، یوسف آیت ۳)

جواب: اس پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ وفات کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو زندگی میں تو آپ ہر حاضر و ناظر نہ تھے۔ اب یہ وفات کے بعد کا عقیدہ آپ کو کون بتا گیا ہے؟ (اس پر دونوں طالب علم خاموش ہو گئے اور جانے سے پہلے انہوں نے یہ سوال کیا)

سوال: صحابہ کرام n حضور a کی زندگی میں آپ کو ہر جگہ حاضر اور موجود سمجھتے تھے یا وہیں آپ کو حاضر سمجھتے جہاں آپ موجود ہوتے تھے؟

جواب: جہاں حضور موجود ہوتے وہاں تو وہ حضور a کو حاضر سمجھتے اور جہاں آپ سامنے نہ ہوتے تو وہ (صحابہ کرام) آپ کو حاضر اور موجود نہ سمجھتے تھے۔

سوال: اس پر کوئی حوالہ آپ دکھا سکتے ہیں؟ کسی حنفیوں کی کتاب سے دکھائیں وہابیوں کی کوئی کتاب نہ ہو؟

(اتفاق سے ہمارے پاس حافظ ابو بکر احمد بن علی الجصاص رازی (۳۷۰ھ) کی کتاب احکام القرآن کی دوسری جلد موجود تھی۔ ہم نے ان طلبہ کو بمع ان علماء کے جو ہمارے ساتھ تھے اس کے ص ۲۱۲، ۲۱۳ سے یہ حوالہ دکھایا۔

عن عقبة بن عامر قال جاء خصمان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اقض بينهما يا عقبة (۱)

’’عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول پاک a کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ آپ a نے فرمایا: اے عقبہ ان دونوں میں فیصلہ کر دو۔‘‘

یہ دیکھئے آنحضرت a نے ایک صحابی کو دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اس صحابی نے تعجب سے کہا کیا آپ کے سامنے میں فیصلہ کروں یعنی یہ میرے لائق نہیں کہ آپ کی موجودگی میں اس کا فیصلہ میں کروں۔ میں کس طرح اس کی ہمت کر سکتا

---

(۱) (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۳)

ہوں اس کے لیے عقبہ بن عامر نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں:

یا رسول اللہ أقضی بینھما وأنت حاضر (۱)

(رواہ الجصاص الرازی فی احکام القرآن جلد۲ ص۲۱۳ قال حدثنا عبدالباقی بن قانع قال حدثنا أسلم بن سھل قال حدثنا محمد بن خالد بن عبداللہ قال حدثنا أبی عن حفص بن سلیمان عن کثیر بن شنظیر عن أبی العالیۃ عن عقبۃ بن عامر)

اس سے پتہ چلا کہ صحابہ n آنخضرت a کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب حضور a سامنے ہوں تو وہ سمجھتے تھے کہ حضور a یہاں حاضر ہیں جب سامنے نہ ہوں تو وہ آپ کو وہاں سے غائب (غیر حاضر) جانتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل I (۱۸ھ) کو آنخضرت a نے یمن کی طرف بھیجا اور انہیں عدالتی فیصلوں کی تربیت دی۔ حضور a نے خود مدینہ میں ہونا تھا اور انہوں نے یمن میں آپ کی عدم موجودگی (حاضر و ناظر نہ ہونے) میں فیصلے کرنے تھے۔ اور حضرت عقبہ بن عامر I کے ذمہ آپ کے سامنے یہ فیصلہ کرنے کا کام لگا۔

فقہاء نے اس سے دو طرح کے اجتہاد کا استدلال کیا ہے:

1 ......حضور a کی عدم موجودگی میں فیصلے کرنا۔

2 ......آپ a کی موجودگی میں (آپ a کے سامنے) فیصلہ کرنا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کا آپ a کے ہر وقت ہر جگہ موجود ہونے (حاضر و ناظر ہونے) کا عقیدہ نہ تھا۔ امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

فام الحالان اللتان کان یجوز فیھما الاجتھاد فی حیاۃ النبی صلی اللہ

---

(۱) (احکام القرآن ج۲ ص۲۱۳)

علیہ وسلم فی حال غیبتھم عن حضرتہ کما أمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم معاذًا حین بعثہ إلی الیمن ...... والحال الاخرٰی ان یامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتہاد بحضرتہ (۱)

”یہ جو دو حالتیں ہیں جن میں حضور a کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے اجتہاد جائز ہے ان میں ایک حالت وہ ہے جب حضور a وہاں موجود نہ ہوں جیسا کہ نبی پاک نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور دوسری حالت یہ ہے کہ حضور وہاں حاضر ہوں اور دوسرا اجتہاد کرے۔

حضرت عقبہ بن عامر l کا آپ سے اس طرح عرض کرنا **أقضی بینھما وأنت حاضر** بتاتا ہے کہ حضور a کبھی صحابہ n کے سامنے ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے اور صحابہ n اس وقت آپ کو غائب سمجھتے تھے حاضر وناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب آپ پاس ہوتے تو ان میں سے کوئی آگے بڑھنے کی ہمت نہ رکھتا جب صحابہ n آپ سے دور ہوتے تو وہ آپ سے غائب ہوتے اور آپ ان سے غائب ہوتے کیا ہر جگہ حاضر ہونے والا بھی کسی سے غائب ہوسکتا ہے۔

وقد مات من الصحابة خلق کثیر وھم غائبون عنہ (۲)

خدا کا شکر ہے کہ طالب علموں کو مسئلہ سمجھ میں آ گیا اور انہوں نے اس بریلوی عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لیا اور انہوں نے کہا ہمارے مولوی پراپیگنڈے میں اسی وقت تک چل سکتے ہیں کہ عوام اس مسئلہ کو سمجھتے نہیں اور ہمارے علماء جان کر ان کو سمجھاتے نہیں بس ایک تھیٹر کی بھیڑ ہے جو عقیدہ حاضر وناظر کے نعرے لگا رہی ہے اور اس کا مطلب نہ یہ

---

(۱) (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۳)

(۲) (عینی شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۱۹)

نعرے لگانے والے سمجھتے ہیں نہ لگوانے والے۔

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ

طلبہ چلے گئے اور اپنے پیچھے تنقیح مسئلہ کی یہ اچھی تفصیل چھوڑ گئے۔ افادہ عوام کے لیے ہم نے اس پرانی یاد کو اس بحث میں شامل کرلیا ہے۔ اس تنقیح سے اس مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بعض بریلوی علماء کا عقیدہ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر بالوجود الموجود کا نہیں:

مولانا احمد سعید کاظمی (ملتان) کہا کرتے تھے ہم آنحضرت a کو بجسدہ العنصری ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ آپ حاضر و ناظر بالعلم ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذرے ذرے کا آپ کو علم ہے اور آپ اس کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

یہ اپنی جگہ سے ہر چیز کا مشاہدہ فرمانا اور خود ہر جگہ نہ ہونا اس کو ناظر تو کہا جا سکتا ہے حاضر نہیں۔ اگر آپ خود ہر جگہ موجود نہ ہوں صرف ذرے ذرے کو دیکھ رہے ہوں اسے حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے صرف ناظر کہیں تو یہ اور بات ہے۔

ان کے ایک پیر صاحب نے اس موضوع پر ایک رسالہ تنویر الخواطر لکھا ہے اس میں انہوں نے اپنے اس موقف پر اپنے خیال میں بہت سے دلائل دیئے ہیں ایک دلیل آپ بھی سن لیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

> قرآن مجید میں ابلیس لعین کے بارے میں ہے:
>
> اِنَّهُ یَرٰاکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهُ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (۱)

''بے شک ابلیس اور اس کا قبیلہ اس طرح سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔''

---

(۱) (پ ۸ الاعراف ص ۲۷)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا عزرائیل k کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے۔

کہ تمام روئے زمین میں ان کے سامنے ایک طشتری کی طرح ہے وہ اپنے مقام سے ہی انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم b اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔ (۱)

دیکھئے بریلوی اپنے اس غلط عقیدے میں کس قدر پریشان اور سراسیمہ ہیں کہ انہیں حضور a کے ہر جگہ ناظر ہونے کا عقیدہ وضع کرتے ہوئے شیطان کی مثال پیش کرنے میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوا۔ جب عقل ماری جاتی ہے تو گستاخ ابلیس اور پیغمبر میں بھی فرق نہیں کر پاتے۔

اس وقت ہم آپ کے ہر جگہ ناظر ہونے پر بحث نہیں کر رہے آپ کے ہر جگہ حاضر ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو ہو رہی ہے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ بریلوی علماء خود بھی آپ a کو ہر جگہ حاضر اور موجود نہیں مانتے تبھی تو یہ ناظر ہونے کی تاویل اختیار کر رہے ہیں۔

بریلویوں نے حاضر و ناظر کی بات حاضر سے ختم کر کے استدلال کا سارا بوجھ اب ناظر پر ڈال دیا ہے اور ناظر کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کل کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ بریلوی بڑی مشکل سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔

مگر افسوس کہ صاحب تنویر الخواطر نے انہیں اس عقیدہ پر بھی نہ رہنے دیا۔ مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کسی ایک بات پر نہیں جمتے۔ موصوف علماء

---

(۱) (تنویر الخواطر ص ۱۱۵)

دیوبند پر برستے ہوئے لکھتے ہیں:

> لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء j کو ہر وقت عالم ما کان وما یکون مانتے ہیں۔ حاشا اللہ اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں۔(۱)

جب ہر وقت عالم ما کان وما یکون نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ما کان ومایکون کے ناظر بھی نہ ہوں گے اور اس کے حاضر و ناظر بالعلم ہونے کا عقیدہ بھی جاتا رہا۔

آنحضرت a کا اپنے لیے لفظ غائب کا استعمال:

پہلی حدیث:

آنحضرت a کی باندی ماریہ قبطیہ m کے چچازاد بھائی حضرت مابور تھے مصری رواج کے مطابق ان کا اپنی بہن کے ہاں آنا جانا رہتا۔ منافقین نے اسے کچھ اور رنگ دے دیا۔ آنحضرت a کا بھی یہی خیال ہوا۔ یہاں تک کہ آپ a نے مابور کو قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت علی l نے آپ a کو آ کر بتایا کہ مابور مرد نہیں اور انہوں نے اسے قتل نہ کیا۔ اس پر آنحضرت a نے فرمایا:

الشاھد یری ما لا یری الغائب (۲)

”جا کر دیکھنے والا وہ چیز دیکھ لیتا ہے جسے غائب نہیں دیکھ رہا ہوتا۔“

اس حدیث میں آپ a نے اپنے لیے غائب کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت علی l کے لیے شاہد کا جو وہاں گئے تھے اور صورت حال دیکھ آئے تھے۔

فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ (۳)

---

(۱) (تنویر الخواطر ص ۲۱)

(۲) (مسند امام احمد اسنادہ رجال ثقات البدایہ ج ۵ ص ۳۰)

(۳) (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸)

”پس حضرت علی اس سے رک گئے اور آنحضرت a کی خدمت میں آ کر عرض کی وہ تو مرد نہیں۔“

آنحضرت a اگر ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو اپنی ذات کے لیے کبھی غائب کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حضرت علی I مجتہد تھے اور مجتہد کی نظر علت پر ہوتی ہے وہ علت پر نظر کر کے اگر کبھی خلاف نص کرے تو اسے نص کا مخالف نہ جاننا چاہیے اور جو کچھ ہوا حضور کی زندگی میں ہوا اور آپ a نے بھی حضرت علی I کو اس خلاف نص اجتہاد پر کچھ توبیخ نہ فرمائی۔

دوسری حدیث:

سلف صالحین آنحضرت a کے لیے غائب کا لفظ بولنے میں کوئی باک نہ سمجھتے تھے۔ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیب (۹۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن عبادہ I کی والدہ فوت ہوئیں تو حضور a اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔ آپ واپس آئے تو آپ نے اس کی قبر پر پھر سے نماز پڑھی ملا علی قاری اسے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

وَلِلْوَلِيِّ الْاَعَادَةَ اَوْ كَانَتْ مِنْ خَواصِهِ وَلِقَوْلِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ صَلَّى عَلَيْهَا ...... وَقَدْ مَضٰى لِذٰلِكَ شَهْرٌ(۱)

(راوه البیهقی وقال مرسل صحیح وقد روی موصولا عن ابن عباس والمشهور هو المرسل وهو مقبول عندنا کما فی شرح النقایة ج ۱ ص ۱۳۶ طبع دیوبند)

”ولی کو جنازہ دوبارہ پڑھنے کا حق حاصل ہے یا آپ کو یہ خصوصی حق حاصل تھا اور

---

(۱) (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر)

حضرت سعید بن المسیب e کی روایت بھی ہے کہ جب ام سعد کا انتقال ہوا تو آنحضرت a وہاں موجود نہ تھے۔ غائب تھے جب آپ آئے تو اس کی قبر پر آئے اور اس پر پھر نماز پڑھی اور اس پر ایک ماہ گزر چکا تھا۔"

تیسری حدیث:

آنحضرت a جب کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو دعا میں کہتے:

اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا، وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِیرِنَا وَکَبِیرِنَا، وَذَکَرِنَا وَأُنْثَانَا

"اے اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ان کو جو ہمارے پاس ہیں اور ان کو جو ہم سے غائب ہیں۔"

اگر کچھ لوگ آپ سے غائب ہوتے تھے جن کے لیے آپ دعا کر رہے ہوتے تھے تو آپ بھی ان سے غائب ہوتے ہوں گے اگر وہ لوگ آپ سے غائب تسلیم کر لیے جائیں تو آپ کو بھی تو ان سے غائب تسلیم کرنا پڑے گا۔ پھر کہاں گیا بریلویوں کا حضور a کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ۔

چوتھی حدیث:

آنحضرت a نے خطبہ عرفات میں بھی فرمایا تھا:

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ (١)

"جو یہاں ہمارے پاس حاضر ہے وہ ہماری یہ باتیں ان تک پہنچا دے جو ہم سے غائب ہیں۔"

---

(١) (صحیح بخاری ج ١ ص ١٩

پانچویں حدیث:

آنحضرت a اپنے سے قریب و بعید کے فاصلوں کا برابر لحاظ رکھتے تھے نماز پڑھاتے بھی یہ صورت قائم کرتے کہ بڑی عمر کے اور سنجیدہ لوگ آپ کے قریب کھڑے ہوں۔

اگر آپ کا حضور و مشہود ہر جگہ برابر اور یکساں ہوتا تو آپ شاہد و غائب کے اس فرق کو کبھی اپنے ہاں جگہ نہ دیتے۔ بھلا حاضر و ناظر بھی کبھی اس طرح قریب و بعید کے فاصلوں کا لحاظ کرتا ہے۔

اس قسم کی روایات آپ کو متعدد ملیں گی بصورت مجموعی و مضمون تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اب کوئی شخص یہ عقیدہ اختیار کرتا ہے کہ آنحضرت a بالوجود موجود ہوتے تھے تو اس کا جواب حساب کے دن اس کے ذمہ ہوگا ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کر چکے۔

والله اعلم وعلمه اتم واحكم

مختار کل کا عقیدہ

فرقہ بریلویہ کے مسئلہ مختار کل کے متعلق عقائد

عقیدہ نمبر ۱:

تمام تو قانون کے پابند ہیں مگر قانونِ الٰہی حضور k کے لب پاک کی جنبش کا منتظر کہ جو ان کے منہ سے نکلے وہ رب کا قانون بن جائے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۲:

حضور ساری خدائی کے مالک ہیں۔ (۲)

عقیدہ نمبر ۳:

حضور a بحکم پروردگار کونین کے مالک ومختار ہیں، زمان کے مالک، آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطائے جحیم کے مالک، جہاں کے مالک، رب کے احکام کے مالک، انعام کے مالک۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ اختیار میں (۳)

عقیدہ نمبر ۴:

دنیا وآخرت کی ہر چیز کے مالک حضور ہیں سب کچھ ان سے مانگو، ایمان مانگو، جنت مانگو، اللہ کی رحمت مانگو۔ (۴)

---

(۱) (سلطنت مصطفیٰ احمد یار خاں ص ۲۸)

(۲) (تفسیر القرآن الحکیم، احمد یار خاں حاشیہ نمبر ۷ ص ۵۸۹)

(۳) (سلطنت مصطفیٰ احمد یار خاں ص ۱۴)

(۴) (سلطنت مصطفیٰ: احمد یار خاں ص ۱۴)

عقیدہ نمبر۵:

کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، کوئی نعمت نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے، حضور جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا۔ (۱)

عقیدہ نمبر۶:

حضور کارخانہ الٰہی کے مختار کل ہیں...... جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔ (۲)

عقیدہ نمبر۷:

نبی a کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل 1 حقیقت عطائیہ تو وہ ضرور مالک جناں بلکہ مالک جہاں ہیں۔ 2 ذاتی: لیجیے تو مالک حقیقی کے ماذون مطلق گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے۔ (۳)

عقیدہ نمبر۸:

اولیائے کرام سیاہ وسفید کے مالک ہوتے ہیں۔

آفتاب وماہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دل بند غوث الثقلین غیث الکونین حضور پرنور سیدنا ومولانا ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ (۴)

---

(۱) (الامن والعلیٰ ص۱۲۲)

(۲) (الامن والعلیٰ ص۲۳۰)

(۳) (الامن والعلیٰ ص۲۶۲)

(۴) (الامن والعلیٰ ص۱۲۳)

عقیدہ نمبر ۹:

سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے ہیں۔ ہوا میں چلتے ہیں۔ جب نیا سال، نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن آتا ہے، سورج پہلے مجھے سلام کرتا ہے، ایک ایک گھڑی کے حال کی مجھے خبر کرتا ہے۔(۱)

عقیدہ نمبر ۱۰:

حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔(۲)

عقیدہ نمبر ۱۱:

حضور کا رب حضور سے مشورہ کرتا ہے۔(۳)

عقیدہ نمبر ۱۲:

دنیا کیا بلا ہے، آخرت کے کارخانوں کی باگیں ان کے ہاتھ میں۔(۴)

عقیدہ نمبر ۱۳:

اولیائے کرام کے پیش نظر عرش تا تحت الثریٰ ہوتا ہے۔(۵)

عقیدہ نمبر ۱۴:

احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں:

---

(۱) (الامن والعلی ص ۱۲۴)

(۲) (الامن والعلی ص ۱۲۰)

(۳) (الامن والعلی ص ۱۲۲)

(۴) (الامن والعلی ص ۱۰۸)

(۵) (ملفوظات ص ۶۵)

یا رسول! میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں ......اللہ کو بھی پایا مولا تری گلی میں ۔(۱)

عقیدہ نمبر ۱۵:

مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

اٹھے جو قصر دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کہ نہ کہہ وہ ہی نہ تھے ارے (۲)

تسہیل: وہاں دو کا تو سوال ہی نہیں وہاں تو بس دونوں ایک ہی تھے۔

عقیدہ نمبر ۱۶:

احکام شریعت حضور a کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں واجب کر دیں، جو چاہیں ناجائز فرما دیں۔ جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔(۳)

عقیدہ نمبر ۱۷:

رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسانا، بلا دور ہونا، زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگانی، بندوں کی حاجت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت، اولیاء کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے۔(۴)

عقیدہ نمبر ۱۸:

تمام جہاں حضور کے زیر تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس

---

(۱) (جاء الحق ص ۱۷۱)

(۲) (حدائق بخشش اول ص ۱۴۴)

(۳) (الامن والعلی، مولوی احمد رضا ص ۱۵۱)

(۴) (الامن والعلی ص ۳۶)

سے جو چاہیں واپس لیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔ (۱)

عقیدہ نمبر۱۹:

احکام شریعت حضور کے قبضہ میں کر دیے گئے ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔ (۲)

عقیدہ نمبر۲۰:

حضور a احکام کے مالک ہیں جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمائیں حرام فرمائیں اور جس کے لیے جو چاہیں قرآنی احکام کو بدل دیں۔ (۳)

عقیدہ نمبر۲۱:

حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لیے چاہیں اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو، جس کے لیے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول دیں۔ (۴)

عقیدہ نمبر۲۲:

زمین و آسمان کی سب مخلوق حضور کے قبضے میں ہے اور ساری دنیا حضور کی مٹھی میں ہے۔ (۵)

---

(۱) (بہار شریعت حصہ اول ص۲۲)

(۲) (بہار شریعت ص۲۲)

(۳) (سلطنت مصطفیٰ ص ۲۷)

(۴) (سلطنت مصطفیٰ ص۴۳)

(۵) (الامن والعلی ص۵۹)

عقیدہ نمبر۲۳:

حضور کارخانہ الٰہی کے مختار کل ہیں۔(۱)

عقیدہ نمبر۲۴:

نبی a کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے فرض فرما دیں۔(۲)

عقیدہ نمبر۲۵:

نبی a کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔(۳)

عقیدہ نمبر۲٦:

خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ موکد ہے جسے رسول اللہ a نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا۔(۴)

عقیدہ نمبر۲۷:

حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔(۵)

عقیدہ نمبر۲۸:

ان ہی تین سو چھپن اولیاء کے ذریعے سے خلق کی حیات، موت، مینہ برسانا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔(٦)

---

(۱) (الامن والعلی ص۲۳۰)

(۲) (الامن والعلی ص۱٦۱)

(۳) (الامن والعلی ص۱۵۹)

(۴) (الامن والعلی ص۱۵۲)

(۵) (الامن والعلی ص۵۴)

(٦) (الامن والعلی ص۲٦)

عقیدہ نمبر ۲۹:

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۳۰:

مولوی احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر (۲)

یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی دنیا کے پورے کارخانے کو چلا رہے ہیں۔ کائنات کی تدبیر آپ کے ہی ہاتھ ہے۔

ناظرین کرام یہ وہ مشرکانہ عقائد ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہم نے صرف نمونہ کے طور پر صرف تیس (۳۰) حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ ان عقائد میں قرآنی آیات کا صاف انکار ہے۔

(۱) قرآن کا ارشاد ہے:

﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ☆﴾

''اے انسانو! تم خدا کے محتاج ہو، اللہ ہی بے نیاز خوبیوں والا ہے۔'' (۳)

(۲) نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

''اور کسی رسول کی یہ طاقت نہیں کہ کوئی معجزہ بغیر خدا کے حکم کے لاسکے'' (۴)

---

(۱) (ملفوظات اول ص ۱۰۱)

(۲) (حدائق بخشش اول ص ۲۷)

(۳) (فاطر: ۱۵)

(۴) (مومن: ۷۸)

(۳) اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ثبوت میں معجزات عطا فرمائے اور فرمایا:

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ☆﴾

"رسولوں نے اپنی قوموں سے کہا ہم تو تمہاری طرف انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان کرتا ہے، ہماری یہ حیثیت بھی نہیں کہ بنا حکم خداوندی کوئی معجزہ لائیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"(۱)

(۴) سورہ رعد میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۲)

"کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے" (ترجمہ مولوی احمد رضا)

یعنی کسی رسول کی مجال نہیں کہ بغیر خدا کوئی معجزہ نشانی لا سکے۔

(۵) حضور a کو اللہ کا حکم ہے:

﴿اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (۳)

"ان لوگوں سے کہہ دو کہ معجزات نشانیاں اللہ ہی کے قبضہ واختیار میں ہیں وہ جب چاہتا ہے حسب ضرورت نازل فرماتا ہے۔"

(۶) سورہ یونس میں ہے:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ☆﴾ (۴)

---

(۱) (سورہ ابراہیم) (۲) (رعد:۳۸)

(۳) (انعام:۱۰۹) (۴) (یونس:۲۰)

”لوگ کہتے ہیں کہ معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ آپ کہیے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے، تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔“

(۷) ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے:

﴿حَتّٰی اِذَا اسۡتَیۡاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡا اَنَّھُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا جَآءَ ھُمۡ نَصۡرُنَا﴾ (۱)

”جب پیغمبر مایوس و ناامید ہو گئے اور انہیں گمان ہونے لگا کہ لوگ ہمیں جھٹلائیں کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔“

یعنی جس عذاب کی آمد کی ہم خبر دے رہے ہیں، جس عذاب سے ہم انہیں خوف زدہ کر رہے ہیں اس وعدہ عذاب کو دیر لگی، اللہ جانے کب آئے خود انبیاء j کو اندیشہ ہونے لگا کہ لوگ جھٹلائیں گے۔ ان پر مایوسی طاری ہونے لگی، بس اللہ کا حکم اور اس کی مدد آ گئی۔

امام بخاری e نے اس آیت پر مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ باب قولہ اِذَا اسۡتَیۡاَسَ الرُّسُلُ (اللہ تعالیٰ کا قول یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے)

حضرت عائشہ صدیقہ m سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

”قَالَتۡ ھُمۡ أَتۡبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِینَ اٰمَنُوا بِرَبِّھِمۡ وَصَدَّقُوھُمۡ فَطَالَ عَلَیۡھِمُ الۡبَلَاءُ وَاسۡتَأۡخَرَ عَنۡھُمُ النَّصۡرُ حَتّٰی إِذَا اسۡتَیۡأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنۡ کَذَّبَھُمۡ مِنۡ قَوۡمِھِمۡ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتۡبَاعَھُمۡ قَدۡ کَذَّبُوھُمۡ جَاءَ ھُمۡ نَصۡرُ اللّٰهِ عِنۡدَ ذٰلِکَ“

آپ نے فرمایا: ”وہ جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں کو مانا اور ان کی تصدیق کی جب ان پر آزمائش و مصیبت طویل ہو گئی اللہ کی مدد میں دیر لگی، حتیٰ کہ رسول بھی اپنی قوم کے جھٹلانے والوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو رسولوں کو یہ خیال ہونے لگا کہ اب تو یہ ایمان لانے والے بھی ہمیں جھوٹا خیال کرنے لگیں گے اس وقت اللہ نے اپنی مدد فرمائی۔“

---

(۱) (یوسف: ۱۱۰)

یہ حضرت عائشہ صدیقہ m کا بیان ہے:

(۸) سورہ عنکبوت (نمبر۵) میں ہے کفار مکہ آپ a سے کہتے ہیں کہ آپ کے رب نے معجزات ونشانیاں کیوں نہیں اتاریں۔ آپ کو حکم ہوا **قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ** ’’آپ یوں کہیے کہ بے شک نشانیاں تو اللہ کے قبضہ واختیار میں ہیں، میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔‘‘

(۹) سورہ یونس میں حضرت یونس k اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے: **﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ☆﴾**

’’اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے لوگ ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا (اے نبی) تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ سب ایمان لے آویں۔‘‘(۱)

(۱۰) **﴿وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾** (۲)

’’کسی جان کی مجال نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے‘‘

(۱۱) سورہ انعام میں حضور a سے اس طرح خطاب ہے:

﴿وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ☆﴾ (۳)

’’اور اگر تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے ہر چیز پر قادر ہے‘‘(ترجمہ مولوی احمد رضا)

(۱۲) سورہ اعراف میں حضور a کو اللہ کا اس طرح حکم ہے:

---

(۱) (یونس:۹۹)

(۲) (یونس:۱۰۰)

(۳) (انعام:۱۷)

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (۱)

’’آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا مالک (مختار) نہیں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جان لیا کرتا تو میں بہت سے منافع اور بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا میں تو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان والے ہیں۔‘‘

(۱۳) کفار مکہ نے حضور سید عالم a سے کہا کہ آپ نبی ہیں تو آپ ہم پر جلد سے جلد وہ عذاب نازل کراؤ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو۔ آپ کو حکم ہوا کہ یہ کہو

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ (۲)

’’آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم جلدی تقاضہ کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔‘‘

مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (۳)

’’میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ نہیں حکم صرف اللہ کا۔‘‘ (ترجمہ احمد رضا)

(۱۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا☆﴾ (۴)

’’جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ کو بھی اس کا کوئی حمایتی اور مددگار ہرگز نہ ملے گا۔‘‘

---

(۱) (اعراف:۱۸۸)

(۲) (انعام:۵۸)

(۳) (انعام:۵۷)

(۴) (کہف:۱۷)

یعنی جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔‘‘

(۱۵) سورہ توبہ میں ہے یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ☆ (۱)

’’منافقین قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو بے شک اللہ ان فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا یعنی اگر آپ ان کی قسموں کا بھی اعتبار کرلیں ان کے عذر قبول کرلیں اس کے باوجود بھی اللہ ان سے راضی نہیں ہوگا۔‘‘

(۱۶) سورہ یوسف آیت نمبر ۶۷ میں ہے کہ یعقوب k نے اپنے بیٹوں سے کہا:

’’اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے شہر میں داخل ہونا۔

وَمَا اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَعَلَیۡهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ☆

’’میں خدا کے حکم کو تم پر سے کچھ ٹال نہیں سکتا، حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے تو اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔‘‘

وہ نبی زادے یعقوب k کے حکم کے مطابق مصر میں داخل ہوئے لیکن علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا اور جو بات ہونی تو وہ ہو کر رہی اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم تو بس اللہ کا ہے اس کا فیصلہ اٹل ہے اس میں کسی کو دخل نہیں، اللہ کا مقدر نبی کی تدبیر سے بھی نہیں ٹالا جا سکتا۔

(۱۷) قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا

---

(۱) (توبہ:۹۶)

یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَمَا اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ☆ (۱)

حضور a سے خطاب ہے کہ لوگوں سے کہیے کہ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے حق (دین) پہنچ چکا ہے۔ پس جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے لیے ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی اسی پر پڑے گی اور میں تمہارے اوپر ذمہ دار نہیں۔

(۱۸) دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے

لَیْسَ عَلَیْکَ هُدَاهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (۲)

یعنی ان یہود کو سیدھے راستے اور ایمان پر لانا آپ a کے ذمہ نہیں۔ ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

(۱۹) سورہ نحل نمبر ۲۷ میں ہے:

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدَاهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ

اگر تم ان کے راہ راست پر آنے کی تمنا کرتے ہو اور بقول مولوی احمد رضا صاحب اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کرے۔ (۳)

یعنی ایسے لوگوں کی ہدایت کی تمنا کرنا بے سود ہے۔ خصوصاً بریلویوں کے علم غیب کے مطابق حضور a ان ازلی وابدی بدبختوں کو جانتے ہوئے بھی حرص وتمنا فرماتے ہیں کہ یہ راہ راست پر آ جائیں گے۔ (نعوذ باللہ)

(۲۰) سورہ انعام (آیت ۳۵) میں ارشاد ہے:

---

(۱) (یونس:۱۰۸)

(۲) (بقرہ:۲۷۲)

(۳) (کنزالایمان ۲۹۲)

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُم بِاٰيَةٍ وَّلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ☆

حضور a سے خطاب ہے کہ اگر ان مشرکوں کا تم سے منہ پھیرنا تم کو شاق گزرے ''تم پر بھاری ہو'' تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلو یا آسمان میں کوئی زینہ، پھر کوئی معجزہ نشانی لے آؤ۔ اگر اللہ کو منظور ہو تو سب کو ہدایت پر کر دے۔ پس ہرگز نہ ہو، نادانوں میں سے۔ مقصد یہ ہے کہ ایمان وہدایت دینا ہمارا کام ہے۔ ان کے ایمان نہ لانے پر ہرگز رنج وغم نہ کرو۔ ان کے ایمان لانے کی امید چھوڑ دو۔

(۲۱) بلکہ اللہ تعالیٰ کو حضور a کا مشرکین سے دین کے بارے میں کسی بھی طرح کی سودے بازی کا خفیف سے خفیف تر پس وپیش یا وسوسہ بھی گوارا نہیں۔

وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا☆ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا☆ (۱)

''اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دوچند موت کا مزہ دیتے۔ (ترجمہ احمد رضا)

بقول احمد رضا کے اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔ کفار کی طرف آپ کا تھوڑا سا جھکنا بھی گوارا نہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو دوگنا عذاب ہوگا۔ آپ کو کوئی بچانے والا بھی نہ ملے گا۔

(۲۲) وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِم بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ (۲)

---

(۱) (الاسراء:۷۴، ۷۵) (۲) (الاعراف:۲۰۳)

اور جب کوئی معجزہ نشانی آپ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ معجزہ کیوں نہیں لائے آپ کو حکم ہوا کہ یہ میرا رب میری طرف جو وحی کرتا ہے میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں۔

(۲۳) حضور a کی دلی خواہش تھی کہ میرے چچا ابو طالب ایمان لے آئیں آپ نے بہت کوشش کی۔ بخاری شریف حدیث نمبر ۱۲۷۱ میں ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ان کے پاس حضور a تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ آپ a نے فرمایا میرے چچا ”**لا الہ الا اللہ**“ کہہ دو میں اللہ کے نزدیک اس کلمے کی شہادت دوں گا۔ ابو جہل و ابو امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے۔ حضور a ابو طالب پر اس کلمے کو پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ ”**لا الٰہ الا اللہ**“ کہنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ a نے فرمایا **اما واللہ لا استغفر لک** بخدا میں اللہ سے تمہارے لیے معافی مانگتا رہوں گا۔ اللہ کا حکم آیا۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (۱)

نبی اور ایمان والوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لیے بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جب کہ ان کا جہنمی ہونا ظاہر ہو چکا۔

(۲۴) عبداللہ بن اُبی بن سلول پکے درجے کا منافق تھا۔ اس کے انتقال پر ان کے لڑکے جو صاحب ایمان تھے انہوں نے حضور a سے درخواست کی کہ حضور اپنا کرتا کفن کے لیے عنایت فرما دیں اور نماز جنازہ بھی پڑھا دیں۔ بخاری شریف حدیث نمبر ۱۲۷۵ میں

---

(۱) (سورہ توبہ: ۱۱۳)

ہے کہ حضرت عمر I نے آپ a کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ a نے نماز جنازہ بھی پڑھی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر بار سے زیادہ دعائے مغفرت کروں اور وہ بخشا جائے تو یقیناً میں اس سے زیادہ استغفار کرتا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلاَ تُصَلِّ عَلَٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ اَبَدًا وَّلاَ تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (۱)

ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم یہ اختیار صرف اللہ احکم الحاکمین کا حق ہے۔ آپ a کے اختیار میں نہیں۔ آپ a تو تابع اور فرماں بردار تھے۔

آپ a کو حکم ہوا **واتَّبِعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ** (۲)

”آپ ملت ابراہیمی کو اپنائیے۔“

حضرت ابراہیم k کا طریقہ حکم خداوندی کے آگے تسلیم و رضا میں گردن جھکانا اور **اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ** ہے اسی لیے طاعت خداوندی میں آپ k کا مقام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

(۲۵) مشرکین مکہ کو کب گوارا تھا کہ ان کے بتوں کی برائی و بے چارگی و عاجزی بیان کی جائے۔ ان لوگوں نے درخواست کی کہ ایسی آیات جن میں ہمارے بتوں کی برائی ہے قرآن سے نکال دیں اور قرآن میں تبدیلی فرما دیں۔ اللہ نے حضور a کو حکم دیا کہ یہ جواب دو کہ میں اس میں کوئی تبدیلی کمی بیشی نہیں کرسکتا۔ اور اللہ کے کلام کو بدلنے کا مجھے اختیار نہیں **قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ** ترجمہ: کہہ دو مجھے حق نہیں کہ ”قرآن“ کو اپنی طرف سے بدل دوں اور بقول مولوی نعیم

---

(۱) (توبہ:۸۴)

(۲) (نساء:۱۲۵)

الدین مرادآبادی صاحب ''یا اللہ کی کتاب کے احکام کو بدل دوں'' (خزائن العرفان ص ۳۰۲) میں تو وحی الٰہی کا پابند ہوں۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِہٖ (۱)

تم کہہ دو کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو قرآن سناتا نہ میں تم کو اس کی اطلاع دیتا۔''

(۲۶) حضور a کے تشریف لانے سے پہلے تمام روئے زمین پر کفر و بت پرستی کی تاریکی تھی۔ عرب کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ان میں ہمیشہ خانہ جنگی رہتی۔ پھر یہ جنگ کی آگ صدیوں تک ٹھنڈی نہ ہوتی اللہ نے ان کے دلوں میں الف و محبت ڈال دی۔ اسی سلسلہ میں حضور a سے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَہُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ☆ (۲)

''اور ان کے دلوں میں اتفاق اور میل کر دیا اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے دنیا بھر کا مال خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیے بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے۔''

(۲۷) قرآن کریم نے اس قدر معظم و برگزیدہ جماعت سے بالکل دوٹوک الفاظ میں کہا:

﴿وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْہُمْ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ☆﴾ (۳)

سیدنا ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، نوح، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا،

---

(۱) (یونس:۱۵،۱۶)

(۲) (سورہ انفال:۶۳)

(۳) (انعام:۸۸)

یحییٰ، عیسیٰ والیاس، اسماعیل، یسع، یونس ولوط j یہ سب راہ راست پر ہیں۔ بقول احمد رضا خاں بریلوی ''اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔''(۱)

اور تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۰ میں ہے ان حضرات کے فضل و تقدم اور درجات کی بلندی کے باوجود اگر بالفرض نعوذ باللہ یہ حضرات شرک کریں تو جو کچھ یہ نیک اعمال کریں سب اکارت ہو جائے گا۔

خود قرآن کریم میں دوسری جگہ حضور a سے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ☆ (۲)

''بے شک ہم نے آپ کی طرف اور آپ کے پہلے پیغمبروں کی طرف راہِ ہدایت کی وحی کی اگر تو نے بھی شرک کیا تو ضرور تیرا کیا دھرا سب اکارت ہو جائے گا۔''

تفسیر جلالین ص ۳۹۰ میں اس آیت کی تفسیر یہ ہے: **لَئِنْ اَشْرَکْتَ یَا مُحَمَّد فَرَضًا لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ** ''فرضِ محال اے محمد! اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور بڑے خسارے میں ہوں گے۔''

(۲۸) خود مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں: ''ایک روز سید عالم a نے مسجد بنی معاویہ میں دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے۔ دو قبول فرمائے گئے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ وجدال نہ ہو۔ یہ قبول نہیں ہوا۔(۳)

---

(۱) (کنزالایمان: ۲۰۱)

(۲) (الزمر: ۶۵)

(۳) (خزائن العرفان ۱۴۱/ ۱۹۷)

معلوم ہوا سارے انسان خدا کے محتاج ہیں اور اللہ بے نیاز ہے، وہی مالک ومختار کل ہے۔ احکم الحاکمین ہے۔

کیا انبیاء اور اولیاء کو خاص حلال وحرام کرنے کا اختیار ہے

قرآن کریم نے بے حد واضح طور پر بیان فرمایا کہ حلال وحرام کرنے کا اختیار پیغمبر k کو نہیں ہے۔ احکم الحاکمین اللہ رب العالمین کے ہی حکم سے حلال وحرام ہوتا ہے یقیناً انبیاء کرام اور رسول j احکام ربانی کو پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بریلوی حضرات خدائی اختیار حضور a کے لیے ثابت کر کے عوام کو یہ بتانا اور جتانا چاہتے ہیں کہ ہم حضور کا مرتبہ بڑھا رہے ہیں حالاں کہ یہ قرآنی آیات واحادیث نبوی a کا انکار کر کے خود گمراہ ہوئے دوسرے اللہ کے بندوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اور عوام کی آخرت برباد کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ذیل میں انہیں حضرات کے الفاظ میں ان کے وہ عقائد پڑھئے جو خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے اصحاب ومتعلقین کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

عقیدہ 1 ...... اللہ عز وجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں، جسے نہ چاہیں نہ کریں۔ (۱)

عقیدہ 2 ...... حضرت جل جلالہ نے نبی a کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرما دیں۔ (۲)

عقیدہ 3 ...... اگر سبحانہٗ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت

---

(۱) (الامن والعلی ص۱۵۲)

(۲) (الامن والعلی ص۱۵۲)

چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی ہے اس میں سے مستثنیٰ فرما دیں۔ (۱)

عقیدہ 4 ...... نبی a کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔ (۲)

عقیدہ 5 ......حرام دو قسم ہے ایک خدا کا حرام اور ایک رسول کا اور دونوں یکساں ہیں۔ (۳)

عقیدہ 6 ......اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے۔ (۴)

عقیدہ 7 ......حلال و حرام کرنے کا حضور k کو رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے آپ شارع یعنی صاحب شریعت اور مالک شریعت ہیں۔ (۵)

عقیدہ 8 ......قانون الٰہی جنبش لب مصطفیٰ کا منتظر جو جس کو چاہیں حلال فرما دیں، جس کو چاہیں حرام۔ (۶)

عقیدہ 9 ...... نبی a کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔ (۷)

---

(۱) (الامن والعلی ص ۱۵۲)

(۲) (الامن والعلی ص ۱۵۹)

(۳) (الامن والعلی ص ۶۰)

(۴) (الامن والعلی ص ۶۰)

(۵) (شان حبیب الرحمٰن از مولوی احمد یار خاں ص ۶۷)

(۶) (شان حبیب الرحمٰن از مولوی احمد یار خاں ص ۱۰۴)

(۷) (الامن والعلی ص ۱۵۸)

عقیدہ 0 ......سب تو قانون کے منتظر مگر قانون نام ہے جنبش زبانِ مصطفیٰ k کا۔ (۱)

کس قدر باطل ایمان سوز عقائد ہیں جنہیں بظاہر حضور a کی الفت ومحبت کا لبادہ اڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ جب کہ یہ قرآنی احکام واحادیث کے خلاف مکمل سازش ہے۔ آخر یہ کون سی الفت ہے، یہ کون سی محبت ہے، کہیں یہ وہ لبادہ تو نہیں، جسے عبداللہ بن سبا نے اوڑھ رکھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ حضرت علی I مالک ومختار ہیں، خدائی صفات رکھتے ہیں، علی I ہی مددگار کارساز ہیں۔ ان کے قلب میں خداوندی روح ہے۔ خود حضرت علی I لعنت وملامت کرتے مگر وہ کہتا میں تو مالک ہی کہوں گا۔ بالکل اسی طرح یہ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ آپ کو کسی بھی چیز کے حلال وحرام کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

(۱) قرآن کریم میں اللہ کا حکم ہے:

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ

”اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے بیویوں کی مرضی وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے“ (۲)

اللہ کی حلال وپاکیزہ چیز کے بارے میں آپ a کا یہ قسم کھانا کہ میں اس چیز کو استعمال نہ کروں گا۔ اللہ نے پسند نہیں فرمایا بلکہ بقول مولوی احمد رضا یہ فرمایا اے غیب بتانے والے نبی تم نے اپنی بیویوں کی خاطر ان کی رضا کے لیے ایک حلال اور پاک چیز کو کیوں حرام کیا۔ یعنی اے غیب بتانے والے نبی تم کو حلال چیز کے حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اس واقعے کی تفصیل بخاری شریف کتاب الطلاق اور تفسیر سورہ تحریم میں حضرت

---

(۱) (شان حبیب ص۶۰)

(۲) (تحریم:۱)

عائشہ m سے متعدد روایتیں منقول ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم a زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرے اور ان کے پاس شہد پیتے تو میں نے اور حفصہ نے نہایت رازداری سے ایک بات طے کی کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور a تشریف لائیں تو یہ کہے کہ مجھے آپ کے منہ سے بو آ رہی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر نوش کیا ہے؟ چنانچہ آپ تشریف لائے اور اسی طرح عمل کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو زینب کے یہاں شہد نوش کیا ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی شہد استعمال نہ کروں گا۔ اور آپ نے تاکید بھی فرمائی کہ اس کی خبر کسی کو نہ کرنا۔ شہد جیسی پاکیزہ چیز کے لیے آپ کا بحلف فرمانا کہ میں کبھی استعمال نہ کروں گا۔ اللہ کو پسند نہ آیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اے نبی جس چیز کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی رضامندی و دل جوئی کی خاطر کیوں حرام کرتے ہو، یعنی تم اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہو۔ اللہ نے تمہارے لیے قسموں کا اتار قسموں کا کفارہ مقرر کیا ہے۔ آپ نے قسم توڑ دی اور مولوی نعیم الدین صاحب کی تحریر کردہ روایت کے مطابق آپ نے کفارے میں ایک غلام بھی آزاد کیا۔ (۱)

معلوم ہوا کہ حضور a کو حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ اگر آپ کو حلال و حرام کا اختیار ہوتا تو آپ مالک و مختار ہوتے یا آپ کو علم غیب ہوتا یا بقول مفتی احمد یار خاں بدایونی اللہ آپ کی جنبش لب کا منتظر ہوتا تو یہ حکم کیوں نازل ہوتا اور کیوں آپ کفارہ دیتے۔

(۲) جنگ احد میں کفار نے مسلمانوں کے شہداء کے چہروں کو زخمی کیا ان کے پیٹ چاک کیے، ان کے اعضا کاٹے، ان شہداء میں حضرت حمزہ بھی تھے۔ سید عالم a نے جب انہیں دیکھا تو حضور کو بہت صدمہ ہوا۔ حضور نے قسم کھائی ایک حمزہ I کا بدلہ ستر

---

(۱) (خزائن العرفان ۳/۸۳، تفسیر نعیمی)

کافروں سے لیا جائے گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی حضور نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ (۱)

(۳) بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے کہ اسی غزوہ احد میں حضور سید عالم a فجر کی نماز میں نام لے لے کر دعا فرماتے کہ اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔ یہ ظالموں کے حق میں بد دعا تھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ (۲)

یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کیوں کہ اللہ علیم خبیر جانتا ہے کہ ان میں سے بیشتر ایمان لانے والے ہیں اسی وجہ سے آپ کو اس دعا سے روک دیا گیا اگر آپ تصرف تام کا اختیار رکھتے تو یہ صورت ہرگز پیش نہ آتی۔

(۴) جنگ بدر میں ستر کافر گرفتار ہوئے۔ حضور a نے صحابہ کرام n سے مشورہ فرمایا کہ ان قیدیوں پر اللہ نے تم کو قدرت دی ہے۔ ان کا کیا کیا جائے اکثر مسلمانوں نے رائے دی کہ مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ بعض حضرات کی مرضی ہوئی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمر I اور سعد بن معاذ I کی رائے یہی تھی بلکہ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق I نے فرمایا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آپ a نے حضرت صدیق اکبر I کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔ اللہ کا حکم آیا۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ (۳)

---

(۱) (خزائن العرفان ۲۸۶/ ۷ ،۴ نحل)

(۲) (آل عمران: ۱۲۸)

(۳) (الانفال: ۶۷)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کیا جائے جب تک زمین میں ان کا خون اچھی طرح نہ بہائے یعنی اللہ کو نبیوں کا مال سمیٹنا منظور نہیں بلکہ کافروں کو قتل کیجیے تا کہ خوف سے کفر کی ضد چھوڑ دیں۔ حضور a نے محض صلہ رحمی اور رحم دلی کی بنیاد پر فدیہ کو پسند فرمایا جب کہ منشا خداوندی یہ تھا کہ کافی خون بہایا جائے تا کہ کفار کے دلوں میں اسلام کی شوکت ہیبت بیٹھ جائے اور کفر اسلام کے مقابلے میں کبھی سر نہ اٹھا سکے۔ قرآن میں ہے:

لَوْلَا کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۱)

ترجمہ احمد رضا: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا، اس میں تم پر عذاب آتا۔‘‘

اللہ کے کلام کا مخصوص انداز شاہد ہے کہ آپ خود مالک شریعت، مختار کل نہیں تھے بلکہ آپ حکم الٰہی کے پابند تھے۔

(۵) حضور a سے اللہ کا ارشاد ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲)

ترجمہ: ’’ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے مگر ان کی طرف وحی، حکم بھیجا کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری عبادت کرو۔‘‘

(۶) سورہ زمر میں بار بار آپ کو حکم دیا گیا:

قُلْ یَا عِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ (۳)

’’اے میرے ایمان والے بندو اپنے رب سے ڈرو۔‘‘

---

(۱) (انفال:۶۸)

(۲) (الانبیاء:۲۵)

(۳) (الزمر:۱۰)

(۷) قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ (۱)

”کہیے مجھے اللہ کی جانب سے حکم ہے کہ میں خالص اللہ کی عبادت کروں۔“

(۸) وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (۲)

”مجھے خود حکم ہے کہ سب سے پہلے میں بنوں مسلمان“

(۹) قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۳)

”کہہ دو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں رب کا کہنا نہ مانوں تو مجھے بھی اپنے رب سے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے“

(۱۰) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ (۴)

”اور یہ بھی کہیے کہ میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں اور خالص اسی کا بندہ ہوں۔“

(۱۱) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (۵)

”اور اے مشرکو! تم اللہ کو چھوڑ کر چاہے جس کی عبادت کرو۔“

(۱۲) سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ (۶)

”کسی بشر (آدمی) کی مجال نہیں کہ اللہ اُسے کتاب دے، حکمت دے اور نبوت دے

---

(۱) (الزمر: ۱۱)

(۲) (الزمر: ۱۲)

(۳) (الزمر: ۱۳)

(۴) (الزمر: ۱۴)

(۵) (الزمر: ۱۵)

(۶) (آل عمران: ۷۹)

پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہی کہے گا کہ رب والے بن جاؤ۔‘‘

(۱۳) **قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ☆ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ☆** (۱)

’’حضور a سے خطاب ہے کہ یہ کہیے کہ میری نماز، میری عبادت، میرا مرنا جینا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہے اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔‘‘

یہ قرآنی احکام ہیں کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا مجھے خود ڈر ہے۔ میں خود اس کی عبادت کرتا ہوں، خالص اسی کا بندہ ہوں، میری عبادت میرا مرنا جینا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ ان آیات واحکام کے بعد یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور a کو اللہ نے یہ منصب دیا تھا کہ جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرما دیں، آپ مالک شریعت ہیں، قانونِ الٰہی حضور کی جنبش لب کا منتظر ہے۔ اللہ کی پناہ کس قدر قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

(۱۴) ترمذی شریف میں حاتم طائی کے صاحب زادے حضرت عدی ا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ a کی خدمت میں حاضر ہوا اور حال یہ تھا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ a نے فرمایا اس بت کو گردن سے نکال دے۔ اس وقت حضور a سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ **﴿اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾** ’’عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے‘‘ حضرت عدی ا نے کہا کہ ہم لوگ انہیں رب نہیں سمجھتے۔

---

(۱) (الانعام:۱۶۲،۱۶۳)

آپ a نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو چاہیں حلال اور جس جو چاہیں حرام کر دیں۔‘‘

حضرت عدی I نے کہا: ’’ہاں ہمارا ایسا ہی عقیدہ ہے۔‘‘

حضور a نے فرمایا: ’’کہ یہ عقیدہ رکھنا، انہیں ایسا جاننا ان کی عبادت اور پوجا اور انہیں رب بنانا ہے۔‘‘

دراصل شریعت کی تاسیس، حلال اور حرام کی تعیین جائز و ناجائز کی تفریق، امر و نہی کے احکام یہ سب خدا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پیغمبر تعلیم الٰہی سے ان احکام کے بیان فرمانے والے پیغام رساں اور مبلغ ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ بریلوی عقائد قرآنی تعلیم کے سراسر منافی ہیں۔ یہ بریلوی حضرات عوام کو باور کراتے ہیں کہ ہم حضور کا مرتبہ بڑھا رہے ہیں۔ لیکن حضور a فرماتے ہیں کہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس کو چاہیں حلال کر دیں، جس کو چاہیں حرام کر دیں، اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ تم انہیں رب بنا رہے ہو۔ یہ شان تو صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ہے۔ آپ a نے فرمایا: عدی! اس سونے کے بت کو توڑ دے اور درویشوں اور اولیاء کے بارے میں اس عقیدے کے بت کو چھوڑ دے۔‘‘

(۱۵) حضور سرور عالم a کی وفات سے صرف پانچ دن پہلے بروز جمعرات ظہر کے وقت (فتح الباری) طبیعت کچھ پرسکون ہے۔ آپ a نے غسل فرمایا: غسل کے بعد محبوب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، امام الانبیاء والمرسلین غریبوں کے مداوا و غم گسار ہیں جو بے سہاروں کے سہارا ہیں۔ آج کمزوری کا یہ عالم ہے کہ حضرت علی و عباس o کے سہارے چل رہے ہیں۔ وہ آپ کو تھام کر مسجد میں تشریف لائے۔ ظہر کی نماز حضرت ابو بکر I کے پہلو میں بیٹھ کر پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ a نے خطبہ دیا۔ جو آپ a کی حیات کا آخری خطبہ ہے۔

آپ نے خطبے کے آخر میں فرمایا:

’’حلال وحرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے۔ جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور میں نے وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔‘‘

پھر آپ نے فرمایا:

’’انسان کی جزا وسزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے۔‘‘

آپ نے پھر فرمایا:

’’اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ! اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے یہاں کے لیے کچھ کرلو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔ (مسند امام شافعی باب استقبال القبلہ، کتاب الام، امام شافعی اور طبقات ابن سعد جز الوفات بسند حسن یہ روایت مروی ہے)

(۱۶) بخاری شریف باب ذکر من ورع النبی ﷺ وعصاہ وسیفہ

حضرت زین العابدین ومسور بن مخرمہ o کی روایت کے مطابق حضور سید عالم a نے برسر منبر فرمایا:

وانی لست احرم حلالا ولا احل حرام

’’میں خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا ہوں یعنی حلال وہی ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے۔ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔‘‘ یہ روایت مسلم شریف جلد دوم ۲۹۰، ابوداؤد شریف کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۲۲۳، اور مسند احمد جلد نمبر ۳، ص ۱۲ اور ص ۶۱ میں بھی ہے۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:

انه لیس لی تحریم ما احل الله

"یعنی جس کو اللہ نے حلال کیا ہے، میرے اختیار میں نہیں کہ میں اسے حرام کردوں۔" (۱)

یہ قرآن اور احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ مولوی احمد رضا کے مسلک اور دین ان کے عقائد اور فرمودات ان قرآنی آیات و احادیث و احکام کے یقیناً خلاف ہیں۔

آخر میں رضا خانی مذہب سے ایک سوال اگر سرکار طیبہ a مختار کل ہیں تو پھر ابوطالب جنت میں جائے گا یا جہنم میں، جنت میں تو نہیں جائے گا کیونکہ تم نے بھی اس کو جہنمی لکھا ہے فاضل بریلوی کا پورا رسالہ اسی بات پر ہے، شرح المطالب۔

اگر جہنم میں جائے گا اور ادھر سرکار طیبہ a کو اختیار بھی ہے جنت میں لے کے جانے کا، تو کیوں نہیں لے جائیں گے، جو نبی دنیا میں اس کی بخشش کی دعا کرنے کے لیے تیار تھے اگر ان کو اختیار مل جائے تو وہ کیوں نہیں لے جائیں گے ان کو جنت میں۔

اب دو باتیں ہیں یا اختیار کلی کا عقیدہ غلط ہے یا ابوطالب کا جہنم میں جانا غلط ہے جو تمہاری مرضی؟

اسی کو اختیار کرلو۔

---

(۱) (مسند احمد جلد نمبر ۳، ص ۶۱، ص ۱۲)

مسئلہ نور و بشر

مسئلہ نور و بشر میں فرقہ بریلویہ کے عقائد

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

رسولؐ اللہ کے نور سے ہیں اور ساری مخلوق آپ کے نور سے ہے۔ (۱)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں:

وہابی نبی a کو اپنے مثل بشر کہتا ہے اور حنفی آپ کو بے مثل نور کہتا ہے تم سوچو کہ کون ہو۔ (۲)

علماء حق نے اسلام کی چودہ صدیوں میں باطنیہ کے جس عقیدے کو (کہ اللہ ذاتاً نور ہے روشنی ہے) اپنے ہاں جگہ نہ دی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے اہل بدعت (جو اہل سنت ہونے کے مدعی بھی ہیں) اس الحادی عقیدے پر کیوں آ گئے اور انہوں نے کیوں یہ عقیدہ اپنا لیا جو اہل السنۃ والجماعۃ کا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اس راز کو جاننے کے لیے آپ حضرات کو کچھ پیچھے لوٹنا ہوگا اور ہندوستان کی اس سیاسی فضا کے سائے میں اس بات کو سمجھنا ہوگا جس میں مولانا احمد رضا خاں اپنے اس نئے مذہب کو ترتیب دے رہے تھے اور تاکید فرما رہے تھے کہ میرے دین و مذہب کو جاننا اور اس پر چلنا تمام فرائض میں سب سے بڑا فرض ہے۔

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے یہ مسئلہ پیدا ہوا جاہل مسلمانوں نے اس عقیدے کو کہ اللہ نور ذات ہے انگریزوں سے دریافت کیا۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت

---

(۱) (مواعظ نعیمیہ مفتی احمد یار نعیمی ص ۱۴)

(۲) (مقیاس حنفیت ص ۲۳۵)

عیسیٰ k خدا کے بیٹے ہیں اور باپ کا نورِ ذات ہیں...... باپ بیٹے کی ذات ایک ہوتی ہے مسلمانوں کے لیے نا قابل قبول تھا۔ اب یہاں انگریز حکومت نے ایک چال چلی کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے لیے نہ سہی مسلمان اپنے پیغمبر کے لیے ہی اگر اس عقیدے پر آ جائیں تو پھر انہیں حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر لانا اور نور من نور اللہ منوانا بہت آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے آپ کو ہندوستان میں اہل سنت کا ایک فرد ایسا نہ ملے گا جو بشریت انبیاء کا منکر ہو یا حضور a کے اللہ کے نور ذات سے مان کر نور من نور اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو۔

انگریز ہندوستان آئے تو اس وقت ہندوستان کی مسلمانوں کی علمی مسند پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) کا طوطی بول رہا تھا۔ ان کی علمی سلطنت سمرقند و بخارا سے لے کر مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے درس حدیث کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی تھے اور وعظ و تبلیغ میں آپ کے بھتیجے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید آپ کے جانشین تھے۔ تفسیر میں آپ کے نمائندے حضرت مولانا عبدالحئی تھے اور سلوک و طریقت میں حضرت سید احمد بریلوی آپ کے خلیفہ تھے۔

ان حضرات کے اقتدار علمی میں عیسائیوں کا نور من نور اللہ کا عقیدہ مسلمانوں سے منوانا خاصا مشکل تھا۔ اس کے لیے انگریز حکمرانوں اور عیسائیوں پادریوں نے دوہری چال چلی کہ اللہ کے نور ذات ہونے کا عقیدہ پھیلانے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے خلاف کچھ اس قسم کی فضا پیدا کی جائے کہ جاہل مسلمان ان کی بات نہ سنیں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ہمیں ایک ایسا طبقہ مل جائے جو پیغمبر اسلام کے بارے میں اس عقیدے کا داعی ہو کہ آپ اللہ کے نور ذات سے بنائے گئے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰ k کے اللہ کے نور ذات سے پیدا ہونے اور نور من نور اللہ ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کے سامنے

لاکھڑا کیا جائے۔ اس صورت حال میں انہیں یہ عقیدہ سننے میں کوئی وحشت اور اجنبیت نہ رہے گی۔ جب مسلمانوں میں حضور a کے جزو ذات ہونے کا تصور بھی راہ پالے گا۔ تو پھر عقیدہ تثلیث کی گولی آسانی سے ان کے حلق میں اتاری جا سکے گی۔ اور تین میں ایک ایک میں تین کا مشنری عقیدہ انہیں باآسانی منوایا جا سکے گا۔

بدایوں میں گیارہ روپے یومیہ ایک محفل منعقد کرائی جاتی تھی۔ اور حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف فضا ہموار کی جاتی یہ گیارہ روپے کن کو ملتے تھے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا فضل رسول بدایونی کو تاریخ نے یہ شہادت محفوظ کر لی ہے۔

مسلمان کہلانے والوں کا نیا الحادی عقیدہ:

چودہویں صدی کے اہل بدعت کو پہلے اس عقیدہ پر کھڑا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے اور اپنی ذات میں نور ہے اور جو کہتے ہیں اللہ نور نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے منکر اور گستاخ اور بے ادب ہیں۔

پھر انہوں نے اس پر عمارت کھڑی کی کہ آنحضرت a اللہ کے نور ذات سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ ذاتاً نور ہیں اور اللہ کے نور ذات کا ایک حصہ ہیں۔

پھر انہوں نے حضور a کے مخلوق اور ممکن الوجود ہونے کے اسلامی عقیدہ کو اس شعر میں دفن کر دیا۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں (۱)

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۴۹)

(شرح) حضور a اتنی قدرتوں کے مالک ہیں کہ انہیں ممکن الوجود کہتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے بھلا ممکن الوجود بھی اتنی قدرتوں کا مالک ہوسکتا ہے؟ اور اگر آپ کو واجب الوجود کہیں تو آپ کا نماز پڑھنا اور بندہ کہلوانا اس اطلاق (واجب الوجود) سے روکتا ہے حقیقت کیا ہے اسی میں کھویا جاچکا ہوں حق یہ ہے کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ یہ بھی درست نہیں کہ آپ مخلوق ہیں اور یہ بھی درست نہیں کہ آپ خدا ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

یہاں مولانا احمد رضا خاں نے آنحضرت a کے ممکن الوجود ہونے کے عقیدہ کو صراحت سے غلط نہیں کہا لیکن ایک دوسرے مقام پر آپ a کے ممکن الوجود ہونے کو کھلے طور پر ایک جھوٹا عقیدہ بتلا رہے ہیں۔

کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے(۱)

(شرح) کمان امکان کے دو نقطے کون سے ہیں ابتدا اور انتہا...... یہ ایک کمان ہے جس کے دو کنارے ہیں امکان سے مراد ہے حضور کا دائرہ امکان میں ہونا ہے ممکن الوجود ہونا اور مخلوق ہونا...... حضور کے بارے میں جب یہ دو نقطے ابتدا اور انتہا کالعدم ہو گئے تو آپ کی نہ کوئی ابتدا رہی آپ ازلی ٹھہرے...... اور نہ کوئی انتہا ٹھہری یعنی آپ ابدی ہو گئے۔ حضور a کو ازلی اور ابدی کہنے کا یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائی پادری الوہیت مسیح کی دعوت دینے سے پہلے مسلمانوں کے دلوں میں اتارنا چاہتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے زہر کی یہ گولی مسلمانوں کے حلق میں حضور a کی محبت اور عظمت کے نام سے اتاری۔ اور اب وہ کھلے بندوں حضور a کی بشریت سے انکار کرتے ہیں اور عقیدہ نور من نور اللہ کا پرچار کرتے ہیں۔ اور آج بھی مسلمانوں میں ایسے جاہلوں کی کمی نہیں ہے۔

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱۴)

جب ذرا ان کا عقیدہ ٹٹولا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ آنحضرت a کو اللہ تعالیٰ کا وجود ذات سمجھتے ہیں اور یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ k کے بارے میں قائم کیا ہوا ہے۔ جس کا رد اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (۱)

”بے شک کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہی مسیح ابن مریم کی صورت میں جلوہ گر ہے۔“

بریلویوں نے یہ عقیدہ قائم کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور ذات ہے اور حضور a کا وجود مسعود اس ذات سے صادر ہوا ہے نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور حضور a بھی نور ذات ہیں۔ ان کی یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ نہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور نہ آپ نور ذات ہیں۔ نور اللہ کی صفت ذات نہیں صفت فعل ہے اللہ کا نور اس کی ہدایت اور رحمت ہے۔ آنحضرت a بھی نور ہدایت ہیں اور اس ہدایت اور رحمت کے اٹھانے والے ہیں۔ رہی ذات دونوں کی تو اللہ رب العزت کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ذات اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے۔ اس کی حقیقت ہمارے ادراک سے بالا ہے جو ہم اسے پہچانتے ہیں صرف اس صفات سے پہچانتے ہیں اور اس پہچان کے بارے میں بھی برملا کہتے ہیں۔ **ما عرفناک حق معرفتک و ما عبدناک حق عبادتک** ہمیں اس باب میں اپنی درماندگی اور عجز کا پورا اقرار ہے کون ہے جو اس کی حقیقت کو پا سکے۔

ہاں آنحضرت a کی ذاتِ گرامی کو ہم ذاتِ الٰہی کا جزو نہیں سمجھتے جس طرح علمائے حق نے اللہ کی ذات کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ فوق الادراک ہے ہم اس کی کنہ کو نہیں پا سکتے حضور a کی ذات گرامی کے متعلق انہوں نے نہایت واشگاف

---

(۱) (المائدہ آیت ۱۷)

پیرائے میں کہا کہ وہ بشر ہیں اور انسان ہیں۔ رہا ان کا نور ہونا تو وہ نور ہدایت ہیں۔ نور ذات نہیں۔ ذات باپ بیٹے کی ایک ہوتی ہے۔ اگر حضور a ذاتاً انسان نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ آپ کی جملہ اولاد بھی جو آج ہزاروں سادات پر مشتمل ہے سب ذاتاً انسان اور بشر نہ ہوں اور اس کا قائل کوئی دانش مند آپ کو اسلام کی چودہ صدیوں میں نہ ملے گا۔

علمائے حق نے اسلام کی تیرہ صدیوں میں اسی عقیدے کے گرد حفاظت کا پہرہ دیا ہے صرف چودھویں صدی میں آ کر بریلویوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اعتقادی قلعے میں اس لیے شگاف کیا کہ انگریز حکومت کے سایہ تلے عیسائیوں کا عقیدہ الوہیت مسیح مسلمانوں کے لیے کوئی وحشت نہ بنا رہے۔

اہل السنّت کے ہاں آنحضرت a کا نور ہونا صرف اس معنی میں ہے کہ آپ سے دوسروں کو روشنی ملی اور ظاہر ہے کہ یہ آپ کے نور ہدایت ہونے کا بیان ہے نور ذات ہونے کا نہیں۔

ان الرسول لنور یستضاء به

”بے شک رسول پاک نور ہیں بایں طور کہ آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔“

بایں ہمہ شان نور آپ ذات میں عالمِ امکان کی سرحد سے باہر نہیں نہ آپ کے لیے عالم امکان کے دونوں نقطے ابتدا اور انتہا چھوٹے ہیں۔ آپ کو ممکن الوجود مانتے ہوئے ذاتاً بشر اور انسان ماننا ضروری ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہ a با آں علوشان بشر بود و بداغ حدوث و امکان متسم بشر از خالق بشر چہ دریابد و ممکن از واجب چہ فرا گیرد و حادث قدیم را جلت عظمتہ چہ چور احاطہ نماید۔ (۱)

---

(۱) (مکتوبات دفتر اول نمبر ۱۷۳ ص ۱۷۷)

”اے بھائی! محمد رسول اللہ a اپنی اس اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے (پیدا ہونے) اور ممکن الوجود ہونے کا نشان آپ میں قائم تھا۔ بشر خالقِ بشر کا مقام کیا پا سکتا ہے اور ممکن الوجود واجب الوجود کا درجہ کیا لے سکتا ہے اور حادث قدیم کا جس کی عظمت بہت اونچی ہے۔ کیسے احاطہ کر سکتا ہے؟

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات باعامہ درنفس انسانیت برابر اندو درحقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است (۱)

”انبیاء کرام ان سب پر صلوات اور تسلیمات ہوں عام انسانوں کے ساتھ نفس انسانیت میں برابر ہیں۔ حقیقت بشری اور ذات انسانی پر سب بنی نوع انسان کے ساتھ وہ متحد اور ایک ہیں ان کی باقی بنی نوع انسان سے خصلت ان کی صفات کاملہ کی بنا پر ہے۔ (نہ یہ کہ وہ انسان ہی نہ ہوں)

مولانا احمد رضا خاں بجائے اس کے کہ نقشبندی حضرات کے سرخیل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی e کے فیصلہ کے آگے جھک جاتے الٹا حضرت مجدد کو یوں سناتے ہیں:

کوئی مجددی اس کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا۔ (۲)

اور خان صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں حضور a کی بشریت کو ایک ظاہری پردہ کہتے ہیں ذاتاً آپ کو بشر نہیں مانتے۔ آیت **قل انما بشر مثلکم** کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) (مکتوبات دفتر اول نمبر ۲۶۶ ص ۳۲۹)

(۲) (ملفوظات حصہ ۳ ص ۷۰)

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔“ (۱)

کیا یہ آپ کے حقیقتاً اور ذاتاً بشر اور انسان ہونے کا انکار نہیں اور پھر آپ اس پر بھی غور فرمائیں کہ کیا آپ کی بشریت کا انکار کفر نہیں اور کیا یہ کھلا انکار قرآن نہیں۔ ہماری عرضداشت نہ مانیں جناب خواجہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی تو یہ تحریر پڑھ لیں۔

انبیاء ورسل بشر ہیں اور ابوالبشر آدم k کی اولاد سے ہیں ......قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور صراحتہً بیان کرتا ہے کہ انبیا ورسل بشر ہیں...... جو شخص انبیاء ورسول کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (۲)

عیسائیوں اور مسلمانوں میں واضح فرق:

عیسائی حضرت عیسیٰ k کو صرف ظاہرا صورت بشری کہتے ہیں اور مسلمان آنحضرت a کو صرف ظاہراً صورت بشری نہیں کہتے۔ آپ کو ذات اور حقیقت میں (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے تصریح کی ہے) بشر مانتے ہیں اور آپ کے لیے وہ تمام لوازم جو یہاں انسان کو پیش آتے ہیں ثابت کرتے ہیں گرمی سردی بھوک پیاس نکاح اولاد وغیرہ سب امور آپ کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ جس مسلمان عالم نے بھی عیسائیت سے کبھی ٹکر لی اور پادریوں سے علمی معرکہ سر کیا۔ اسے آپ کی بشریت کا اقرار پوری تفصیل سے کرنا پڑا۔

علامہ ابوالبرکات نعمان خیر الدین الآفندی الآلوسی e بغداد کے نہایت جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔ آپ نے عیسائی اسقف عبد المسیح سے ٹکر لی اور اس نے جو فریب

---

(۱) (کنز الایمان ص ۴۸۶)

(۲) (ضیائے حرم ص ۲۹، ۳۰ شائع پیر کرم شاہ صاحب)

مسلمانوں کو دیئے تھے انہیں تارتار کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں **الجواب الفسیح لما لفقه عبدالمسیح** دو ضخیم جلدوں میں ۱۳۰۶ھ میں لکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل لاہور کو یہ شرف بخشا کہ انہوں نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ مسئلہ بشریت میں عیسائیت اور اسلام میں جو کھلا فرق ہے اسے بیان کرتے ہوئے۔ حضرت ابوالبرکات آلوسی لکھتے ہیں:

فنبینا علیه الصلوٰة والسلام عبدالله رسوله وبشر تحله العوارض کما قال سبحانه قل انما انا بشر مثلکم (۱)

’’سو ہمارے نبی کریم b اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اور بشر ہیں آپ پر بیماریاں اور ضرورتیں اترتی ہیں خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے آپ کہہ دیں میں بھی بشر ہوں جیسے تم۔‘‘

سو اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ہے کہ ردعیسائیت میں جن عالموں نے شہرت پائی ان میں سے کسی کا وہ عقیدہ نہ تھا جو بریلویوں کا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ انسائیکلو پیڈیا میں یوں مرقوم ہے:

آنحضرت نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف ہے۔ (۲)

بشریت انسان کی ذات ہے صفات سے نکلنا کسی درجے میں ہوسکتا ہے مگر ذات سے نکلنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کسی انسان سے اس کی ہویّت کچھ وقت کے لیے غائب ہو جائے اور اس کے بدن میں کوئی جن ظاہر ہو اب جن اس میں سے ہو کر کلام کرے گا۔ گو دوسروں کو وہی انسان دکھائی دے جس میں جن اترا ہوا ہے یہ انسان کی اپنی

---

(۱) (الجواب الفسیح جلد ۲ ص ۲۱۸)

(۲) (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۴ ص ۴۸۶)

ذات سے کچھ وقت کے لیے دوری ہے مستقل طور پر یہی بدن اس کا وجود ہے اور اس وقتی غیوبت کے بعد اسے (اس انسان کو) پھر اسی بدن میں آنا ہے۔

آنحضرت a کا بشری بدن اگر کسی وقت ایسی لطافت اختیار کر لے کہ آپ پر عالم ملکوت کا انکشاف تام ہو جائے تو یہ وقتی طور پر ایک کیفیت ہے جو بدن پر طاری ہوئی اور پھر اصل صفات عود کر آئیں...... اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل ہاتھ حضور a کے کندھوں پر رکھا اور آپ کے لیے ہر چیز روشن ہوگئی۔ (۱)

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے بشریت کا لباس اتار دیا اور اندر سے آپ کچھ اور تھے۔ (معاذ اللہ) یہ روحانی طور پر بشریت کا نور میں متبدل ہونا ہے اسی طرح کی ایک عارضی حالت ہے جو حضرت جبریل کے تمثل بشری میں انہیں عارض ہوتی تھی۔ اس کا مطلب کبھی نہ لیا جاتا تھا کہ وہ فرشتہ ہونے سے نکل گئے ہیں۔

جب حضور a اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے نور عطا فرمایا مجھے نور بنا دے تو اس سے انکشافات تام کے یہی جلوے اور فنا فی الذات کے یہی پیرائے مراد ہوتے تھے نہ یہ کہ حضور a بشریت اور اس کے عوارض گرمی سردی بھوک پیاس اور نکاح و اولاد کے حالات سے نکل گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں فنا فی الذات کا یہی پیرایہ مراد ہے۔

جب آپ پر وحی اترتی تو آپ اس وقت بھی حال دنیا کے قرار میں نہ رہتے۔ اس برزخی مقام میں آپ کو ورودِ موت کے بغیر بار ہا لے جایا جاتا تھا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کی وحی آنے کی حالت پر لکھتے ہیں:

ھی حالۃ یوخذ فیھا عن حال الدنیا من غیر موت فھو مقام برزخی

---

(۱) (جامع ترمذی ج۱ص۱۵۶)

یحصل له عند تلقی الوحی (۱)

”وہ ایسی حالت تھی جس میں آپ حال دنیا سے بغیر موت کے اٹھائے جاتے سو یہ ایک برزخی حالت تھی جو آپ پر وحی حاصل کرتے وارد ہوتی تھی۔“

محدث کبیر ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) نے حدیث **واجعلنی نورًا** (اے اللہ مجھے نور بنا دے) کے تحت انقلاب بنورانیت کے جو الفاظ لکھے ہیں اس سے بھی تمثیل مراد ہے جو آپ پر اس انکشاف تام کے وقت جاری ہوتا تھا۔ آپ نے اگر اللہ رب العزت کو اس جہان میں بلا حجاب دیکھا تو یہ صرف اس حالت میں ہوا کہ آپ اس تمثل میں آئے کہ بشریت کے جملہ تقاضے آپ سے منتفی تھے۔

واذا انتقفت المومنون عن الکدورات البشریة فی دار الثواب فیرونه بلا حجاب کما ان النبی علیه الصلوٰة والسلام راه فی الدنیا لانقلابه نورا کما قال فی الدعاء اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا الیٰ قوله واجعلنی نورًا. (۲)

”اور جب مومن انسان دار الثواب (آخرت کی دنیا میں) بشری آلائشوں سے پورے طور پر علیحدہ ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھ لیں گے۔ جیسا کہ نبی کریم a نے اللہ رب العزت کو دیکھ لیا تھا کیوں کہ (اس گھڑی) وہ نور میں بدلے ہوئے تھے۔ جیسا کہ آپ نے دعا میں کہا تھا اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما۔ میری آنکھ میں نور پیدا فرما یہاں تک کہ مجھے خود نور کر دے۔“

جبریل امین کتنی دفعہ تمثل بشری میں آئے آپ اپنی ملکی حقیقت سے نہ نکلے ہوئے

---

(۱) (فتح الملھم ج ۱ ص ۳۱۰)

(۲) (مرقات جلد ۱ ص ۱۶۴)

تھے۔ انبیاء کرام پر قرب الٰہی کے یہ لطیف لمحے کتنے ہی کیوں نہ اتریں، وہ بشریت سے کلیۃً نہیں نکلتے۔ بشریت کے تقاضوں سے کچھ لمحوں کے لیے غائب ہونا اور بات ہے اور بشریت سے حقیقتاً نکل جانا اور بات ہے۔ بندہ فنا فی اللہ کی منزلوں میں کتنا ہی کیوں نہ اترے وہ ذات واجب کے صفات میں کسی سے کبھی متصف نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت a پر جب وحی اترتی آپ ان لمحات میں بے شک اپنی بشریت سے غائب ہوتے تھے۔ لیکن یہ منقلب بہ نور ہونا اور وقتی طور پر بشریت سے نکلنا آپ کے جوہر ذات کو نہ بدلتا تھا۔ بشریت سے اس طرح نکلنے کی تعبیر نصوص شرع کے خلاف نہیں۔ ایک دفعہ آپ پر یہ خاص حالت وارد تھی۔ آپ a نے حضرت ابوہریرہ کو اچھی طرح نہ پہچانا اور پوچھا کیا تو ابوہریرہ ہے؟ اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

قال علی القاری e الاستفهام اما علٰی حقیقه لانه علیه الصلٰوة والسلام کان غائبا عن بشریته بسبب ایحاء هذا البشارة فلم یشعر فی اول الوهلة نانه هو و اما للتقریر وهو ظاهر و اما للتعجب لاستغرا به انه من این دخل علیه والطرق مسددة(۱)

”آپ کا پوچھنا یا تو حقیقت کے طور پر ہے کہ کیوں کہ آپ وحی کی اس بشارت کے سبب اس وقت اپنی بشریت سے نکلے ہوئے تھے۔ سو اول ہلہ آپ نہ جان سکے کہ وہ ابوہریرہ ا ہی ہے اور یا یہ پوچھنا تقریر کلام کے لیے ہے اور وہ ظاہر ہے اور یا یہ بسبب تعجب ہے اس حیرانی کے باعث کہ ابوہریرہ ا یہاں آپ کے پاس کیسے آ گئے دروازے تو سب بند تھے۔“

سو مذکورہ دعا کے آخر میں جو ہے کہ اے اللہ! مجھے نور بنا دے تو اس سے مراد بشریت

---

(۱) (فتح الملہم ج۱ص۲۰۴)

سے کلیۃً نکلنا نہیں...... اس نور سے محدثین نے بیان حق اور نور ہدایت ہی مراد لیا ہے نہ کہ نورِ ذات۔

امام نووی (٦٧٦ھ) شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

قال العلماء سأل النور فی أعضائه وجهاته والمراد به بیان الحق وضیاء ه والهدایة إلیه فسأل النور فی جمیع أعضائه وجسمه وتصرفاته وتقلباته وحالاته فی جهاته السبت (١)

”علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت a نے اپنے تمام اعضاء بدن اور جہاتِ وجود میں اللہ تعالیٰ سے نور مانگا اس سے مراد حق کا بیان اس کی روشنی اور اس کی طرف راہ پانا ہے سو آپ نے اپنے تمام اعضاء اور اپنے پورے جسم میں اللہ تعالیٰ سے نور کی درخواست کی کہ آپ کے تمام تصرفات تمام بدلتے اوقات اور تمام حالات میں آپ کی ہر شش جہات میں نور اترے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی (٨٥٢ھ) بھی لکھتے ہیں:

وکل هذه الأمور راجعة إلی الهدایة والبیان وضیاء الحق (٢)

”یہ سب امور ہدایت، بیان اور سچائی کی چمک کی طرف لوٹتے ہیں۔“

علامہ یوسف اردبیلی الشافعی نے بھی یہاں یہ تعبیر اختیار کی ہے۔

اہل السنّت والجماعت کا ایک مقتدر محدث بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہاں نور سے نور ذات مراد لیا ہو۔ سب کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ ذاتاً بشر اور صفۃً نور ہدایت ہیں۔ آپ کی یہ نور طلبی بتاتی ہے کہ آپ ذاتاً نور نہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے صفۃً نور ہونا طلب کر رہے ہیں۔

---

(١) (شرح صحیح مسلم ج ١ ص ٢٦٠)

(٢) (فتح الباری ج ٦ ص ۴٣٠)

سوال:

اگر آپ ذاتاً نور نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے اول ما خلق اللہ نوری یہ خلقت میں نور ہے صفت واکتساب میں نہیں۔

جواب:

اگر یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ کہیں ثابت ہو تو لفظ نور یہاں روشنی کے معنی میں نہیں روح کے معنی میں ہوگا۔ روح اور پھر نبی کی روح وہ ایک نورانی چیز ہے۔ اور مزید یہ کہ اس وقت روح مبارک کا جسد بشری سے تعلق بھی نہیں اس اعتبار سے آپ کی روح اقدس کی پیدائش گویا ایک نور کی پیدائش تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نورانیت سے آپ کے دنیا میں تشریف لانے پر آپ کی بشریت کی نفی ہوگئی۔

محدث جلیل مجدد مائۃ دہم ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں:

ومنہ قولہ اول ما خلق اللہ نوری و فی روایۃ روحی و معناھما واحد فان الارواح نورانیّۃ ای اول ما خلق اللہ من الارواح روحی. (۱)

”اسی طرح آپ کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا کیا اور نور اور روح کا معنی یہاں ایک ہے ارواح سب نورانی ہیں۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح میں سب سے پہلے میری روح کو خلقت بخشی۔“

نور وہ چیز جو روشن ہو روشنی اس کی صفت ہو اور اس کی روشنی میں چیزیں بھی دیکھی جاسکیں۔

---

(۱) (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۷ طبع جدید)

النور...... ای الظاھر بنفسه والمظھر لغیرہ وقیل ھو الذی یبصر بنورہ ذوالعمایة (۱)

اور خدا کے نور کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یھدی اللہ لنورہ من یشاء ای یھدی اللہ القلوب الیٰ محاسن الاخلاق وینور الحق ویصطفیه (۲)

’’اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ دلوں کو محاسن اخلاق کی راہ دکھاتا ہے اور ان میں حق کو روشن کرتا ہے اور اسے چن لیتا ہے۔‘‘

سو یاد رہے کہ نور محمدی سید البشر پر اترا ہوا نور ہے۔ اور یہ افاضہ الٰہی ہے خدا کی عطا اور دین ہے، یہ صحیح نہیں کہ نور محمدی نور الٰہی سے صادر ہوا یا یہ کہ وہ اللہ کے نور کا حصہ ہے اس کی ذاتِ الٰہی سے کوئی شرکت نہیں۔ نور الٰہی سے نور محمدی کا صدور الحادی عقیدہ ہے جس میں بریلوی علماء نے جاہل عوام کو بڑی بے دردی سے ڈال رکھا ہے۔ اور اس قسم کے اختلافات پیدا کر کے امت کو لڑا رہے ہیں اور اپنے اس الحاد سے وہ بہت سے لوگوں کو ایمان سے خالی کر رہے ہیں۔

جس طرح حضرت جبریل امین کا تمثل بشری آپ کو حقیقت ملکی سے جدا نہ کرتا تھا ذات رسالت پر قرب الٰہی کے لطیف لمحے انبیاء کو بشریت سے کبھی خارج نہیں کرتے۔ افسوس کہ بریلوی حضرات ایسے متشابہ واقعات سے نصوص سے ٹکرانے لگتے ہیں۔

سایہ نہ ہونے کے متشابہ سے مغالطے میں نہ پڑیں:

بریلوی عقیدہ میں آپ a کا سایہ نہ ہونا بطور خرق عادت نہیں نور کی صفت کے طور

---

(۱) (مرقات جلد۵ ص۹۹)

(۲) (مرقات جلد۵ ص۹۹)

پر تھا اور یہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آپ میں بشریت بالکل نہ ہو اور آپ کی پیدائش عناصر سے نہ ہو اور یہ عقیدہ بریلویوں کو بالکل عیسائیت کی گود میں لا بٹھاتا ہے کیوں کہ جو مسلمان حضور a کے سایہ نہ ہونے کے قائل گزرے ہیں۔ وہ آپ میں یہ شان بطور معجزہ اور خرق عادت تسلیم کرتے تھے۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ عادۃً اس نوع سے ہوں جس کا سایہ ہوتا ہے اور یہ بشریت کا صریح اقرار ہے قرآن کا انکار نہیں۔

بریلوی حضرات اس عقیدے میں شیعوں سے بھی آگے چلے گئے حضور a کو ذات کے اعتبار سے نور ماننا۔ یہ عقیدہ ان کا بھی نہ تھا۔ ان کے ملا باقر مجلسی کسی ایسے شخص کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما قیل من ان جسده الشریف کان لطیفًا فلم یکن یمنع نفوذ الشعاع فهو بعید لانه لو کان جسده الشریف کذالک لم تکن ثیابه کذالک وایضًا لو کان کذالک لکان لا یمنع نفوذ شعاع البصر(۱)

”یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ a کا جسد اطہر اس قدر لطیف تھا کہ شعاعوں کو آگے گزرنے سے روکتا نہ تھا۔ یہ بات بعید از علم ہے کیوں کہ اگر جسد اطہر اس طرح تھا کہ آپ کے کپڑے تو اس طرح نہ تھے اور کپڑے بھی اس طرح ہوں تو پھر وہ نظر کی شعاعوں کو بھی آگے گزرنے سے کبھی نہ روکتا۔“

حضور a کو دھوپ لگتی تھی اور اگر زیادہ لگے تو آپ اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتے تھے اس پر ہاتھ کا سایہ کرتے تھے اور یہ تبھی ہوسکتا تھا کہ آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف نہ ہو۔ (۲)

---

(۱) (مراۃ العقول جلد ۱ ص ۳۵۶)

(۲) (دیکھئے الکافی ج ۴ ص ۳۵۰ باب الظلال للمحرم۔ عبارت یہ ہے کہ ربا ستر وجهه بیده)

آنحضرت a کی بشریت اسلام کا ایسا بدیہی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی کبھی دو رائیں نہیں رہیں۔ حتی کہ شیعہ بھی جو عام مسلمانوں سے عقائد کے قطعی فاصلوں پر کھڑے ہیں انہیں بھی اس سے انکار نہیں ہوسکا۔ اسلام میں انبیاء کی بشریت کا عقیدہ تبھی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ a کو نور ذات نہیں نور ہدایت مانا جائے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کو نور ذات کہہ کر حضور a کو نور من اللہ نور کہا جائے۔

افسوس صد افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے کمان امکان کے اول و آخر کو جھوٹے نقطے قرار دیا اور یہ وہ غلطی ہے جس نے مسئلہ نور میں اسلام کی چودہ صدیوں کی بساط الٹ کر رکھ دی اور آج وہ لوگ بھی اہل سنت کہلاتے ہیں جو عقیدہ اہل سنت پر نہیں ہیں واجب اور ممکن کے درمیان ایک برزخ کے قائل ہیں حالانکہ واجب اور ممکن میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ واجب کی ما دون الواجب سے وہ برزخ ہو یا امکان کوئی نسبت نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں حضور a کے لیے اس برزخی درجے کے قائل ہیں جو ممکن الوجود سے کچھ اوپر ہو اور واجب کے قریب ہو۔

معدن اسرار علام الغیوب
برزخ بحرین امکان و وجوب (۱)

ایران کے مشہور شاعر عرفی نے اپنے تخیل میں وجوب و امکان کو جمع کیا تو سب اکابر اہل اسلام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ہندوستان کا یہ شاعر ’’برزخ بحرین امکان ووجوب‘‘ کا نعرہ لگا رہا ہے تو یہاں اس کی روک تھام کیا، اس عقیدے کی حمایت میں ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیوں یہ اس لیے کہ ہندوستان میں انگریزوں کا راج تھا۔

عرفی نے حدوث و قدوم اور وجوب و امکان کو جن شعروں میں جمع کیا تھا اور عالم

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ۲ ص ۸۹)

اسلام نے اسے اسلام کے خلاف ایک بغاوت قرار دیا تھا وہ یہ شعر ہیں:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل   سلمائے حدوث تو دلیلائے قِدم را
تا مجمع امکان و وجوبت نہ توشتند   مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را (۱)

حضور a کو مولانا احمد رضا خان نے بھی معدن اسرار علام الغیوب کہا ہے……

معدن کان کو کہتے ہیں کان وہ ہوتی ہے جس سے کوئی چیز ابتداءً نکلے جیسے سونے کی کان نمک کی کان تیل کے کنویں وغیرہ۔ حضور a کو خدا کے رازوں کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا کے پاس وہ اسرار حضور a سے ہی پہنچتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں حقیقت میں حضور a کو واجب الوجود بلکہ اس کے بھی اسرار کا معدن سمجھتے ہیں اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ حضور a وجوب و امکان کے مابین ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں۔

آنحضرت a اتنی بلند شان کے باوجود مخلوق اور حادث ہیں اور عالم امکان سے ذرہ بھر باہر نہیں امکان سے ذرا باہر ہوں تو خدائی پر پہنچ جائیں اور خدا شریک سے پاک ہے۔

بریلوی دوستو! ان باتوں کو چھوڑ دو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی تھیں حضور a تو اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

جو چیز پیدا ہوئی وہ پہلے نہ تھی پھر پیدا ہوئی اور جو چیز پیدا ہوئی اسے ہی حادث اور ممکن کہتے ہیں ممکن کو واجب سے کسی قسم کی شراکت اور نسبت نہیں سوائے اس کے کہ وہ خالق ہے یہ مخلوق…… بریلویوں نے اپنا یہ عقیدہ عیسائیوں سے ہی درآمد کیا ہے۔

اب ہم مسئلہ نور کی دوسری بحث شروع کرتے ہیں۔

---

(۱) (دیوان عرفی)

حضور a کی ذات نور نہیں نور آپ کی صفت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور اتارا...... یہ نور اللہ کی ذات نہیں اس کی صفت کا ایک پرتو ہے اس کی صفت فعل ہے یہ نور ہدایت ہے جسے مل گیا سعادت پا گیا۔ حضرت انس بن مالک I کہتے ہیں آنحضرت a نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

نوری هدای. ''میرا نور میری ہدایت ہے۔''(۱)

آنحضرت a کی تخلیق بقول مولانا احمد رضا خان مٹی سے ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت اترا اور وہ نور ہدایت جگمگا اٹھا۔ سو نور آپ a کی ذات نہیں آپ کی صفت ہے۔ آپ ذاتاً نور نہیں نور ہدایت ہیں۔ بریلوی حضرات آپ کو نور ہدایت کی بجائے نورِ ذات قرار دے کر اہل السنۃ والجماعۃ سے دور فاصلے پر جا کھڑے ہوئے۔ دنیا نے انہیں اہل بدعت کہا۔ شاہراہ اسلام سے نکلنے والا کہا۔ مگر یہ بدعات کے ایسے رسیا ہوئے کہ انہیں کچھ بھی ان باتوں کا اثر نہ ہوا۔ یہ حضرات اہل سنت کی راہ سے کٹے اور بریلی کی طرف چل دیئے...... یہ لوگ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اگر آپ ذاتاً نور تھے تو پھر آپ ساری زندگی اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے نور کیوں مانگتے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ آپ کا ہر فعل اور ہر قدم کائنات کے لیے نور بن جائے یہ نور ہدایت کا پھیلانا ہے جس کی آپ نے اللہ کے حضور طلب کی تھی۔ آپ a کی دعا یہ تھی:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِی قَلْبِی نُورًا وَفِی سَمْعِی نُورًا وَفِی بَصَرِی نُورًا وَعَنْ یَمِینِی نُورًا وَعَنْ شِمَالِی نُورًا وَأَمَامِی نُورًا وَخَلْفِی نُورًا وَفَوْقِی نُورًا وَتَحْتِی نُورًا (۲)

---

(۱) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۹)

(۲) (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۱)

اورعوارف المعارف میں اس دعا کے یہ الفاظ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِی نُورًا فِی قَلْبِی وَنُورًا فِی قَبْرِی وَنُورًا مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُورًا مِنْ خَلْفِی وَنُورًا عَنْ یَمِینِی وَنُورًا عَنْ شِمَالِی وَنُورًا مِنْ فَوْقِی وَنُورًا مِنْ تَحْتِی وَنُورًا فِی سَمْعِی وَنُورًا فِی بَصَرِی وَنُورًا فِی شَعْرِی وَنُورًا فِی لَحْمِی وَنُورًا فِی عِظَامِی اللّٰهُمَّ أَعْظِمْ لِی نُورًا وَاجْعَلْ لِی نُورًا.

کیا نور سے بالا کوئی اور درجہ روشنی بھی ہے؟

روشنی کے دو پیمانے سامنے رکھئے۔ ا۔ سورج اور ۲۔ چاند...... چاند کی روشنی جہاں بھی ہو وہیں ہوتی ہے یہ آگے نہیں پھیلتی۔ سورج جہاں ہو وہاں بھی ہے اور جہاں نہ ہو وہاں بھی اس کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ دن کے وقت کمروں کے اندر جو دن کی روشنی ہے وہ سورج کی روشنی کا ہی فیض عام ہے۔ روشنی کے اس انتشار اور پھیلاؤ کو ضیاء کہتے ہیں اور جو روشنی جہاں ہو وہی رہے اسے نور کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (۱)

’’اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا۔‘‘

اس سے یہی کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ ضیاء اپنے پھیلاؤ اور انتشار میں نور سے قوی ہے۔‘‘

لاکھوں ستارے بر فلک ظلمت شب جہاں جہاں
اک طلوع آفتاب کوہ و دمن سحر سحر

حضرت مالک اشعری I کہتے ہیں کہ آنحضرت a نے ایک روایت میں نور اور ضیاء دونوں لفظ متقابل استعمال فرمائے۔ آپ نے فرمایا:

---

(۱) (پ ۱۱، یونس آیت ۵)

”الصلوۃ نور والصدقة برهان والصبر ضياء والقراٰن حجة“(۱)

”نماز نور ہے صدقہ نشان ہے صبر ضیاء ہے اور قرآن حجت ہے۔“

روزہ کھانے پینے اور جنسی تقاضوں سے بالا رکھتا ہے۔ یہ بات اللہ کی صفات میں سے ہے اسے ضیاء کہا گیا اور نماز کو نور کہا گیا یہ عاجزی اور بندگی کا نام ہے اور یہ مخلوق کی شان ہے۔ سو اس لحاظ سے روزے کی شان نماز سے بالا ہے اور ضیاء نور سے آگے ایک درجہ۔

علامہ زمخشری اس سے اتفاق نہیں کرتے وہ کہتے ہیں اضاءت روشنی پھیلانے کو کہتے ہیں۔ یہ صفت ہے ذات نہیں۔ سورج اپنی ذات میں نور ہے اور اپنے پھیلاؤ میں ضیاء ہے۔ نور کا لفظ ذوات پر آجاتا ہے مگر ضیاء اضاءت صفات میں جگہ پاتے ہیں۔ اسی صورت میں نور ہی اول رہا گو صفت میں سورج چاند ستاروں سے آگے ہے۔

علامہ سہیلی e نے الروض الانف میں ورقہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

ویظھر فی البلاد ضیاء نور   یقیم به البریة ان تموجا

نور کا آگے پھیلاؤ ہے اور ضیاء خود پھیلاؤ ہے اس کا آگے پھیلاؤ نہیں۔ اللہ کے نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کا آگے پھیلنا ہے۔ آنحضرت a کو نور کہا جائے تو اس سے مراد بھی یہی نور ہدایت ہے جس سے روشنی آگے پھیلتی ہے۔

علامہ خفاجی نے شرح شفا میں ضوء کو نور کی فرع قرار دیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ یا حضور نبی خاتم کے لیے لفظ نور تو آسکتا ہے لفظ ضیاء نہیں اور اس سے بھی مراد نورِ ذات نہیں نور ہدایت ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ حضور a کے نور نبوت کی ضیاء قیامت تک پھیلی ہے۔ اس سے آگے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸)

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّآ اَضَآءَ تْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ☆ (۱)

خدا کا نور عام ہے یا کسی ایک فرد میں محدود ہے:

فلاسفه الواحد لا يصدر منه الا الواحد کے قائل ہیں ان کے قول پر خدا کا نور کسی ایک فرد میں اترے گا اور پھر آگے پھیلے گا اور پھر یہ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ خدا نور ذات ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ وہ نور ہدایت ہے اسی طرح حضور نبی پاک a بھی نور ذات نہیں کہ ان کا نور بقول شیعہ صرف ایک (حضرت علی) میں اترے۔ آپ نورِ ہدایت ہیں جن کا نور سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ اللہ رب العزت کی ذات نور نہیں۔ نور اس کی صفت فعل ہے۔ تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس کا نور عام ہے کسی ایک میں محدود نہیں۔ اللہ رب العزت نے سب انسانوں کو ظلمت میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور (نورِ ہدایت) ڈالا۔ یہ افاضہ الٰہی کسی ایک فرد پر نہ تھا۔ بہت سے سعادت منداس دولت کو پا گئے۔ ان سعادت مندوں کے دل وہ ظروف ہیں جن میں نور الٰہی ان کی بساط استعداد اور طلب کے مطابق اترتا ہے۔

سب سے زیادہ جس ذات گرامی نے اس نور کو اپنے اندر جذب کیا وہ حضور a خاتم النبیین تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے شرح صدر فرما دیا تھا۔ اور ہدایت کی ساری راہیں ان پر کھول دی تھیں۔

---

(۱) (پ۱، البقرہ، ع۲، آیت ۱۷)

حضور a نے فرمایا: **ان اللہ تعالٰی اٰنیة من اھل الارض وانیة ربکم قلوب عبادہ الصالحین واحبھا الیہ الینھا وارقھا رواہ الطبرانی (۱)**

”بے شک زمین والوں میں اللہ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے رب کے ظروف اللہ کے نیک بندوں کے دل ہیں اور ان میں اللہ کو سب سے پیارے وہ ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور بہت زیادہ پسیجنے والے ہیں۔“

اللہ کے ان ظروف میں اللہ رب العزت کا نور اترتا ہے کسی ایک میں نہیں سب اس اضافہ نور سے منور ہیں اور یہ آخرت تک ان کے ساتھ جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُم بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ (۲)

”جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا اور ان کی داہنی جانب...... خوشخبری ہے تمہیں آج کے دن اب کیا یہ مومن اور مومنات نور من نور اللہ ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) یا ان کا یہ نور نور ذات تھا؟ یہ نور ذات کے ڈھلے پیمانے تھے جو یہاں بھی ہدایت بن کر ابھرے اور وہاں بھی ہدایت بن کر نکھرے یہی ان کا نور ہے جو ان کے آگے آگے اور دائیں چلتا ہوگا۔

نور باری تعالیٰ کے یہ انسانی ظروف تو ایک طرف خود زمین بھی اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی تو کیا یہ اللہ کا نور ذات ہوگا نہیں اللہ کی ذات نور نہیں اور نہ اب تک کسی نے اس کی ذات اور کنہ کو دریافت کیا ہے۔

---

(۱) (تفسیر مظہری ج۵ ص ۵۳۸)

(۲) (پ ۲۷، الحدید آیت ۱۲)

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (۱)

’’اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور رکھ دیئے جائیں گے دفتر‘‘

حضور a کی بشریت کا بیان:

سب بنی آدم بشمول جمیع انبیاء و مرسلین اپنے جد امجد حضرت آدم k کی اولاد ہیں۔ معلوم کریں کہ تخلیق آدم نور سے ہوئی یا آپ مٹی سے پیدا کیے گئے فرشتے نور سے، جنات آگ سے، اور انسان مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں ان تینوں میں مٹی سے پیدا ہونے والا سبقت لے گیا اور نور والے اس کے آگے سجدہ ریز ہوئے صرف شیطان اس بات کو نہ سمجھا کہ مٹی سے پیدا ہونے والا نور و نار سے کیسے بڑھ سکتا ہے۔ فضیلت بشری کا یہ پہلا انکار ہے جو ابلیس نے کیا:

قرآن پاک میں ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ☆ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ☆ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ☆ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ الخ (۲)

’’اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے۔ پھر جب میں ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے سو سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے اس نے انکار کیا کہ وہ ہو سجدہ کرنے والوں میں۔ اللہ نے کہا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو ساتھ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں بشر کو جسے تو نے پیدا کیا کھنکھناتے سنے

---

(۱) (پ۲۴، الزمر ع۷، آیت ۶۹)

(۲) (پ۱۴، الحجر: ۲۸ تا ۳۱)

ہوئے گارے سے۔ فرمایا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر مار ہے اور تجھ پر لعنت ہے اس دن تک۔''

ان آیات سے پتہ چلا کہ بشر کو حقارت سے دیکھنا اور اسے نوری مخلوق کے مقابلے میں ادنیٰ سمجھنا یہ عملِ شیطان ہے جس میں اس دور کے اہل بدعت گرفتار ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت آدم k میں اللہ نے اپنی روح ڈالی تھی۔ مگر حضرت آدم k کے بارے میں کسی نے روح من روح اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ یہ روح آدم k کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اضافت تشریفی ہے اور وہ اللہ کی پیدا کردہ خاص روح تھی جو اللہ نے آدم k میں پھونکی خالق خود روح نہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بشر (حضرت آدم k) کو خلقت بخشی اسے پیدا کر کے پھر اس پر اپنا نور ڈالا یہ نور بھی اللہ کا پیدا کردہ تھا ایک خاص شان کا نور تھا۔ مگر حضرت آدم k کے بارے میں کسی نے نور من نور اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ حضرت آدم k خلقت میں بشر تھے صفت میں اس اترنے والے نور سے راہ پا گئے پس حضرت آدم k کی بشریت میں جو نوع و ذات کے اعتبار سے تھا اور ان کے نور ہدایت ہونے میں (جو بطور صفت انہیں ملا) کوئی تعارض نہ رہا۔

حضرت خاتم النبیین a کا حضرت آدم k سے تسلسل:

آنحضرت a کو بھی حکم ہوا کہ اپنی بشریت کا اعلان کریں اور بشریت بھی وہی جو حضرت آدم k کی جملہ اولاد کی ہے البتہ اس اولاد میں آپ ایک محسوس امتیاز کے حامل ہیں کہ آپ پر وحی آتی ہے جو اوروں پر نہیں آتی ارشاد ہوا:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَا اِلٰـــهُكُمْ اِلٰـــهٌ وَّاحِدٌ (۱)

---

(۱) (پ ۱۶، الکہف ۱۱۰)

”آپ کہہ دیں میں اس کے سوا نہیں کہ بشر ہوں جیسے تم۔ وحی آتی ہے مجھ پر معبود تمہارا ایک معبود ہے۔“

یہ نصِ صریح ہے کہ آنحضرت a نوع بشر سے ہیں جیسے اور انسان اس نوع سے ہیں ہاں آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نص کا منکر نہ ہوگا مگر وہی جو کافر ہو۔ مسلمان کی تو جرأت نہیں کہ وہ نص صریح کا منکر ٹھہرے۔

یہ عقیدہ کافروں کا تھا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا بشر ایک معمولی مخلوق ہے بھلا اس پر نبوت کیسے آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور حضور کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت دونوں کا ایک اعلان کریں اور ان دو میں ہرگز کوئی تضاد نہیں۔ بشریت میں آپ جملہ بنی آدم کے ساتھ شریک ہیں مگر آپ a بے مثل بشر ہیں۔

انبیاء کو بشر کہنے کے دو پیرایوں میں کھلا فرق:

انبیاء کرام کو اعتقاداً بشر ماننا اور اظہار عقیدہ میں انہیں بشر کہنا یہ ایک پیرایہ بیان ہے دوسرے انہیں بشر کہہ کر بلانا یہ دوسرا پیرایہ ہے جب کسی کو بلانا ہو تو اسے اس کی امتیازی شان سے بلایا جاتا ہے ذات کے درجے سے نہیں۔

بریلوی علماء جب اپنے عوام سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس دوسرے پیرائے سے کہتے ہیں کہ انبیاء کو بشر کہنا بے ادبی ہے اور عوام بے چارے بات سمجھ نہیں پاتے۔ وہ یہ عقیدہ لے کر اٹھتے ہیں کہ انبیاء کی بشریت کا عقیدہ درست نہیں۔ وہ بشر نہ تھے پس پھر کیا ہے بریلوی خطیب کی زد میں آ کر محروم الایمان ہوکر مسجد سے نکلتے ہیں۔ بریلوی علماء کی اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے کی یہ روش انتہائی لائق افسوس ہے۔

پیغمبروں کو بشر کہنے والے کافر ہو گئے تھے؟

آپ بریلویوں کو عام کہتے سنیں گے کہ پیغمبروں کو کافروں نے بشر کہا تھا یہ غلط ہے

ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے انہیں پیغمبر مان کر پھر بشر کہا ہو اور اس پر وہ کافر ہو گئے ہوں وہ جو انہیں بشر کہتے تھے انکار رسالت کے لیے کہتے تھے نبی مان کر نہیں وہ بشریت اور رسالت میں تضاد کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے اَ بَشَرٌ یَھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا (۱)

سوان پر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ وہ انہیں پیغمبر تسلیم کر کے انہیں بشر کہتے تھے۔ علماء اہل سنت انبیاء کو انبیاء مان کر ان کی بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ کافر انہیں نبی مانے بغیر بشر کہتے تھے۔ اور اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ ان دونوں صورتوں کو ایک ساتھ ملانا اور اسے اپنے انکار بشریت کا زینہ بنانا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہوں۔ اور نہ آخرت کے قائل ہوں اور نہ وہ کسی حساب و کتاب پر یقین رکھتے ہوں۔

بشریت انسان کے معنی میں:

قرآن کریم میں لفظ بشر اور انسان ایک معنی میں آتے ہیں حضرت مریم کو فرشتوں نے کہا کہ تو جب بچے کو ساتھ لے کر چلے اور رستے میں تو کسی انسان کو دیکھے جو اس پر تعجب کر رہا ہو تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں آج کسی انسان سے ہم کلام ہونے کی نہیں۔ اس موقعہ پر قرآن نے یہ دونوں لفظ بشر اور انسان ایک ساتھ ایک سیاق میں ذکر فرمائے ہیں۔

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنسِیًّا☆ (۲)

”سو اگر تو دیکھے کسی بشر کو تو کہہ کہ میں نے روزہ کی نذر مانی ہے رحمٰن کی۔ سو آج میں کسی انسان سے کلام نہ کروں گی۔“

---

(۱) (پ ۲۸، التغابن ٦)

(۲) (پ ۱٦، مریم ۲٦)

یہاں یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ☆ (۱)

کہہ کر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا واضح کیا ہے سو اگر انبیائے کرام کی بشریت کا انکار کیا جائے اور انہیں کسی اور نوع کی مخلوق مانا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں مقام نبوت کی کھلی توہین اور بے ادبی ہوگی۔

انبیاء کی بشریت کی تیسری کھلی شہادت:

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲)

”کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو دے اسے کتاب، حکم اور نبوت اور وہ لوگوں کو کہے تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اور کتاب کا مورد ہمیشہ انسان ہی رہے ہیں۔ اور نبوت ہمیشہ انسان کو ہی ملی ہے یہ نوع بشر ہے جس پر کتاب اترتی ہے اور اسے نبوت ملتی ہے۔

انبیاء کی بشریت کی چوتھی شہادت:

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ (۳)

”اور یہ کسی بشر کے بس میں نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر یہ تین صورتیں ہیں۔

---

(۱) (پ ۳۰، التین)

(۲) (پ ۳، آل عمران ۷۹)

(۳) (پ ۲۵، الشوریٰ ۵۱)

ا۔ اندر ہی اندر ایک بات دل میں اترے۔ ۲۔ پردے کے پیچھے سے کوئی آواز سنائی دے۔ ۳۔ یا وہ کسی کو قاصد بنا کر بھیجے جو اس کے اذن سے اسے اس کی بات کہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں سے جب بھی ہم کلام ہوا ان تین صورتوں سے خالی نہیں۔ پہلی صورت میں بھی فرشتہ پیغمبر کے قلب پر اترتا تھا یہ ایک اندر کی کاروائی تھی جو حسا سامنے آتی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا جب بھی اپنا پیغام دینے کے لیے کسی سے ہم کلام ہو تو وہ بشر سے ہی ہم کلام ہوا اور اس میں بشر کا اعزاز ہے نبوت کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔

بریلوی واعظین کہتے ہیں کہ یہ بات دوسرے انبیاء کے متعلق تو کہی جا سکتی ہے لیکن حضور a تو نور من نور اللہ تھے وہ اس حکم میں شمار نہیں کیے جا سکتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے معاً بعد حضور a کو بھی اس حکم میں شریک فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰــكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (۱)

”اور اسی طرح ہم نے بھیجا آپ کی طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے اور آپ نہ جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان (کی تفاصیل) لیکن ہم نے کیا ہے اسے ایک روشنی اس سے ہم اپنے بندوں کو راہ بتلا دیتے ہیں۔“

انبیاء کا بر سبیل تواضع کوئی بات کہنا:

تواضع اپنے آپ کو نیچے رکھ کر بات کہنے کو کہتے ہیں میں گورنمنٹ سکول میں ایک ہیڈ ماسٹر ہے ایک کلرک بھی ہے اور ایک مالی بھی اور ایک چوکیدار بھی۔ اب اگر وہ ہیڈ ماسٹر

---

(۱) (پ ۲۵، الشوریٰ ۵۲)

انہیں یکجا اکٹھا کر کے کہے میں بھی تو تمہاری طرح گورنمنٹ کا ایک ملازم ہوں گورنمنٹ سروس میں ہوں جیسے تم تواضع ایک قدرے مشترک پر لے آئی ورنہ وہ تو سارے ادارے کا سربراہ ہے تواضع کرنے والا تواضع میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا۔ ہاں وہ اپنے آپ کو قدرے مشترک میں لا کر ایک بات کہہ رہا ہے۔ یاد رکھیے انبیاء کرام تواضع میں بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

آنحضرت a نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اگر بطورِ تواضع فرمایا تو بھی آپ a نے جھوٹ نہیں بولا۔ تواضع قدرِ مشترک میں آنا ہے جھوٹ بولنا نہیں ہے۔ اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں تو یہ تواضع نہ ہوگی جھوٹ ہوگا۔ یاد رکھیے انبیاء کرام بطور تواضع کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

تواضع ایک اپنی نیازمندی ہے یہ کسی کے کہنے پر نہیں کی جاتی:

آنحضرت a نے بارہا فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں بھی انسان ہوں جیسے تم۔ کیا یہ حضور a کی اپنی کاروائی تھی یا یہ خدا کا حکم تھا؟ آپ اس کا حکم فرما دیں۔ قرآن کریم میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نیازمندی وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کی جائے وہ نہیں جو دوسروں کے کہنے پر ہو تاہم جن مفسرین نے اسے تواضع کہا ہے وہ صرف پہلے حصہ آیت کے مطابق ہے دوسرے حصہ میں یوحی الی کے الفاظ نے وہ مثبت توڑ دی ہے۔ یہ قرآن میں آپ کی اپنی بشریت کا اعلان ہے۔

حدیث میں حضور a کا اپنی بشریت کو بیان کرنا:

آنحضرت a نے بارہا اپنی بشریت اور دوسروں کے ساتھ شریک فی النوع ہونے میں اپنی مثلیت کو بیان فرمایا اور آپ نے جب بھی اسی طرح اظہار فرمایا وہ ایک موقع پر ضرورت تھا اور ظاہر ہے کہ ضرورت اور استدلال کے وقت کوئی بات خلاف واقع نہیں کہی

جاتی۔ سجدہ سہو کی ایک بحث میں آپ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں آنحضرت a نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ (۱)

”اگر نماز میں کوئی اور صورت پیدا ہوتی ہے تو میں تمہیں اس کی خبر کرتا لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی بشر ہوں میں بھی بھول سکتا ہوں جیسے تم سو جب میں کبھی بھولوں تو مجھے یاد کرا دیا کرو اور جب تم اپنی نماز میں شک میں پڑ جاؤ تو درست صورتِ حال معلوم کرو اور اس غلبہ فکر پر اپنی نماز پوری کرو اور دو سجدے (سہو کے) ادا کرو۔“

اس حدیث میں آپ کا اپنی بشریت کا اعلان ایک ضرورت کے موقع پر ہوا تو اسے کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ آپ محض انکساری اور تواضع کے طور پر اپنے آپ کو بشر کہہ رہے تھے۔ انکساری سے کہی بات پر دلائل نہیں دیئے جاتے بھولنا ایک انسانی فطرت ہے ایک بشری تقاضا ہے یہ پیغمبر پر بھی وارد ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ منشا دونوں کے بھولنے کا الگ الگ ہو۔ ہم اگر نماز میں کبھی بھولتے ہیں تو اس کا منشاء ہماری غفلت اور بے توجہی ہے اور پیغمبر اگر بھولے تو بناء بر غفلت نہیں بناء پر حکمت ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھول اتار کر آپ کی امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ بتا دیں۔ قولہ تعالیٰ **سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** تاہم بھولنے کی کیفیت ایک ہے جو دونوں پر وارد ہوتی ہے۔

علماء اہل سنت نے اس حدیث پر لکھا ہے:

فيه دليل على جواز النسيان عليه صلى الله عليه وسلم فى أحكام

---

(۱) (صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۲)

الشرع وهو مذهب جمهور العلماء وهو ظاهر القرآن والحديث واتفقوا على أنه صلى الله عليه وسلم لا يقر عليه بل يعلمه الله به(۱)

(ترجمہ)’’اس حدیث میں آنحضرت a پر احکام شرع میں بھول وارد ہونے کی دلیل ہے اور یہی جمہور علماء اسلام کا موقف ہے اور قرآن اور حدیث کا ظاہر بھی یہی ہے اور اس پر بھی سب علماء کا اتفاق ہے کہ حضور a کو اس بھول پر رہنے نہیں دیا جاتا اللہ تعالیٰ انہیں صحیح صورت حال بتلا دیتے ہیں۔‘‘

ام المومنین حضرت سلمہ m کہتی ہیں کہ آنحضرت a نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَإِنْ قَضَيْتُ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا...... حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (۲)

’’تم اپنے مقدمے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں بھی انسان ہوں ہوسکتا ہے کہ کوئی تم میں سے اپنے دلائل میں زیادہ چرب زبان ہو سو میں تم سے کسی کے حق میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ ایک قطعہ نار ہے جو میں اسے دوں گا وہ ہرگز اسے نہ لے۔‘‘

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی لکھ دیں جمہور کا عقیدہ وہی ہے جو آپ امام نووی (۶۷۶ھ) سے سن آئے ہیں اب آپ ان کا عقیدہ بھی سن لیں۔

اثنا عشری شیعہ حضور کی بشریت میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بشریت اور اس کے لوازم میں دوسرے انسانوں کے ساتھ شریک ہیں۔ (ابن مطہر علی (۷۲۶ھ) تجرید

---

(۱) (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۲)

(۲) (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۶۰)

الاعتقاد کی شرح میں لکھتا ہے۔

اذا افراد لامة مشار کون له فی الانسانية ولوازمها. (۱)

"بنی نوع انسان کے تمام افراد انسانیت اور اس کے لوازم میں آنحضرت a کے ساتھ شریک ہیں۔"

ان کے علامہ مامقانی لکھتے ہیں:

اما مثل تجویز السهو علی النبی صلی الله علیه وسلم ...... فلا یوجب فسقا (۲)

آنحضرت a کے لیے بھول کو جائز قرار دینا یہ عقیدے میں ہرگز کوئی بگاڑ پیدا نہیں کرتا۔

علامہ کلینی نے بھی حدیث انما انا بشر مثلکم روایت کی ہے(۳)

انما انا بشر مثلکم یعنی اٰکل الطعام فی البشرية مثلکم (۴)

آنحضرت a کو دھوپ لگتی اور آپ احرام کی حالت میں اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرہ کو دھوپ سے بچاتے۔ علامہ کلینی لکھتا ہے:

ربما ستر وجهه بیده (۵)

آپ نے کئی دفعہ اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپا۔

---

(۱) (کشف المراد ص ۲۱۹ طبع قم ۱۲۷۲ھ)

(۲) (رجال مامقانی ج ۱ ص ۲۰۸)

(۳) (دیکھئے الکافی ج ۵ ص ۵۶۸)

(۴) (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۹)

(۵) (دیکھئے الکافی ج ۴ ص ۳۵۰)

صحابہ کرام n کا حضور a کے بشر ہونے کا عقیدہ:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو o (۶۷ھ) حضرت عمرو بن عاص l فاتح مصر کے بیٹے تھے، حضرت ابو ہریرہ l کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حضور کی احادیث روایت کرنے والا کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے۔ آپ کہتے ہیں حضور اکرم a کی ہر حدیث میں لکھتا تھا۔ مجھے دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ میں حضور a کی ہر بات نہ لکھا کروں آپ کبھی جذبات میں کوئی بات کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں اس پر میں لکھنے سے رک گیا اور آنخضرت کو اس کی خبر کی آپ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہاں سے جذبات بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا **اُکْتُبْ فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ مَا یَخْرُجُ إِلَّا حَقٌّ** ...... حضرت عبداللہ بن عمرو کو صحابہ نے جب لکھنے سے منع کیا تھا تو انہوں نے ان الفاظ میں اپنی بات آپ کے سامنے رکھی تھی:

أَتَکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ تَسْمَعُہُ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَ رَسُولُ اللَّہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَشَرٌ یَتَکَلَّمُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا (۱)

’’کیا آپ ہر چیز جو حضور a سے سنتے ہیں لکھ لیتے ہیں حالانکہ حضور بشر ہیں جو کبھی غصے میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں (ایسے مواقع کی بات کس طرح سند بنائی جاسکتی ہے)

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم a کے بشر ہونے پر سب صحابہ متفق تھے ہاں ان کا یہ سمجھنا کہ حضور a سے جذبات میں ایسی بات بھی نکل سکتی ہے جو درست نہ ہو اس کی حضور a نے اصلاح فرما دی اور کہا کہ میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ حضور a نے اس میں ان کی اس کے اقرار بشریت سے انکار نہ فرمایا۔

---

(۱) (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۱۴ طبع ۱۳۶۹ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ m بھی فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ و یخبط ثوبہ و یعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ و کان بشرًا من البشر (۱)

”آنحضرت a اپنا جوتا مرمت کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو اور بشر تھے جیسے دوسرے لوگ نوع بشری سے ہیں۔“

دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری e اور گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو بلا جرح قبول کیا ہے مولوی محمد عمر اچھروی کا اس حدیث پر جرح کرنا محدثین سلف صالحین کے مسلک سے ایک کھلی بغاوت ہے اہل سنت کے قطعی عقائد سے نکلنے کی اس سے بڑی جرأت کیا ہو گی۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات و انہ بشر. (۲)**

”بے شک حضور a نے وفات پائی اور بات یہ ہے کہ آپ بے شک انسان تھے۔“

شرح عقائد نسفی اہل سنت کے جملہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس میں اسلام کا یہ عقیدہ ان الفاظ میں ہے:

وقد ارسل اللہ تعالی رسلاً من البشر الی البشر مبشرین لاھل الایمان والطاعۃ بالجنۃ والثواب ومنذرین لاھل الکفر والعصیان بالنار

---

(۱) (رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

(۲) (سنن دارمی ج ا ص ۳۹)

والعقاب (۱)

حافظ ابن ہمام اسکندری (۸۶۱ھ) نے بھی المسائرہ میں نبی کی تعریف یہ کی ہے:

النبی انسان بعثه الله لتبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول فلا فرق بینهما بل هما بمعنی (المسائرہ)

حضور a کی بشریت کے متعلق اولیاء کرام کا عقیدہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

هر گاه سید انبیاء علیهم الصلوٰت والتسلیمات فرماید اغضب کما یغضب البشر باولیاء چه رسد همچنیں این بزرگواراں در اکل و شرب و معاشرت باهل عیال و موانست ایشان باسائر الناس شریک اند تعلقات شتی که از لوازم بشریت است از خواص و عوام زائل نمی گردد حق سبحانه و تعالیٰ در شان انبیاء علیهم الصلوٰت والتسلیمات می فرماید وما جعلنا هم جسدا لا یاکلون الطعام (پ۱۷ الانبیاء) وکفار ظاهر ببین مے گفتهد ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق. (۲)

”جب تمام انبیا کے سردار بھی کہتے ہیں کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسے کسی اور بشر کو غصہ آئے تو پھر اولیاء کرام کی بات کیا ہے اسی طرح یہ بزرگوار کھانے پینے اہل وعیال کے ساتھ رہنے اور ان سے موانست میں تمام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں یہ مختلف قسم کے تعلقات جو لوازم بشریت میں سے ہیں خواص وعوام میں کسی سے منتفی نہیں ہوتے حق تعالیٰ انبیاء کرام کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو ایسے اجساد نہیں بنایا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور ظاہر بین کفار کہتے تھے اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

---

(۱) (شرح عقائد نسفی ص۱۳۳)

(۲) (مبدٔ معاد ص۲۶)

بشریت کا اقرار کیا صحت ایمان کے لیے شرط ہے:

آنخضرت a کی بشریت قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت اور صحابہ کرام کے اجماعی موقف کے مطابق ہے تو یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ a نوع بشر میں سے تھے صحت ایمان کے لیے کیوں شرط نہ ہوگا۔ یہی سوال حضرت الشیخ ولی الدین عراقی سے ان الفاظ میں پوچھا گیا۔

ھل العلم بکونہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرا ومن العرب شرط فی صحۃ الایمان او من فرض الکفایۃ

آپ نے اس پر یہ جواب تحریر فرمایا:

انہ شرف فی صحۃ الایمان فلو قال شخص او من برسالۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی جمیع الخلق لکن لا ادری ھل ھو من البشر او من الملائکۃ او من الجن او لا ادری ھل ھو من العرب او من العجم فلا شک فی کفرہ لتکذیبہ القرآن وجعدہ ما تلقتہ الاسلام خلفا عن السلف وصار معلوما بالضرورۃ. (۱)

”یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حضور کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ نوع بشر میں سے تھے یا فرشتوں میں سے یا جنات میں سے یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عرب تھے یا عجم سے تھے تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ شخص تکذیب قرآن کا مرتکب ہے اور اسلام جو بات خلف عن السلف کہتا چلا آیا ہے اور جس چیز کا دین میں سے ہونا بالضرورت معلوم ہو چکا ہے یہ شخص اسلام کا منکر ہے۔“

---

(۱) (غایۃ المواعظ للعلامہ خیر الدین ابی البرکات ج۲ ص۱۹)

غیر اللہ سے مدد مانگنا

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

بحث اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا۔ (۱)

پھر لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے۔ (۲)

پھر ص ۱۹۳ سے لے کر ص ۲۱۳ تک کل ۲۱ صفحات میں یہ بحث کی ہے۔ (۳)

پھر آگے لکھا ہے:

کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانونِ اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے۔ (۴)

قارئین کرام! دنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گزرے ہیں۔ ان کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات ہی موجود ہے۔ بلکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات ارضی وسماوی کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اور اس کے ورے دوسری مخلوق کو بھی الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے اور وہ ''مشرک'' قرار پائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کر دو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں۔ جب وہ الٰہ ہی نہیں تو اس کی عبادت کیسے؟

---

(۱) (جاء الحق ص ۱۹۳)

(۲) (جاء الحق ص ۱۹۳)

(۳) (دیکھیے جاء الحق ص ۱۹۳ تا ۲۱۳)

(۴) (جاء الحق ص ۲۰۷)

(ا) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ☆ (۱)

’’اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کوئی الٰہ نہیں مگر میں سو عبادت بھی میری ہی کرو‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت a سے قبل جتنے بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہوتا رہا کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں اس لیے عبادت بھی میری ہی ہونی چاہیے۔

(۲) یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ☆‘‘ (۲)

’’خدا اتارتا ہے فرشتوں کو بھید اور وحی دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبردار کر دو کہ بے شک کوئی الٰہ نہیں مگر میں سو مجھ سے ڈرو۔‘‘

اس آیت میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوتِ توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ (مختار کل، نافع و ضار) نہیں اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہیے۔

(۳) حضرت نوح k قوم کی اصلاح کی خاطر بھیجے جاتے ہیں تو وہ آ کر فرماتے ہیں:

یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (۳)

---

(۱) (پ۱۷، انبیاء، ع۲، آیت:۲۵)

(۲) (پ۱۴، النحل:۲، ع۱)

(۳) (پ۸، الاعراف:۵۹، ع۸)

”اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں“

(۴) حضرت ہود k قوم سے فرماتے ہیں:

یَا قَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَـکُم مِّنۡ اِلٰـہٍ غَیۡرُہٗ (۱)

”اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں“

(۵) حضرت صالح k قوم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یَا قَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَـکُم مِّنۡ اِلٰـہٍ غَیۡرُہٗ (۲)

”اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں“

(۶) اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ k کو کوہ طور پر نبوت اور رسالت عطا فرمائی تو یہ بھی ارشاد فرمایا:

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ (۳)

”بیشک میں جو ہوں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں سو میری ہی عبادت کرو“

ان تمام آیات میں اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ الوہیت اور عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین محمد مصطفیٰ a کو یوں خطاب فرمایا:

فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ (۴)

---

(۱) (پ۸، الاعراف: ۶۵، ع۹)

(۲) (پ۸، اعراف: ۷۳، ع۹)

(۳) (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۴، ع۱)

(۴) (پ۲۶، محمد: ۱۹، ع۲)

’’سو آپ جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔‘‘

(۸) حضرت ابو ہریرہ I فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر جناب رسول خدا a نے بطور علامت مجھے اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمایا کہ جس آدمی سے تیری ملاقات ہو درانحالیکہ وہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔ (۱)

(۹) حضرت عثمان I ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت a نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہوگئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (۲)

(۱۰) حضرت معاذ I بن جبل فرماتے ہیں کہ آنحضرت a نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے۔ (۳)

(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت I سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا a نے فرمایا کہ جو شخص **لا اله الا الله وحدهٗ** اوران **محمدًا عبده ورسوله** کی شہادت دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کر دی ہے۔ (۴)

یعنی اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجب نار ہو تو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا کام اس سے سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کر بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور تابیدِ نار اس کے لیے حرام ہے۔

(۱۲) آنحضرت a نے اپنے چچا ابو طالب کو نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان!

---

(۱) (مسلم ج ا ص ۴۵۔ وابو عوانہ ج ا ص ۱۰۔ ومشکوٰۃ ج ا ص ۱۵)

(۲) (مسلم ج ا ص ۴۱۔ وابو عوانہ ج ا ص ۱۸)

(۳) (مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۲۔ ومشکوٰۃ ج ا ص ۱۵)

(۴) (مسلم ج ا ص ۴۳۔ ومشکوٰۃ ج ا ص ۱۵)

آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تا کہ آپ کے لیے قیامت کے دن شہادت دے سکوں مگر بدبختی کہ اس نے یہ نہ کہا۔ (۱)

(۱۳) آنحضرت a نے حضرت معاذ I کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور فرمایا سب سے پہلے مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہوگا **شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ** (۲)

(۱۴) آنحضرت a نے ارشاد فرمایا: تم اپنا ایمان تازہ کر لیا کرو۔ حضرات صحابہ n نے عرض کیا: وہ کس طرح؟ آپ a نے فرمایا: کثرت سے **لاالٰــــہ الا اللہ** پڑھا کرو۔ (۳)

(۱۵) حضرت محمد رسول اللہ a فرماتے ہیں کہ حضرت نوح k نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ **لا الٰــــہ الا اللہ** پر سختی سے کاربند رہنا کیوں کہ اگر سات آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور **لا الٰــہ الا اللہ** دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو **لا الٰہ الا اللہ** وزنی ثابت ہوگا۔ (۴)

(۱۶) آنحضرت a نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ k نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دعا بتلائیے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لا الــہ الا اللہ** کہا کرو۔ حضرت موسیٰ k نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! یہ سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دعا چاہتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے

---

(۱) (بخاری ج۲ ص۱۷۵۔ ومسلم ج۱ ص۴۰۔ وابوعوانہ ج۱ ص۱۴)

(۲) (مشکوٰۃ ص۱۵۵ متفق علیہ)

(۳) (الترغیب والترہیب ج۲ ص۲۳۹)

(۴) (ادب المفرد ص۸۰۔ والترغیب والترہیب ج۲ ص۲۴۰۔ وقال ابن کثیر e اسناد صحیح البدایہ والنہایہ ج۱ ص۱۱۹۔ مستدرک ج۱ ص۴۹ قال الحاکم e والذہبی e صحیح) مستدرک حاکم وغیرہ کی روایت میں دو بیٹوں کا ذکر ہے اور ادب المفرد میں ایک بیٹے کا ذکر ہے۔

موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے، ترازو کے ایک پلڑے میں اور **لا الٰـہ الا اللہ** دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو **لا الٰـہ الا اللہ** کا وزن زیادہ ہوگا۔ (۱)

(۱۷) آنحضرت a نے فرمایا کہ میدان محشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے ننانوے رجسٹر پر ہوں گے اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پرچے پر کلمہ شہادت **لا الٰـــہ الا اللہ** الخ ہوگا۔ جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔ (۲)

یہ وہ شخص ہوگا جس نے نزع سے قبل کلمہ توحید پڑھا ہوگا مگر اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہوگی، اس سے وہ کلمہ گو مراد نہیں جس کو زندگی تو ملی مگر اس نے اوامر اور نواہی کی پابندی نہ کی۔

(۱۸) آنحضرت a نے فرمایا: قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر چھوٹے بچے، شہداء، صلحاء اور فرشتے مجرموں کے لیے سفارش کریں گے۔

ثم تشفع الأنبياء فی كل من كان يشهد أن لا إله إلا الله (الحدیث)(۳)

''پھر حضرات انبیاء کرام j ان لوگوں کے لیے جو سفارش کریں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔''

---

(۱) (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۰۱ وقال المنذری e صححہ الحاکم e ، والترغیب ج۲ ص۲۳۹)

(۲) (ابن ماجہ ص۲۳۸۔ ومشکوٰۃ ج۲ ص۴۷۶۔ والترغیب والترہیب ج۲ ص۲۴۱ وقال الحاکم والذہبی صحیح ج۱ ص۲۱)

(۳) (مستدرک۴ ص۵۸۶)

(۱۹) جناب رسول خدا a نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔

وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ (۱)

"اور بہترین وہ چیز، جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں اور وہ **وحد لا شریک لہٗ** ہے۔"

(۲۰) آنحضرت a نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ (۲)

"کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر **لا الٰہ الا اللہ** ہے۔"

(۲۱) آنحضرت a نے ارشاد فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الأرض لا إله إلا الله (۳)

قال الحاکم علیٰ شرطهما وقال لهيثمی رجاله رجال الصحيح (۴)

"اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین پر **لا الٰہ الا اللہ** پڑھا جاتا ہوگا۔"

حضرات! آپ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ چکے ہوں گے کہ کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** کو حضرت آدم k سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ a تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

---

(۱) (موطا امام مالک ص ۱۶۵۔ والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۲)

(۲) (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۴۔ وابن ماجہ ص ۲۷۸۔ ومشکوٰۃ ص ۲۰۱)

(۳) (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۹)

(۴) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲)

کے نزدیک اس کا کیا رتبہ اور منزلت ہے۔ دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی تحصیل میں بفضلہٖ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے۔ پیغمبروں کی شفاعت، خدا تعالیٰ کی خوشنودی، اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ **لا الٰــــہ الا اللّٰہ** کی برکت ہی سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے۔

(۲۲) حضرت محمد رسول اللہ a نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں اگر تم نے وہ قبول کر لیا تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا۔ اور تمام عجم کا جزیہ تمہارے قدموں پر نچھاور کیا جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے **لا الٰــــہ الا اللہ** کہ کوئی الٰہ نہیں، مگر صرف اللہ تعالیٰ۔ (۱)

قریش نے سن کر کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (۲)

”کیا اس نے سب الٰہوں کا یک ہی الٰہ کر دیا ہے بے شک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔“

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ بالیقین خدا تعالیٰ ہی کو اپنا اور زمین اور آسمان کا خالق بلکہ **مــدبّــر الامــر** اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے۔ ان کو صرف ایک الٰہ کے ماننے میں نہ صرف تامل تھا بلکہ تعجب بھی تھا۔ چونکہ وہ عرب اہل زبان تھے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ الٰہ کا معنی کیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمہ توحید **لا الٰــــہ الا اللہ** پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کیا کہنا پڑے گا اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کڑوے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے **لا الٰہ الا اللہ** ایٹم بم سے کم نہ تھا۔

---

(۱) (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۳۲۔ قال الحکم والذہبی صحیح)

(۲) (پ ۲۳، ص: ۵، ع ۱۶)

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو ان کی کیا حالت وکیفیت ہوتی تھی؟ سن لیجیے:

اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ يَسْتَكْبِرُوْنَ☆ (۱)

"بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو الٰہ تسلیم کرنے سے انکار اور غرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں دقت پیش آتی تھی۔

(۲) حضرت ابومحذورہ I فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، اور اسلام سے ہمیں نفرت تھی ہم جب موذن کی آواز سنتے، تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استہزاء کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت a نے ہمیں دیکھ لیا، اور ہماری طرف آدمی بھیجے حتی کہ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا: کون تم میں سے بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا۔ چنانچہ آپ a نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہو **اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ** میں نے کہہ دیا پھر آپ a نے فرمایا: کہو **أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰـــہُ أَشْھَـدُ أَنْ لَا إِلٰـــہَ إِلَّا اللّٰـــہُ أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰـہِ أَشْھَدُ أَنَّ مُحَـمَّـدًا رَسُولُ اللّٰـہِ** تو میں نے وہ بھی پڑھا (لیکن پست آواز سے) آپ a نے فرمایا **اِرْجِعْ فَامْدُدْ صَوْتَکَ** (۲)

یعنی دوبارہ بلند آواز سے کہو۔ چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا اور پھر مجھے اللہ

---

(۱) (پ۲۳، صافات: ۳۵، ع۲)

(۲) (نسائی ج۱ ص۷۴۔ وابن ماجہ ص۵۲۔ وزیلعی ج۱ ص۲۶۳ وغیرہ)

تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عنایت فرمائی۔ چونکہ مشرکین کو **لا الٰــہ الا اللہ** کا معنی اچھی طرح آتا تھا۔ اوران کو اس کا اقرار کرنا (اوراسی ہی کی وجہ سے آنحضرت a کی رسالت کا اقرار کرنا) بڑا ہی مشکل تھا، اس لیے حضرت ابو محذورہ I نے شہادتین کو پست آواز سے ادا کیا، لیکن آنحضرت a نے ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا، تاکہ مشرکین کو **لا الٰہ الا اللہ** سے جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا وہ الٰہ ہی سے تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـــهٌ وَّاحِدٌ (۱)

”تم دو الٰہ نہ بناؤ الٰہ تو صرف ایک ہی ہے۔“

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق اور دو خدا نہ بناؤ، بلکہ ارشاد یوں ہوتا ہے کہ تم دو الٰہ نہ بناؤ، حالانکہ وہ اپنا زمین و آسمان کا خالق تو صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

الٰہ کا معنیٰ:

الٰہ کا وہ معنی جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جس میں زمانہ سابق وحال کے مشرک اور زمانہ قدیم اور حال کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں، اور تکالیف کے وقت غیر اللہ کو الٰہ سمجھتے تھے۔ اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہ معنی کھول کر نہ بیان کیا جائے تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو سکے گی اور نہ توحید و شرک کا مفہوم ہی سمجھ آ سکے گا اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا ہر ایسی سمجھ والا زبان سے **لا الٰــــہ الا اللہ** تو کہتا رہے گا مگر

---

(۱) (پ۱۴، النحل:۵۱، ع۷)

سینکڑوں کو الٰہ بناتا رہے گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا۔ لیکن بایں ہمہ اس نے بہتوں کو اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنا رکھا ہوگا۔ وہ پوری نیک نیتی سے کہے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰـــہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ☆ (۱)

بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا زمین میں کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بے کس کی پکار کو سننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا الٰہ کا کام ہے گویا فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا الٰہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی الٰہ نہیں ہے۔

حضرت یونس k نے جب مچھلی کے پیٹ میں دعا کی تو یہ فرمایا کہ

لَآ اِلٰـــہَ اِلَّآ اَنْتَ (۲)

"کوئی الٰہ نہیں مگر صرف تو"

مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریاد رس ہے اور نہ تکلیف دور کرنے والا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔

حضرات! قرآن کریم کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں کہ مشرکین غیر اللہ کو فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) (پ۲۰، النمل: ۶۲، ع۵)

(۲) (پ۱۷، انبیاء، ع۶)

ایک طرف مشرکین کی (دَعَا یَدْعُوْ کے الفاظ کو سامنے رکھ کر) تردید فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ a اور مومنین کو یہ حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ (۱)

”بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے ورے وہ ہرگز مکھی نہیں بنا سکیں گے اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔“

(۲) قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۵ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَہٗ مِنْھُمْ مِّنْ ظَھِیْرٍ☆ (۲)

آپ کہہ دیجیے پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے خیال کرتے ہو وہ مالک نہیں ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں شراکت ہے اور نہ ان میں کوئی اس (اللہ تعالیٰ) کا مددگار ہے۔“

(۳) قُلْ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ☆ (۳)

آپ کہہ دیجیے بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے اگر چاہے اللہ تعالیٰ

---

(۱) (پ۱۷، الحج: ۷۳، ع۱)

(۲) (پ۲۲، سبا: ۲۲، ع۳)

(۳) (پ۲۴، الزمر: ۳۸، ع۴)

مجھ پر کچھ تکلیف تو ایسے ہیں؟ کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی ہوئی؟ یا اگر وہ چاہے مجھ پر مہربانی تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو؟ تو کہہ مجھ کو تو اللہ تعالیٰ ہی بس ہے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے۔‘‘

(۴) قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِئْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثَارَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ☆ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ☆ (۱)

’’تو کہہ بھلا دیکھو جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے نیچے، دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی (عقلی دلیل اور) علم جو چلا آتا ہو، اگر ہو تم سچے، اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو پکارے اللہ تعالیٰ کے نیچے، ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔‘‘

(۵) وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ا اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَ کُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ (۲)

’’اور وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے ورے، وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو تو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں بھی تو پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شرک سے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا (خدا تعالیٰ)‘‘

---

(۱) (پ۲۶، احقاف:۴، ۵، ع۱)

(۲) (پ۲۲، فاطر:۱۳، ۱۴، ع۲)

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شرک یہ بتلایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ تکوینی امور (تکلیف سے نجات دینے اور مہربانی کرنے) میں ایک ذرہ کے مالک نہیں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ورے دوسری مخلوق کو مشکل کشا جان کر پکارتے ہیں۔ وہ تو ان کی بات کو نہ سن سکتے ہیں۔ اور نہ ان کو اس کی کچھ خبر ہے۔ قیامت تک پکارو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اگر بالفرض وہ تمہاری تکلیف کو سن بھی لیں تو تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور تمہارے اس شرک (یعنی پکارنے) کا قیامت تک صاف انکار کریں گے اور یہ ساری باتیں بتلانے والا وہ ہے جس سے کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں اور اسی آخری آیت میں اس قسم کے پکارنے پر شرک کا لفظ بولا گیا ہے بلکہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكُم بِاَنَّهُ اِذَا دُعِىَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِىِّ الْكَبِيْرِ☆ (١)

''یہ (عذاب) تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی نے پکارا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب اس کے ساتھ پکارتے شریک کو تو تم یقین لانے لگتے اب حکم وہی جو کرے اللہ تعالیٰ سب سے اوپر بڑا''

اس آیت میں بھی اکیلے خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نافع اور ضار جان کر پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام آیات میں دعا یدعو کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں کہ مشرکین سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر غیر اللہ کو مصیبت میں پکارتے تھے اور یہی ان کا شرک تھا۔ اور جو شخص کسی اور کو الٰہ سمجھ کر پکارے گا تو اس کا رتی رتی کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں

---

(١) (پ ٢٤، مومن: ١٢، ع ٢)

ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ا (۱)

’’اور جو کوئی پکارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے الٰہ کو بلا دلیل تو اس کا حساب ہوگا اس کے رب کے نزدیک۔‘‘

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لیے آنحضرت a کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۵ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ☆ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (۲)

’’اور مت پکارو اللہ تعالیٰ کے نیچے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت ہوگا ظالموں میں، اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا، اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔‘‘

ان آیات سے یہ بات بخوبی اور بلا شک وشبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا، بیماری میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے کسی دوست، عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا یہ نہ تو شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا

---

(۱) (پ:۱۸، مومنون ۴۶)

(۲) (پ ۱۱، یونس: ۱۰۶، ۱۰۷، ع ۱۱)

حکیم وغیرہ کو الٰہ بنانا لازم آتا ہے کیوں کہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے نہ کہ سلسلہ اسباب سے مافوق بخلاف اس کے جو شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دکھ درد میں کسی پیغمبر، ولی، شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرما رہے ہیں۔ تو اس پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو حاضر وناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس کو اس معنی میں متصرف فی الامور مانتا ہے کہ یہ مشکل کشائی، حاجت روائی، پناہ دہندگی، امداد واعانت وخبر گیری وحفاظت میں فوق الطبیعی طور پر اسباب کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور یہی اصل شرک ہے۔

مافوق الاسباب طریق پر امید ونفع اور دفعِ مضرّت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لیے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں۔

(۱) یہ کہ پکارنے والے کو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں۔ وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے یعنی عالم الغیب یا عالم ما کان و ما یکون ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے نیچے دوسروں کو قیامت تک بھی اگر پکارا جائے تو ان کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی۔ وَهُمْ عَنْ دَعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی)

(۲) یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے یعنی حاضر وناظر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ (۱)

”(کہ اگر تم ان کو پکارو وہ سنیں نہیں پکار تمہاری اور اگر سنیں پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر) بھلا دور سے بجز پروردگار کے اور کون آواز سنتا ہے اور پھر کام پورا کرسکتا ہے۔“

---

(۱) (فاطر:۱۴)

(۳) پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ مجھے نفع دینے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جن کو تم پکارتے ہو وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، نہ زمینوں میں نہ آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَلاَ یَمْلِکُونَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنکُمْ وَلاَ تَحْوِیلاً☆ (۱)

"سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تمہاری تکلیف اور نہ بدل دیں۔"

قارئین کرام! علمائے امت نے اس مسئلہ کی حقیقت کو جب سمجھا تو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ان تینوں چیزوں کا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی۔ چنانچہ حضرات فقہائے حنفیہ f لکھتے ہیں:

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر (۲)

"جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور وہ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔"

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرام نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیر اللہ کو عالم الغیب اور حاضر ناظر سمجھنا) بیان کر کے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

اور تیسری چیز کا حضرات فقہاء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے یوں قلع قمع کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ولی اور بزرگ کے لیے نذر ومنت مانے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیوں کہ نذر ماننے والے کا خیال ہوتا ہے کہ **(ان المیت یتصرّف فی الامور دون اللہ واعتقادہ بذالک کفر، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۹۸۔ مصری و شامی ج۳ ص ۱۷۵. ومجموعہ فتاوٰی مولانا عبد الحئی لکھنوی ج۲ ص۹۴)** میت اللہ کے ورے معاملات میں تصرف کرتی ہے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

---

(۱) (اسراء:۵۶)

(۲) (فتاوٰی بزازیہ ص ۳۲۶۔ وبحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴)

لطیفہ:

وہ لوگ جو شرک صرف بتوں کے ساتھ ہی عقیدت وابستہ رکھنے کو سمجھتے ہیں۔ وہ حضرات فقہائے کرام کی ان عبارات کا کیا جواب ارشاد فرمائیں گے جن میں مشائخ اور میت کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا مشائخ اور میت بھی کوئی بت ہوتے ہیں؟ (العیاذ باللہ)

مفتی احمد یار خان صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے۔ الخ (۱)

اور پھر آگے لکھا ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے۔ جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی، پھر حضرت موسیٰ k کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر یہ کیوں؟ (۲)

مفتی احمد یار خان صاحب نے جتنی آیات اور احادیث پیش کی ہیں ایک بھی ان کے اس دعوے کی دلیل نہیں ہے۔ غرض کہ مافوق الاسباب طریق پر غائبانہ استعانت واستمداد غیر اللہ سے ناجائز ہے۔ بعض لوگوں نے اپنے دعویٰ پر بعض بزرگان دین کے غیر معصوم اقوال پیش کیے ہیں۔ جو عشقیہ طور پر انہوں نے کہے ہیں جو خود قابل تاویل ہیں نہ یہ کہ نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں وہ صحیح ہیں۔ اور بعض معجزات اور کرامات ہیں جو محل نزاع نہیں۔ الغرض غیر متعلق دلائل سے استدلال واحتجاج اور غیر معصوم آراء اقوال سے اثبات عقائد مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء کو ہی زیب دیتا ہے۔ یہ انہی کی ہمت ہے۔

---

(۱) (جاء الحق ص ۱۸۳)

(۲) (جاء الحق ص ۱۹۷)

اور تفسیر روح البیان شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''شیخ صلاح الدین e فرماتے ہیں کہ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں۔ اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔(۱)

سبحان اللہ! یہ ہے مفتی صاحب کی وزنی دلیل حضرات انبیاء کرام **علیهم الصلوات و التسلیمات** تو اظہار معجزات اور مجرم اور نافرمان اقوام کی تباہی و بربادی کا اختیار نہ حاصل کر سکے، بلکہ **قُلْ مَا عِنْدِی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِه** الآیة سے امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد a کو اعلان کرنے کا حکم خداوندی موصول ہوا۔ مگر بقول ان حضرات کے شیخ صلاح الدین e تمام کائنات کو فنا کرنے اور آسمانوں کو زمین پر دے مارنے پر بھی قادر ہو گئے ہیں۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب جوش بیان میں آتے ہیں تو ص ۳۰۲ میں تفسیر صاوی کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

''اس آیت (**وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ**) میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے۔''

مگر مفتی صاحب یہ بتانے کی مطلقاً زحمت گوارا نہیں کرتے کہ صاوی والا تیرہویں صدی کا غیر معتبر اور رطب و یابس اقوال جمع کرنے والا ایک نیم شیعہ مفسر ہے۔ یہ ہے مفتی احمد یار خاں صاحب کی کارستانی فوا اسفا مگر حیرت ہے کہ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی مفتی بن گئے ہیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب نے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب e (متوفی

---

(۱) (جاء الحق ص ۱۸۷)

۱۳۴۷ھ) کی وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے حاشیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

”ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ بس فیصلہ ہی کر دیا۔“ الخ (۱)

اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفٰی ۱۳۶۲ھ) کے امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۹ کی اس عبارت کو کہ:

”جو استعانت و استمداد باعتقادِ علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حیّ ہو یا میّت۔“

لکھ کر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ بس فیصلہ ہی فرما دیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے اگرچہ میت ہی ہو۔ الخ (۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ فریق مخالف کا نظریہ معلوم نہیں کہ وہ مستقل اور غیر مستقل کا کیا مفہوم مراد لیتا ہے مگر ہمارے اکابر جو کچھ فرماتے ہیں وہ سن لیجیے فتاویٰ رشیدیہ میں منقول ہے:

”قدرت و اختیار چیزے عطا فرمودن و قوتِ اقتدارِ آن تفویض نمودن مغموے دیگر است و فعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمومنے دیگر مثلاً تو ان گفت کہ زید بقلم نوشت و فعل خاص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد نمی تواں گفت کہ زید قدرت و اختیار حرکت و قوتِ اقتدارِ کتابت بقلم سپرز یرا کہ قلم تا وقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت و اختیار حرکت و

---

(۱) (جاء الحق ص ۱۹۱)

(۲) (جاء الحق ص ۱۹۳)

قوت واقتدار از کتابت حاصل نمیتوان کرد وخاصۂ انسان بدست نتواں آورد والی ان قال کہ قدرت و اختیار افعال خاصۂ احدیت وقوت واقتدار آثارِ مختصہ صمدیت بکسے یا چیزے سپرون از مرتبۂ امکان بمرتبۂ وجوب بردُن است الخ‘‘(۱)

اور پھر ج ۳ ص ۲۴ پر لکھا ہے کہ:

’’لفظ علم ذاتی وتصرّف استقلال ومثل آں کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ e وشاہ عبدالعزیز e نسبت بکفار واقع شدہ مراد ازاں ہمیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفار نابکار است ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا وقدرت واختیار آنہا عطا فرمودہ جناب کبریاء میدانستند ا‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ مستقل تصرف کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تصرف ان کا خانہ زاد ہو بلکہ وہ اختیار اور تصرف خدا تعالیٰ ہی کا عطا فرمودہ ہے جیسا کہ تمام عدالتیں فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ بسا اوقات اعلیٰ احکام کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حتی کہ صوبہ اور مرکز کے خلاف بھی مگر ان کے اختیارات عدالت بالا کے حکام اور ملکی آئین ہی کے تحت اور انہی سے حاصل ہوتے ہیں اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں ان کو معزول بھی کر سکتی اور کرتی رہتی ہیں۔ تصرف مستقل کا یہ معنی تھوڑا ہی ہے کہ ان کو یہ اختیارات خود اپنی طرف سے حاصل ہوں، جب خود ان کا وجود غیر مستقل ہے تو ان کی کسی صفت کا استقلال کیسے؟ چنانچہ خود حضرت مولانا تھانوی اپنی آخری تالیف میں ارقام فرماتے ہیں کہ

’’اور مستقل بالتاثیر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیے ہیں کہ وہ اس کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو

---

(۱) (ج ۳ ص ۲۲ قدیم)

اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس کی تفویض واختیارات سے معزول کردے۔" **بلفظہٖ** (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ اکابر جس معنی کو مستقل فرمارہے ہیں وہی مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کی اصطلاح میں غیر مستقل کے ہیں اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

باقی حضرت تھانوی نے جو **یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ الخ** فرمایا ہے جس سے غیر اللہ سے استعانت کے بارے میں مفتی صاحب کو دھوکہ ہوا ہے۔ اس کے جواب میں خود مولانا کی "**نشر الطیب**"، ص ۲۵۳ کا مطالعہ کرنا چاہیے ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

حضرت مولانا تھانوی حدیث توسل میں لفظ یا محمد کی تشریح میں فرماتے ہیں اور ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے۔ دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں ندا غائب لازم نہیں آئی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لیے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لیے خواص کو بھی روکا جاتا ہے تیسرے وہ حضرات یہ نداء حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے۔ اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔

اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے انتہی **بلفظہٖ** (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی نہ تو یارسول اللہ خذ بیدی کے الفاظ سے آنحضرت a کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور نہ حاجت روا بلکہ محض عشق ومحبت اور شوق کے

---

(۱) (بوادر النوادر ج ۲ ص ۷۹۸)

(۲) (**نشر الطیب** ص ۲۵۳ طبع جید برقی پریس دہلی)

طور پر ایسا فرماتے ہیں اس قصد سے کہ فرشتے ہماری یہ بات حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں گے۔ بریلوی حضرات کے مشہور اور محقق عالم مولوی عبدالسمیع صاحب ایسے ہی ندائیہ اشعار کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا a کی جناب میں بطور خطاب حاضر کیے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث حضور فی الذہن کے کرتے ہیں۔ الخ (۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ لو جو کوئی کہتا ہے:

تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ فدا ہے تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اس کی جملہ خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے۔ (۲)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملّا اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی اَدْعُوْ ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی ان کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں کہو اس میں کیا شرک کیا کفر ہوگا؟ اور یہ

---

(۱) (انوار ساطعہ ص ۲۲۸)

(۲) (ص ۲۲۹)

بھی ضابطہ کلام عرب میں لفظ یا کی نسبت ٹھہر چکا ہے **ینادی بھا القریب و البعید** یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و دور ہر طرح (۱)

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرت امام ابو حنیفہ e کی طرف ایک مصنوعی اور جعلی قصیدہ منسوب کر کے اس سے جناب نبی کریم a سے استمداد استعانت کے جواز پر استدلال کیا ہے اور پھر اس مورچہ کو مفت میں سر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ اب تم اپنی حنفیت کو امام ابو حنیفہ کے عقیدہ کی کسوٹی پر پرکھو کہ واقعی تم حنفی ہو یا نہیں اور استمداد من عباد اللہ کا انکار کر کے حنفی کہلانے کے حق دار ہو یا وہابی؟ **انتھٰی بلفظہٖ** (۲)

مگر مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام صاحب کی شخصیت کوئی گمنام شخصیت نہیں ہے کہ ان کی طرف ہر اناپ شناپ کو منسوب کر کے منوا لیا جائے اور اس سے عقیدہ باطلہ ثابت کر لیا جائے۔ نہ تو یہ جعلی قصیدہ حضرت امام ابو حنیفہ کا ہے اور نہ وہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب استمداد کے قائل ہیں خود ان کی اپنی تالیف فقہ الاکبر دیکھیں کہ وہ کیا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی دلائل مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ نے پیش کیے ہیں ان میں ایک دلیل بھی ان کے باطل مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بعض حضرات کو بلا وجہ یہ شبہ اور وہم ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی تصنیف نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہ البخاری کی تالیف ہے لیکن یہ ان حضرات کا بالکل بے جا بے حقیقت اور نرا وہم ہے۔

مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفٰی ۳۸۵ھ) اپنی معلومات افزاء کتاب الفہرست لابن الندیم (جو انہوں نے ۳۷۷ھ میں تصنیف کی ہے)

---

(۱) (انوار ساطعہ ص ۲۳۰)

(۲) (مقیاس حنفیت ص ۴۸۱)

میں لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور **کتاب العالم و المتعلم** اور الرد علی القدریہ وغیرہ امام ابو حنیفہ کی تصانیف ہیں (ملاحظہ ہو ص ۲۹۹ طبع مصر)

اور علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبریٰ زادہ (المتوفی ۹۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور العالم والمتعلم حضرت امام ابو حنیفہ کی تصانیف ہیں معتزلہ کا یہ زعم ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ ان کے مسلک پر تھے اور الفقہ الاکبر وغیرہ میں تو ان کا رد ہے تو پھر بھلا بقول ان کے کہ یہ ان کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ اور فرماتے ہیں کہ امام شمس الدین کردری، امام فخر الاسلام نووی، امام عبد العزیز البخاری اور مشائخ کی ایک بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ الفقہ الاکبر وغیرہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے۔ (۱)

---

(۱) (محصلہ مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ ج۲ ص۹)

اللہ تعالیٰ کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

عقیدہ نمبر ا، بشریت کے پردے میں خدا:

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک حضور a خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اترا۔

خاں صاحب لکھتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے(۱)

پہلے مصرعہ میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردہ میں آپ a خدا کے نور ہیں، پردہ اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۲، حضور a نورِ مخلوق نہیں نورِ خالق ہیں:

مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن ایک جگہ لکھتے ہیں:

نور خالق آپ کا نور السلام
آپ ہی نور علیٰ نور السلام (۲)

دنیا میں جو چیز بھی نور ہے یا ہو سکتی ہے آپ اس سے بالا ایک نور ہیں کیوں کہ آپ نور خالق (پیدا کرنے والے نور) ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۸۰)

(۲) (آئینہ پیغمبر ص ۱۵۸)

عقیدہ نمبر ۳:

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نور سے تھا بنا نور خدا کے نور کا
پر نہ خدا سے تھا جدا نور خدا کے نور کا (۱)

پہلا لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، دوسرا لفظ خدا حضور a کے لیے لکھا گیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۴:

یہی حافظ خلیل حسن کہتے ہیں:

نام خدا حضور نے نام خدا سکھا دیا
ہے بخدا خدا نما نور خدا کے نور کا
آ گئے مکان سے لحظے میں لا مکان تک
نورِ خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا (۲)

عقیدہ نمبر ۵، رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو یہ شرک نہ ہوگا۔ (۳)

مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفت خلق میں کسی کو شریک نہ سمجھتے تھے۔ (۴)

---

(۱) (خمخانہ حجاز ص ۲۳)

(۲) (خمخانہ حجاز ص ۲۴)

(۳) (الامن والعلی ص ۱۵۱)

(۴) (لقمان: ۲۵)

بلکہ رازق ہونے میں بھی وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرتے تھے۔(۱)

مگر خان صاحب کو دیکھیے وہ کس دیدہ دلیری سے حضور اکرم a کو اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں مانتے ہیں کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا ہوسکتا ہے؟

عقیدہ نمبر ۶:

مفتی احمد یار گجراتی فرماتے ہیں:

حضور b ذات الٰہی کے مظہر اتم میں کہ حضور a بھی ایسے ہی یکتائے روزگار ہیں کہ ان کے ہر وصف عمل، علم وقدرت دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یکتائی یاد آتی ہے۔(۲)

عقیدہ نمبر ۷:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو　　کیا قدر اس خمیرہ ماء ومدر کی ہے(۳)

یعنی آپ a خدا کا نور تھے جو بشری شکل میں ظاہر ہوا ورنہ بشریت کے لحاظ سے اس وجود کی جو پانی اور مٹی سے تیار ہوا کیا قدر ہوسکتی ہے، کچھ بھی نہیں۔

عقیدہ نمبر ۸، پردے میں ہونے اور پردے سے باہر آنے کا فرق:

بریلوی مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سنی تنظیم ڈیرہ غازی خاں لکھتے ہیں:

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا　　واں پردہ نشینی ہے یہاں پردہ دری ہے

طالب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک　　اغیار کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے(۴)

---

(۱) (یونس:۳۱)

(۲) (مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص ۶۷)

(۳) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۹۷)

(۴) (ہفت اقطاب ص ۱۵۱)

(سلیس) اللہ تعالیٰ اور محمد a میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خدا تعالیٰ پردے میں ہے اور آپ پردہ سے باہر ہیں یعنی جو پردے میں تھا وہی پیغمبر ہو کر پردے سے باہر آ گیا۔ اے طالب اللہ تعالیٰ پیغمبر a اور میرے پیر جناب ناز کریم تینوں ایک ہیں۔

عقیدہ نمبر ۹:

پھر لکھتے ہیں:

در پردہ نور قدیم توتی
بے پردہ رؤف رحیم توتی

یعنی پردے کے پیچھے ہوں تو آپ ہی ذات الٰہی ہیں، پردے سے باہر آئیں تو آپ نبی رؤف رحیم ہیں۔ ایک ہی ذات جس کے دو جلوے ہیں۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۱۰، حضور a کے خدا ہونے کا دعویٰ:

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنخضرت a کو اللہ کے نور ذات کا جزو قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے واعظ جھوم جھوم کر نور من نور اللہ کی گردان کراتے ہیں۔ اس عقیدہ کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نور محمد کے نام سے شائع کیا ہے۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے
خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا ماننا اور حضور کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے۔ یہ مجموعہ نعت بریلویوں نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۱:

اس عقیدے کو مولوی محمد یار فریدی اپنی زبان میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

احد نال احمد رَلا کیوں نہ دیکھاں
حبیب خدا کو خدا کیوں نہ دیکھاں
میں صورت دے اولے اور بے صورت آیا
محمد دے اولے خدا کیوں نہ دیکھاں

(سلیس) اَحد اور احمد بالکل ایک ہیں۔ درمیان میں صرف میم کا پردہ ہے۔ سو حبیب خدا کو میں خدا ہی نہ کہہ دوں۔ خدا وہ ذات ہے جو صورت اور شکل سے پاک ہے۔ اس بے صورت ذات نے جب ظہور چاہا تو وہ حضور a کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضور a کے پیچھے دراصل خدا ہی جلوہ گر تھا۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۱۲، حضور a کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ:

مولوی محمد یار ایک دوسرے مقام پر حضور a کے بارے میں رقم طراز ہیں:

محمد مصطفیٰ محشر میں طہٰ بن کے نکلیں گے
اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشا بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ قل ہو اللہ کے بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جوانی عبدہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر انی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے (۲)

---

(۱) (دیوان محمدی ص ۲۰۵)

(۲) (دیوان محمدی ص ۱۴۹) انی عبدہ کا معنی ہے میں اس کا بندہ ہوں اور انی انا اللہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں یعنی خود خدا ہوں۔)

دیوان محمدی جس سے یہ حوالے لیے گئے ہیں۔ اس کا مقدمہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولوی محمد یار فریدی کے ایک شعر کی شرح کی صورت میں لکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں کس طرح ان عقائد کو فروغ دیا جارہا ہے۔

آنخضرت a کی شان میں یہ گستاخی کہ آپ میدان حشر میں تماشہ بنیں گے۔ ایک کھلا کفر ہے اور کسی طرح لائق درگزر نہیں۔

عقیدہ نمبر ۱۳:

یہی مولوی محمد یار لکھتے ہیں:

اتھاں خود عبد سڈ ویندے، اتھاں حق نال مل ویندے
دماغیں کوں چکر ڈیندے، ہے الٹی چال کیا پچھ دیں

سرائیکی زبان سے سلیس اردو میں:

(تارید) حضور a یہاں بندہ کہلاتے رہے۔ لیکن وہاں آپ a خدا کے ساتھ جاملیں گے۔ آپ a دماغوں کو چکر ہی دیتے رہے۔ اس الٹی چال کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو۔ (معاذاللہ)

عقیدہ نمبر ۱۴، حضور a کو خداوند اعتقاد کرنا:

مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی نعت گو حافظ خلیل حسن نے مدرسہ بریلی کے سالانہ جلسہ میں یہ نظم پڑھی تھی:

وہ عالم و فاضل و احمد رضا خاں   وہ سرخیل و سر لشکر اہل سنت
کیا مدرسہ دیں کا جس نے قائم   ہوئی علم دیں پڑھنے والوں کی کثرت
رضائے خدا و نبی کے مقابل   یہ کیا مال ہے جس کو کہتے ہو دولت
اگر مال ہے بھی تو ہے مال کس کا   اگر ہے بھی دولت تو کس کی بدولت

ہے جس کی بدولت وہ محبوب رب ہے　　خدائی کا آقا، خداوند امت (۱)

عام لوگ اس لفظ خداوند سے کیا سمجھیں گے؟ حضور a کے بارے میں خدا ہونے کا ایہام پیدا کرنا شرک پروری نہیں تو کیسی ایمان داری ہے؟

عقیدہ نمبر ۱۵، حضور a کے لامکانی ہونے کا دعویٰ:

حافظ خلیل حسن صاحب آپ کے مکین عرش ہونے کے تصور سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔

السلام اے عرش منزل السلام　　لامکان کے شمع محفل السلام (۲)

عقیدہ نمبر ۱۶:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب ہے
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لا مکان کے مکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں (۳)

حضور a کو خدا کا سایہ کہنا اور یہ کہنا کہ آپ ہی سے سب چیزیں موجود ہوئیں، زمین و آسمان سب آپ ہی کی ملک ہیں۔ زمانہ آپ کے حکم سے ہی گردش کرتا ہے۔ آپ ہی لامکان کے مکین اور مستوی علی العرش ہیں۔

---

(۱) (آئینہ پیغمبر ص ۱۹۱)

(۲) (آئینہ پیغمبر ص ۱۹۵)

(۳) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۴۸)

عقیدہ نمبر ۱۷، معراج کی رات خود اپنے آپ سے ملاقات:

آنحضرت a شب معراج اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ اس رات خود اپنے آپ سے ہی ملاقات کر رہا تھا۔ حضور a وہاں خود اپنے آپ سے ہی ملنے گئے تھے۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے (۱)

ان خیالات سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدہ توحید پر تلوار چلائی ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۸، حضور a کے عین خدا ہونے کا دعویٰ:

معراج کی رات حضور a اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ یہ فاصلہ بھی ایک ظاہری پردہ تھا۔ یہ پردہ اٹھے تو صاف پتہ چل جائے کہ یہ دو نہ تھے حقیقت میں ایک ہی تھا، وہاں دوئی (۲) کا کیا سوال فرماتے ہیں:

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ وہ ہی نہ تھے، ارے تھے (۲)

یعنی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دو ہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہی ذات برحق نہ تھے، ارے وہی تو تھے۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۱۹:

مولانا احمد رضا خاں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۱۴)

(۲) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۱۴)

مظہر حق ہو تمہیں، مظہر حق ہو تمہیں
تم میں ظاہر خدا تم پر کروڑوں درود (۱)

حضور بے شک خدا کے محبوب اور اس کی سب مخلوق سے اعلیٰ اور برتر ہیں لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ آپ کی ذات گرامی میں خدا جلوہ گر تھا۔

عقیدہ نمبر ۲۰:

مولانا احمد رضا خاں کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی کہتے ہیں:

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو
خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو (۲)

عقیدہ نمبر ۲۱، خدا خواجہ فرید کے روپ میں:

مولوی غلام جہانیاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

نقش فرید نقش ہے رب مجید کا اظہار ذات حق ہے سراپا فرید کا
طالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نورِ حق پردہ نشیں نے پردہ لیا ہے فرید کا (۳)

یعنی خواجہ فرید کا نقش وہ خدا کا نقش ہے اور خدا کی ذات کا اظہار وہ خواجہ فرید ہیں۔ اے طالب نور حق چھپانے سے کبھی چھپتا نہیں ہے وہ پردہ نشین والا (یعنی خدا) خواجہ فرید ہی ہیں۔ (معاذ اللہ)

---

(۱) (حدائق بخشش ۲/۱۶)

(۲) (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۰۴)

(۳) (ہفت اقطاب ص ۱۰۱)

عقیدہ نمبر ۲۲، خدا کی تصویر:

بریلویوں کے عقیدے میں خدا کی تصویر محمد یار گڑھی بختیار خاں کے پیر جیسی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی (۱)

یعنی میرے پیر میں خدا کی شان اتری ہے یا پھر خدا خود اس میں اترا ہوا ہے اور اسی پر بس نہیں، حق یہ ہے کہ میرے پیر کی تصویر اللہ سے ملتی ہے۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۲۳، حضرت علی خدائی صفات میں:

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن اللہ رب العزت کی صفت علی کو حضرت علی کے ساتھ ملانے کے لیے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں:

بے شک ہے علی کا نام نام اللہ   باتیں ہیں آپ کی کلام اللہ
قامت ہے الف دہن کو ہے ''ہ'' سے تشبیہ   دونوں گیسو ہیں دونوں لام اللہ (۲)

عقیدہ نمبر ۲۴:

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

سمی حضرت رب علا علی ہے علی   ہے اس کا نام نہ شرک خفی نہ شرک جلی (۳)

عقیدہ نمبر ۲۵، خدا کی پیدائش کا عقیدہ:

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ۳۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

---

(۱) (دیوان محمدی ص ۷۸)

(۲) (نعت مقبول خدا ص ۸۲)

(۳) (نغمہ روح ص ۹۰)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن الخرقانی کی پیدائش ۳۵۲ھ کو ہوئی اور بریلوی حضرات بیان کرتے ہیں کہ:

(حضرت ابوالحسن الخرقانی نے) یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۲۶:

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے (۲)

جنم کے بچھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں بچھڑ گئے ہوں۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلیٰ پر گلے مل رہے تھے۔ (استغفراللہ ثم استغفراللہ)

عقیدہ نمبر ۲۷، خدا کے لیے بیٹے کی تجویز:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

"ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں۔ تم ہمیں سناؤ اللہ احد بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ محبوب فرزند سے باتیں سنتے ہیں۔" (۳)

فرزند کا لفظ یہاں کسی مثال یا تشبیہ کے لیے نہیں کہا جا رہا۔ حضور a کو بلا تشبیہ اللہ کا بیٹا کہا ہے۔

---

(۱) (فیوضات فریدیہ ص ۷۸)

(۲) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۱۳)

(۳) (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۳)

عقیدہ نمبر ۲۸، خدا سے کشتی کرنے کا تصور:

حضرت ابوالحسن الخرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں بچھاڑ دیا۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۲۹، خدا سے لڑائی لینے کا عقیدہ:

مولانا احمد رضا خاں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث (۲)

عقیدہ نمبر ۳۰، امکان کذب کا بریلوی عقیدہ:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے۔ (۳)

عقیدہ نمبر ۳۱، اللہ تعالیٰ کے بالفعل جھوٹا ہونے کا عقیدہ:

بریلویوں کے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم k کی حقیقت کو **"اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَـاٍ مَّسْنُوْنٍ ☆"** کہہ کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لیے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے۔ تو مخالف جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے۔ سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا

---

(۱) (فوائد فریدیہ ص ۷۸)

(۲) (حدائق بخشش)

(۳) (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۸)

دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کرلیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے۔ تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا۔ (۱)

عقیدہ نمبر۳۲، خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کی ایک اور مثال (معاذ اللہ):

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی فرماتے ہیں:

"وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لاَ تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ" (۲)

"اور مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ منافقت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔"

اس پر مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

"یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلے میں اس کے دشمن کو ضروری سزا دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدیدی نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا میں اس کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور اس کی سفارش نہ کرے۔" (۳)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بات کو دوست کے علم تک موقوف رکھنے اور اسے سفارش کرنے سے روکنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ "آپ انہیں نہیں جانتے" مطلب یہ ہے کہ آپ جانتے تو ہیں لیکن ان کی سفارش نہ کریں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ تو

---

(۱) (مقیاس النور ص ۱۹۱)

(۲) (پ ۱۱، سورہ توبہ: ۱۰۱، ع ۱۳)

(۳) (مقیاس الحنفیت ص ۳۸۶)

کہے **لاتعلمھم** (آپ انہیں نہیں جانتے) اور بریلوی کہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں" لیکن مصلحتاً ایسا کہا کہ کہیں آپ ان کی سفارش کر کے انہیں چھڑا نہ لیں۔ اس کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت کے لیے ایک بات خلاف واقعہ کہہ دی۔

عقیدہ نمبر ۳۳، اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج:

مولانا احمد رضا خاں نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا؟ فرماتے ہیں:

حضور اقدس a کا نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔ (۱)

مولانا اگر یہی بات لکھ دیتے کہ ہو ہی نہیں سکتا کیا یہ کافی نہ تھا تحت قدرت ہی نہیں۔

یہ کہہ کر مولانا کو کیا ذہنی سکون حاصل ہوا...... یہی نا کہ اللہ کی قدرت کو چیلنج کر دیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۳۴، شرمناک قلم کا نقطہ منتہیٰ:

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیروؤں نے اسلام کے چشمہ توحید کو کس بے دردی سے گدلا کیا۔ اس کے نظائر و شواہد آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی گہرائی میں اتریں تو جاہلیت کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ ظاہر میں دیکھیں تو اسلامی بستیاں اجڑی دکھائی دیں گی۔ جہاں الحاد و بدعات کے اڑتے غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک خالی الذہن شخص سر پٹخ کر بیٹھ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شرمناک قلم ایک فرضی عقیدے کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کو کافر نہ کہو۔ اس عقیدے کے باوجود انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ (استغفر اللہ)

مولانا احمد رضا خان نے جس عقیدے کے بارے میں کہا کہ اس کے قائل کو کافر نہ کہو وہ شرمناک الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہیں:

---

(۱) (ملفوظات حصہ سوم ص ۵۹)

”ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتی کہ مخنث کی طرح مفعول بننا، کوئی فضیحت اس (خدا) کی شان کے خلاف نہیں۔“ (۱)

یہ الفاظ کسی اور شخص کے نہیں نہ اب تک یہ کسی کا عقیدہ رہا ہے نہ آج تک کوئی شرمناک قلم اس سمت چلا ہے نہ یہ تحریر با یں الفاظ دنیا کی کسی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے کسی شخص کے نام پر یہ الفاظ خود ہی وضع کیے ہیں خود ہی ان کے چٹخارے لیے ہیں اور یہی بات ان کے شرمناک قلم کا نقطہ منتہٰی ہے اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں:

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی صواب ہے۔ **وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسواۃ** جواب ہے یہی فتوٰی دیا جائے گا اور اسی پر فتوٰی ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔“ (۲)

اگر ایسا شرمناک عقیدہ رکھنے والا بھی کافر نہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اور کفر کیا ہوگا؟ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر نہ کہے اس شخص کا اللہ رب العزت کے بارے میں اپنا تصور کیا ہوگا؟ مولانا احمد رضا خاں نے یہ شرمناک الفاظ وضع کر کے اللہ کے حضور جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے شاید انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر نہ پیش کر سکے۔ یہاں پہنچ کر زبان رکتی ہے اور قلم تھمتا ہے اور پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ علی ما اقول شہید۔

---

(۱) (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۷۴۵)

(۲) (تمہید ایمان، مولفہ مولانا احمد رضا خان ص ۴۲)

انبیائے کرام j کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد

رسالت کے بارے میں:

الحمد لله الذی اصطفی من الملائکة رسلا ومن الناس وهو اعلم حیث یجعل رسالته وسلام علٰی عباده الذین اصطفی خصوصا علی من لاینطق عن الهوی وعلی اله الاتقیاء واصحابه الاصفیاء اما بعد!

جاننا چاہیے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف پیغام رسانی ہے۔ دین ومذہب کا سارا دائرہ اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ عالم محسوسات میں پیغمبر ہی خدا کے ترجمان اوراس کی رضا اور عدم رضا کے نشان ہیں۔ عقیدہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صحیح ہوتو پورے دین و مذہب کا نقشہ صحیح کھنچتا چلا جاتا ہے۔ رسالت خدا کے ماتحت ہےاور وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے، کوئی اپنی محنت سے اس مرتبے کونہیں پا سکتا۔

عقیدہ نمبر ۳۵:

انبیاء کرام j اخلاق فاضلہ کا نمونہ علیا ہوتے ہیں وہ کبھی مجرا Dance نہیں کرتے نہ مجرا کرنا ان کی شان کے لائق ہوتا ہے، مگر مفتی احمد یار صاحب شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضور a اس رات مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو انبیاء کرام نے آپ کے استقبال میں مجرا کیا۔ (معاذ اللہ)

’’نماز کی تیاری ہے، امام الانبیاء کا انتظار ہے، دولہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجرا ادا کیا۔‘‘(۱)

---

(۱) (مواعظ نعمیہ حصہ اول ص ۷)

عقیدہ نمبر ۳۶:

مولانا احمد رضا خاں حضور a کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پر آخری افسر حضور a کا ہی مقررہ کردہ ہے۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پر کڑوڑا تیرا (۱)

عقیدہ نمبر ۳۷:

انسانی قسمتوں کے فیصلے کہاں تک حضور اکرم a کے ماتحت ہیں مفتی یار احمد گجراتی لکھتے ہیں:

’’حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لیے چاہیں، اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو۔‘‘(۲)

عقیدہ نمبر ۳۸، شیخ عبدالقادر جیلانی e کو حضور a پر ترجیح دینا:

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوث (۳)

تشریح:

ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور a بھی آپ کی نصیحت سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۳)

(۲) (سلطنت مصطفیٰ ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ گجرات)

(۳) (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷)

حضرت غوث پاک کی تعریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور a کی بے ادبی اور توہین ہو جائے ہرگز لائق قبول نہیں۔ ولی بڑے سے بڑا ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچتا۔

عقیدہ نمبر ۳۹، شیخ عبدالقادر جیلانی e کو حضرت یوسف k پر ترجیح دینا:

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی e کی تعریف میں حضرت یوسف k کی یوں توہین کرتے ہیں:

روئے یوسف سے فزوں تر ہے حسن روئے شاہ
پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ (۱)

سلیس: حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی حضرت یوسف k سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کرسکتی۔

یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے اس نظم کا عنوان حسب ذیل ہے:

درشان حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

صرف یوسف k ہی نہیں، بریلوی مذہب والے حضرت شاہ جیلانی کو حضرت یوسف، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ j بلکہ سب انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے افضل قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ جیلانی کو سب انبیاء کرام کا جامع سمجھتے ہیں۔ اہل سنت عقیدہ کے مطابق یہ زندقہ والحاد ہے کہ ایک ولی کو پیغمبروں سے افضل یا ان کے برابر مانا جائے۔

عقیدہ نمبر ۴۰:

مولانا ابوالبرکات نے الجواہر المضیہ کے نام سے قصیدہ غوثیہ کی ایک اردو شرح لکھی

---

(۱) (حدائق حصہ سوم ص ۶۴)

ہے، اس میں مقالہ ثامنہ کے تحت کرامات وخوارق کے عنوان سے لکھتے ہیں:

حضرت قدس سرہ (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی) کی کرامات و کمالات اس قدر مشہور و معروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ تفصیل وتشریح سے مستغنی ہیں۔ میں اس شعر کو تفصیل کے لیے کافی خیال کرتا ہوں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دار نہ تو تنہا داری (۱)

(سلیس) حضرت یوسف k کا حسن، حضرت عیسیٰ k کا دم مسیحائی، جس سے مردے زندہ ہوتے تھے۔ حضرت موسیٰ k کا معجزہ ید بیضا (روشن ہاتھ) یہ سب کمالات آپ رکھتے ہیں۔ ان محبوبات خدا کے جملہ اوصاف آپ کی ایک ذات میں جمع ہیں۔

عقیدہ نمبر ۴۱، حضرت یحییٰ منیری e کو حضرت خضر k پر ترجیح دینا:

حضرت یحییٰ منیری (۷۸۲ھ) سلسلہ فردوسیہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات کا بیان آسان کام نہیں۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آپ نبی نہ تھے نہ نبوت کے درجے تک پہنچے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت یحییٰ منیری کو ایک پیغمبر پر کس طرح ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کو اس کہانی میں یوں لپیٹا ہے۔

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت یحییٰ منیری کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا، امداد کے لیے اپنے پیر کو یاد کیا، اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے لاؤ ہاتھ میں نکال لوں۔ مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر k ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری

---

(۱) (شرح عقیدہ غوثیہ ص ۶۱ نوری بک ڈپو لاہور)

کے ہاتھ میں جاچکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر k غائب ہو گئے اور یحیٰ منیری موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پکا معتقد ہونا چاہیے اور ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کر دیا۔ (۱)

حضرت خضر k نبی تھے یا ولی؟

حضرت یحیٰ منیری ولی اللہ تھے، نبی اللہ نہیں کوئی شخص ان کے نبی ہونے کا مدعی نہیں لیکن خضر k راجح قول کے مطابق نبی ہیں۔ حضرت ملا علی قاری e نے شرح فقہ اکبر میں انہیں نبی لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ڈوبنے کی مذکورہ حکایت کی تائید کی ہے اور ایک ولی کو ایک نبی کے مقابلے میں لائے ہیں۔ کیا یہ شان نبوت میں گستاخی نہیں؟ بعض بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو بچانے کے لیے حضرت خضر k کی نبوت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی اصلاح اور اطلاع کے لیے خاں صاحب کا اپنا ایک ملفوظ ملحوظ رکھیے۔

''جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں۔ خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے۔'' (۲)

عقیدہ نمبر ۴۲، حضرت عیسیٰ k کی توہین:

پیغمبروں کی توہین کا سلسلہ بریلویوں میں ایسا چلا ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام کو اپنے مشن میں فیل تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ ان کے مفتی ملا نظام الدین ملتانی جوان پانچ بڑے علماء میں سے ہیں، جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوار شریعت (THE LIGHT OF ISLAM) کہلاتے ہیں، حضرت عیسیٰ k کی آمد ثانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) (سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۳۲)

(۲) (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں ۴ ص ۴۰)

"دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہ لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح k پہلی آمد میں ناکام رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت انجام نہ دے سکے۔ اس لیے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔"(۱)

بریلویوں کے پانچ بڑے علماء جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوار شریعت کہلاتے ہیں، یہ ہیں:

۱۔ مولانا احمد رضا خاں
۲۔ مولانا حامد رضا خاں
۳۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی
۴۔ مولانا سردار احمد لائل پوری
۵۔ مولانا نظام الدین ملتانی

مولانا محمد اسلم علوی قادری نے یہ کتاب انوار شریعت سنی دار الاشاعت ڈجکوٹ لائل پور سے دو جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت عیسیٰ k کی یہ سخت توہین کی گئی ہے۔

عقیدہ نمبر ۴۳، حضرت یعقوب k کی توہین:

بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب k اپنے بیٹوں کی اس خبر پر کہ حضرت یوسف k کو بھیڑیا کھا گیا بہت گھبرا گئے تھے۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی برادران یوسف کی بحث میں لکھتے ہیں:

ان کے چیخنے کی آواز حضرت یعقوب k نے سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے۔ (۲)

---

(۱) (انوار شریعت جلد ۲ ص ۳۸ حصہ نہم)

(۲) (خزائن العرفان ص ۲۸۲)

افسوس کہ جناب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو اسے ایک پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایمانی حجاب مانع نہ آیا۔

حضرت یعقوب k نے جب حضرت یوسف k کے کرتے کی خوشبو پائی تو اپنے بیٹوں سے کہا:

''اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ☆'' (۱)

''میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم میری طرف نقصان عقل کی نسبت نہ کرو۔

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھیے:

''بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں۔'' (۲)

سٹھ گیا ہوں عجیب دیہاتی زبان ہے، سٹھ جانا اس وقت بولتے ہیں جب انسان عام آبادی میں ناکارہ سمجھا جانے لگے۔ حضرت یعقوب k کو اس بات پر اپنے ناکارہ ہونے کا اندیشہ ہرگز نہ ہوا تھا۔ نبی ناکارہ نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں کہیں سٹھیانے کا لفظ نہیں تھا۔ خان صاحب نے اپنی طرف سے یہ لفظ یہاں بڑھا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خاں صاحب خود ہی سٹھیائے ہوئے تھے۔ ساٹھ سے اوپر پہنچے ہوئے تھے۔ پیغمبر ساٹھ سے اوپر بھی چلا جائے تو سٹھیاتا نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ میں کھلی توہین ہے:

عقیدہ نمبر ۴۴، شیطان کو مقیاس بنانے کی گستاخی:

بریلویوں نے مقام نبوت کی اس قدر توہین کی ہے کہ حضور اکرم a کی صفات اور کمالات بیان کرنے میں ابلیس لعین کو مقیاس (کسوٹی) بنانے تک سے باز نہیں رہے۔ ان

---

(۱) (پ ۱۳، یوسف ع ۱۱، آیت ۹۴)

(۲) (کنز الایمان ص ۴۹۲)

کے مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری حضور a کے حاضر ناظر ہونے کو ثابت کرنے کے لیے کیسی دلیری اور بے ادبی سے شیطان کی مثال لاتے ہیں، لکھتے ہیں:

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ a کا دعویٰ نہیں کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۴۵:

مفتی احمد یار گجراتی بھی ایک جگہ اپنے عقائد کے اثبات کے لیے شیطان کی صفات کو اس طرح کسوٹی بناتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے چنانچہ اکثر لوگ ناشکرے ہیں......تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ (۲)

عقیدہ نمبر ۴۶:

مفتی صاحب ہی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

جب شیطان مردود کی دعا سے عمر میں زیادتی ہوگئی تو اگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی دعاؤں سے یا بعض نیک اعمال کی برکت سے عمر لمبی ہو جاوے تو کیا مضائقہ ہے۔ (۳)

عقیدہ نمبر ۴۷، پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذ اللہ):

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

---

(۱) (انوار ساطعہ ص ۵۷)

(۲) (تفسیر نور العرفان ص ۲۴۱)

(۳) (تفسیر نور العرفان ص ۲۴۰)

کوئی شخص کسی جگہ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ نہیں، آدم k مقبول بارگاہ تھے......
یہ بھی معلوم ہوا کہ وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہوسکتا ہے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۴۸، حضرت آدم k کی توہین:

مولانا ابوالحسنات محمد احمد الوری لکھتے ہیں:

وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے، وہ آدم جو متوج عزت تھے آج شکار تیر مذلت ہیں۔ (استغفر اللہ) (۲)

عقیدہ نمبر ۴۹، حضرت ابراہیم k کی توہین:

مفتی احمد یار حضرت ابراہیم k کے ذکر میں لکھتے ہیں:

”بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل کو ارجن۔“ (۳)

عقیدہ نمبر ۵۰:

مفتی صاحب حاشیہ قرآن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ہند کے مشرک انہیں کرشن کا نام دے کر تعریفیں کرتے ہیں مشرکین عرب بھی اپنے کو ابراہیمی کہتے تھے۔ (۴)

---

(۱) (تفسیر نور العرفان ص ۲۴۱)

(۲) (اوراق غم ص ۲)

(۳) (تفسیر نور العرفان ص ۴۹۲)

(۴) (تفسیر نور العرفان ص ۵۹۰)

عقیدہ نمبر ۵۱، حضور a کی آواز سے مشابہت:

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان حضور a کی سی آواز نکال سکتا ہے اور لوگوں کو مغالطہ دے سکتا ہے کہ گویا حضور a ہی بول رہے ہیں (معاذ اللہ)

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

’’حضور a کی یہ صفت خاص ہے کہ آپ کا ہمشکل کوئی نہیں بن سکتا، ورنہ لوگ حضرت سلیمان k اور حضرت مسیح k کی ہمشکل بن گئے البتہ شیطان اپنی آواز حضور a کی آواز سے مشابہ کرسکتا ہے جیسا کہ سورہ النجم شیطان نے حضور a کی طرح پڑھ دی۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۵۲، حضور a کی خوشبو سے مشابہت:

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ برکات احمد کی قبر کی خوشبو بالکل روضہ انور کی سی خوشبو تھی اور تصریح کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کوئی مبالغے کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت کہہ رہے ہیں۔

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔ (۲)

عقیدہ نمبر ۵۳، بریلویوں کا گستاخانہ عقیدہ پیغمبر شکاری کی ادا میں:

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔ (۳)

---

(۱) (مواعظ نعیمہ حصہ اول ص ۴۲ انوری کتب خانہ لاہور)

(۲) (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۳)

(۳) (جاء الحق ص ۱۷۶)

عقیدہ نمبر ۵۴:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی غیر اختیاری آواز ہوتی ہے **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ** اس درجہ کی آوز تھی اور ایکم مثلی میں شریعت کی جلوہ گری تھی۔ (۱)

یہ تو سنا تھا کہ منصور کا نعرہ انا الحق ایک جوش بے خودی تھا، اسلام کی رو سے کوئی جائز آواز نہ تھی۔ بعض اولیاء اللہ سے بعض اوقات شطیحات کا صدور ہو جاتا ہے لیکن کسی صحابی یا امام نے آج تک نہ کہا تھا کہ پیغمبر بھی کبھی اس بے اختیاری سے بولتے ہیں یا یہ قرآن کریم میں بھی اس جوش کی غیر اختیاری آوازیں پائی جاتی ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کی شان میں بڑی گستاخی کیا ہو گی!

عقیدہ نمبر ۵۵، حضور a کی صورت میں خواجہ فرید:

حضرت خواجہ فرید نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ ان کا وجود آنحضرت a کا ہی بروز و ظہور ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم a کو جمیع صفات جمال و جلال اور کمال و افضال میں بے مثل پیدا فرمایا ہے، مگر افسوس کہ اہل بدعت اپنے پیروں کی عقیدت میں اتنے کھو گئے کہ انہوں نے حضور a کی شان میں بھی بے ادبی کی پرواہ نہ کی، حضرت خواجہ فرید کو عین محمد قرار دے دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ایک بریلوی انوارِ فریدی میں لکھتے ہیں:

فرید با صفا ہستی   محمد مصطفیٰ ہستی
چہا گویم چہا ہستی   خدا ہستی خد ہستی (۲)

---

(۱) (شان حبیب الرحمٰن ص ۲۳۸)

(۲) (انوار فریدی ص ۶۳)

تسہیل:

”آپ باصفا فرید ہیں، یہاں تک کہ آپ ہی محمد مصطفیٰ ہیں میں کیا کہوں آپ کیا ہیں؟ آپ خدا ہیں خدا آپ ہی ہیں۔“

عقیدہ نمبر ۵۶، حضور حضرت معین الدین کی صورت میں:

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جمعہ کی بیوی فوت ہوگئی، وہ بہت اداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم a اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سنیے:

”رات کو خواب میں میاں جمعہ کو محبوب خدا a کی زیارت نصیب ہوئی ہے، لیکن حضور a نے اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔

جس وقت میاں جمعہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سید لولاک a چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولانا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔“(۱)

عقیدہ نمبر ۵۷:

غلام جہانیاں صاحب لکھتے ہیں:

وہ مدنی محمد معین بن کے آیا
غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر
جو یثرب سے چاچڑ نشین بن کے آیا (۲)

---

(۱) (ہفت اقطاب ص ۱۹۱ از غلام جہانیاں)

(۲) (ہفت اقطاب ص ۱۶۸)

ولی اللہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمد a کبھی نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ نمبر ۵۸، حضور a کے جملہ کمالات شیخ جیلانی e میں:

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں رکھتے تھے۔ آپ حضور a کی جمع صفات کا ظلی وجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سید عالم a کے وارث کامل نائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور a مع اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۵۹، حضور a کی امامت کا دعویٰ:

مولانا احمد رضا بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم a سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (۲)

عقیدہ نمبر ۶۰، حضور a جسم پاک سے تشریف لائے:

بریلویوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضور a صرف روحانی طور پر اس جنازہ میں تشریف لائے تھے بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور مع اپنے جسم اطہر کے اس میں تشریف لائے تھے۔ مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

---

(۱) (فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۶ مطبوعہ کراچی)

(۲) (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۳)

اس طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔(۱)

عقیدہ نمبر۶۱، سیدنا ابوبکر صدیق I کی خلافت پر طنز:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں:

خلافت پہ اترے تو سنیئے لطیفہ   یہ لگتی ہے رائے جچی وخفیفہ
کہ اجماع میں چوکے اہل سقیفہ   بنانا تھا حضرت حسن کو خلیفہ
تو ہوتے نہ اتنے تفنن کے جھگڑے   تشیع کے قصے تسنن کے جھگڑے(۲)

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے اسے تحقیق حق قرار دیا ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے صحابہ کے اجماع پر طنز کیا ہے۔

عقیدہ نمبر۶۲، حضور a کی وفات کو حضور a کا زوال کہنا (معاذ اللہ):

مولانا ابوالحسنات آیت اَلْیُوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ پر لکھتے ہیں:

آقائے مدینہ رحمت مجسم a نے اس آیت میں رائحہ انتقال پائی اس لیے کہ بعد کمال زوال ہوتا ہے:

چو آفتاب بہ نصف النہار یافت کمال
مقرر است کہ روئے نہد بہ سوئے زوال (۳)

عقیدہ نمبر۶۳، بریلویوں کے نزدیک احمد رضا کا مقام:

بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ a صرف عرب کے لیے نشان ہدایت تھے، عجم

---

(۱) (جاء الحق ص۱۴۴)

(۲) (اوراق غم ص۱۷۶)

(۳) (اوراق غم ص۱۱۳)

کے لیے مولانا احمد رضا خاں اس الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا عبدالعلیم صدیقی والد گرامی شاہ احمد نورانی جب حج سے واپس لوٹے تو آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے حضور ایک مدحیہ نظم پڑھی اس میں ایک شعر یہ تھا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو (۱)

اس نظم پر مولانا احمد رضا خاں نے مولانا عبدالعلیم صدیقی کو ایک قیمتی مخملی جبہ مرحمت فرمایا۔

عقیدہ نمبر ۶۴، فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور:

مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری امت نبی ہو جائے

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم (۲)

عقیدہ نمبر ۶۵، مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حیات مسیح:

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ k کو یہودی نہ قتل کر سکے نہ پھانسی دے سکے بلکہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور قریب قیامت میں آپ پھر نزول فرمائیں گے۔ ان کا وجود علامات قیامت میں سے ایک علامت ہوگا۔ قادیانی حضرت

---

(۱) (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۸)

(۲) (فتاویٰ افریقہ ص ۱۳۲)

عیسیٰ k کی اس حیات کا انکار کرتے ہیں اور انہیں وفات طبعی سے فوت شدہ مانتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ k پر چند لمحوں کے لیے موت کے قائل ہیں اور پھر ان کے جی اٹھنے اور آسمانوں میں چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا تصور حیات مسیح اسلامی اعتقاد سے دور اور قادیانی عقیدے کے بہت قریب ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

''حیات وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ اللہ تسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو خود ایک فرعی سہل، خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے۔ جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں۔''(۱)

مزید لکھتے ہیں:

''حیات و وفات حضرت مسیح b کا مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔''(۲)

عقیدہ نمبر ۶۶، حضرت پیران پیر کا بچایا ہوا دولہا گجرات میں:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

وہ دولہا جسے شیخ عبدالقادر جیلانی نے بارہ سال بعد دریا سے نکالا تھا مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی ہے جو شاہ دولہ کے نام سے معروف ہے اور اس کی قبر گجرات میں ہے۔(۳)

دولہ دولہا کی ہی بدلی ہوئی شکل ہے مفتی صاحب نے یہ کیسا جوڑ ملایا ہے۔ حضرت

---

(۱) (الجزر الدریانی ص ۲۳ مطبوعہ کانپور)

(۲) (الجزر الدریانی ص ۲۵ مطبوعہ کانپور)

(۳) (نور العرفان ص ۶۸۸)

پیران پیر چھٹی صدی ہجری ۵۶۱ میں فوت ہوئے اور شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (پاکستان) میں ہے وہ ۱۰۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ مفتی صاحب نے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے پھریوں زقند لگائی کہ شاہ دولہ کی عمر چھ سو سال تک بڑھا کر انہیں پیچھے حضرت پیران پیر تک لے آئے۔

عقیدہ نمبر ۶۷، کیا حضور a مومنین میں داخل نہیں؟

قرآن کریم میں ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (۱)

حضور ایمان لائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم a مومنین میں سے نہ تھے ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں: مومنین کے لفظ میں نبی داخل نہیں ہوتے۔ (۲)

صحابہ کرام n کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد

عقیدہ نمبر ۶۸، صحابہ کرام کی برابری کا دعویٰ:

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’اعلیٰ حضرت (بریلوی) صحابہ کرام n کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔‘‘ (۳)

عقیدہ نمبر ۶۹، حضرت صدیق اکبر I کی برابری کا دعویٰ:

مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی مولانا احمد نورانی کے والد ایک موقع پر مولانا احمد رضا خاں کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت ابوبکر صدیق I کی شان کا حامل قرار دیا اور آپ کو مخاطب کر کے کہا:

---

(۱) (پ۳ البقرۃ، ع ۴۰) (۲) (نور العرفان ص ۷۷)

(۳) (وصایا شریف ص ۲۳)

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو (۱)

عقیدہ نمبر ۷۰، حضرت عثمان غنی I پر طعن:

اہل علم سے مخفی نہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی I کے عہد خلافت میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی اور اس پر اجماع صحابہ ہوا۔ کسی نے اس پر نکیر نہ کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنت اسلام اسی طرح چلی آ رہی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں حضرت عثمان I کی حمایت میں اٹھے تو مولانا احمد رضا خاں نے انہیں پدر پرستی کا طعنہ دیا۔ مولانا عبد المقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے اور مسلک اہل سنت کے تصلب میں خلفائے راشدین کی اتباع سے نکلنے کے لیے تیار نہ تھے اب مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ دیکھئے کس بے دردی سے حضرت عثمان غنی I کو سنت رسول a کا مخالف ٹھہراتے ہیں، لکھتے ہیں:

جو دربارہ اذان سنت رسول a کا اتباع کرے۔ اگر امام وقت ہے۔ جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے۔ اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہوا امام اور علامہ چنیں وچناں ہے۔ (۲)

اجمیر شریف کے مشہور عالم دین حضرت مولانا معین الدین صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ علماء دیوبند میں سے نہ تھے۔ خیر آبادی حضرات سے تلمذ رکھتے تھے اور جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کی اس گستاخی پر چپ نہ رہ سکے۔

---

(۱) (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۸)

(۲) (اجلی انوار رضا ص ۱۳)

آپ لکھتے ہیں:

یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم I پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ a کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام n ان کے ساتھی ہوئے اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے اٹھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے کیا وہابیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لا مذہب (یہاں لا مذہب بمعنی غیر مقلد ہے نفی اسلام یہاں مراد نہیں) کہلائے جاویں اور اعلیٰ حضرت حضرت عثمان غنی I کو ایسی صاف سنانے پر بھی ہٹے کٹے سنی بنے رہے ہیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار** (۱)

عقیدہ نمبر ۷۱، صحابہ n سے برتری کا دعویٰ:

مولانا حسنین رضا خاں لکھتے ہیں:

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔ (۲)

عقیدہ نمبر ۷۲، حضرت ابو ہریرہ I کے متعلق:

پھر ان لوگوں کا صحابہ کے بارے میں انداز کلام دیکھیے حضرت ابو ہریرہ I کے بارے میں لکھتے ہیں:

ابو ہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا تھا پس قطعاً متاخر...... (۳)

---

(۱) (تجلیات انوار المعین ص ۴۳)

(۲) (وصایا شریف ص ۲۴ طبع اول)

(۳) (نجم الرحمٰن ص ۱۷ مولوی غلام محمود پیلانوی مطبوعہ لاہور)

نہ ’’حضرت‘‘ کا لفظ ہے نہ ’’رضی اللہ عنہ‘‘ لکھا ہے نہ احتراماً جمع کے لفظ سے ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیعہ مولوی صاحب یہ عبارت لکھ رہے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت امام جعفر صادق e کے اسم گرامی کے ساتھ امام معصوم کے الفاظ مذکور ہیں مگر حضرت ابو ہریرہ I کا ذکر کس عامی انداز میں کیا ہے یہ بہت لائق افسوس ہے موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں:

اگر امام معصوم کے ساتھ کچھ کینہ و بغض ہو یا اس کی حدیث پر کوئی طعن ہو تو بخاری شریف کی حدیث سن لیجیے۔ (ایضاً)

عقیدہ نمبر ۳۷، صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم I کی گستاخی:

حضور a کے پاس ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم I حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ آپ ان معذوری شکستہ حالی اور طلب صادق کے پیش نظر ان کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں لیکن آپ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوسکتا تھا کہ آپ کے فیض توجہ سے وہ اور سنورتے قرآن کریم کے پارہ ۲۰ ’’سورہ عبس‘‘ میں اس کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کی تو یہ شان ہے کہ ایک مرتبہ حضور a نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی مگر اب بریلوی جرأت بھی دیکھیے کس طرح ایک صحابی رسول a کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ بریلویوں کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے انہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب سے نابینا ہے۔ (۱)

غور کیجیے اور دیکھیے کہ ایک ممتاز صحابی کو کس بے دردی سے آداب سے اندھا کہا جا رہا ہے۔ یہ لوگ تو وہ تھے جو حضور a کے فیض صحبت سے تزکیہ قلبی کی نعمت پا چکے تھے۔ ظاہری

---

(۱) (نور العرفان ص ۹۳۴)

آنکھوں سے نابینا ہونا یہ کوئی عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے رکھے لیکن باطنی آنکھوں سے نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضور a کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک بڑی کمزوری ہے افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ظاہری طور پر نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔

عقیدہ نمبر ۴۷، بریلوی عقیدہ کہ حضور a صحابہ n سے ناراض تھے (معاذ اللہ):

صحابہ کرام حضور a کی تابعداری اور اطاعت شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنی ہر خواہش کو امر رسالت کے آگے زیر کر رکھا تھا شمع رسالت کے پروانوں میں تسلیم و رضا اور امتثال و وفا کے جوہر انتہائی شان میں ممتاز تھے آنحضرت a نے ایک دنیوی بات میں (کہ کھجور پیوند لگانے کے بغیر کاشت کی جائے)(۱)

ایک رائے دی لیکن اس کا نتیجہ حسب منشاء ظاہر نہ ہوا آپ نے فرمایا **انتم اعلم بامور دنیاکم** کہ تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر سمجھتے ہو۔ صحابہ کی بات حضور a کی نافرمانی پر مبنی نہ تھی نہ صحابہ کبھی اس کی جرأت کر سکتے تھے۔ لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور (معاذ اللہ) صحابہ سے ناراض تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

اظہار ناراضگی کے لیے فرمایا: **انتم اعلم بامور دنیاکم** (۲)

مفتی احمد یار صاحب کو بتلانا چاہیے تھا کہ تابیر نخل کے واقعہ میں نتیجہ حسب منشاء نہ نکلا تو صحابہ نے حضور a کے مشورہ پر کچھ اعتراض کیا ہو پھر اگر آپ a صحابہ n سے ناراض ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن یونہی بے پر کی اڑا دینا کہ آپ صحابہ سے ناراض تھے اہل السنۃ والجماعۃ کی بری طرح دل آزاری ہے۔

---

(۱) (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۴) (۲) (نور العرفان ص ۳۸۳)

عقیدہ نمبر ۵۷، صحابی رسول a حضرت عبدالرحمٰن I قاری کی تکفیر:

صحابہ کے بارے میں بریلوی روش آپ کے سامنے ہے قبیلہ بنی قارہ کے حضرت عبدالرحمٰن قاری صحابی رسول تھے۔ (۱)

ان کے بارے میں سنیئے ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس a کے اونٹوں پر آ پڑا۔ (۲)

حضرت عبدالرحمٰن قاری حضرت عمر I کے زمانے میں بیت المال پر مامور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن I کی وفات کفر پر ہوئی تھی اور حضرت ابوقتادہ نے انہیں قتل کیا تھا۔ (استغفر اللہ ہذا بہتان عظیم) مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اس محمدی شیر (حضرت ابوقتادہ I) نے خوک شیطان (عبدالرحمٰن I قاری) کو دے مارا (۳)

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن قاری کی تکفیر سے جب جی نہ بھرا تو انہوں نے ان کے لیے خوک (سور) اور شیطان جیسے ناپاک الفاظ بھی کہہ دیے سچ ہے برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو **الاناء یترشح بما فیہ** مشہور مثل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی صحابہ کی شان میں اس گستاخی پر غور کیجیے۔

---

(۱) (تہذیب ج ۶ ص ۲۲۳)

(۲) (ملفوظات حصہ دوم ص ۴۴)

(۳) (ملفوظات حصہ دوم ۴۶)

عقیدہ نمبر ۶ ۷، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ m کی شان میں گستاخی:

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی چلبلی طبیعت میں آ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ m کی شان میں گستاخی کر دی اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرم ناک بات نہ کہہ سکے گا۔ چہ جائیکہ اس ماں کے بارے میں جو تمام مومنین کی ماں ہے اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں نچھاور کی جاسکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں عائشہ صدیقہ m کے بارے میں لکھتے ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و پر (۱)

(سلیس) آپ اتنا چست و تنگ ٹیڈی لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی گویا ابھی پھٹی کہ پھٹی جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔

بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں تو اپنے عوام کو مظالطہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ حدائق بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس کا کوئی تیسرا حصہ نہیں یہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں۔ کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادے مدنی میاں بمبئی سے ایک ماہنامہ المیزان نکالتے ہیں ادارہ المیزان نے ۱۹۷۶ء میں اس کا امام احمد رضا نمبر نکالا تھا اس کے ص ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳ پر

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷)

حدائق بخشش حصہ سوم کے کئی حوالے موجود ہیں۔ پہلے دو حصوں کے پبلیشر نے کتاب کو مکمل ظاہر کرنے کے لیے پہلے دو حصوں پر حدائق بخشش مکمل لکھ دیا ہے تو یہ ایک تاجرانہ ہوشیاری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے مولانا احمد رضا خاں کے اس کلام کو ترتیب دینے والے مولانا محبوب علی خاں صاحب، مولوی حشمت علی لکھنوی کے حقیقی بھائی اور بریلوی جماعت کے ممتاز عالم دین تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کو مخالفین کی اختراع بتلانا بریلویوں کا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ مولوی محبوب علی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے کلام کے اس حصے کو بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا)

ناظرین کرام غور کیجیے کیا اس ستم کیش میں جب وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا ایمان اور حیا باقی تھا، علماء کی کیا یہی زبان ہوتی ہے؟

بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے:

بریلویوں کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ صاحب کا جواب مسلمانوں کے زخموں پر اور نمک پاشی کر رہا ہے آپ لکھتے ہیں:

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں کیا ان کی (حضرت عائشہ صدیقہ m کی) ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی؟ اور فرض کیجیے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کہ یہ معاملہ ایک خطا کار بچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق بے پایاں نثار پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے دنیوی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ (۱)

مفتی صاحب! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ

---

(۱) (فتاویٰ مظہری ص ۳۸۸)

بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں یاد رکھیے مسلمان بریلویوں کی ان گستاخیوں کا ضرور نوٹس لیں گے آپ کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف:

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی اسٹیم پریس ریاست نابھ ۱۳۴۲ (۱)

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے اس کے دو سال بعد ان کے خادم خاص مولانا محبوب علی خاں نے ان کا وہ کلام جو حدائق بخشش کے پہلے دو حصوں میں نہ آ سکا تھا مرتب کر کے شائع کیا ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی کتاب ارمغان حجاز بھی تو ان کی وفات کے بعد ہی شائع ہوئی تھی اگر اس سے حوالے ڈاکٹر اقبال کے نام سے دیے جا سکتے ہیں تو حدائق بخشش حصہ سوم کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کیوں نہیں دیے جا سکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات بھی تو آخر ان کے عقیدت مندوں کے ہی مرتب کردہ ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم محبوب علی خاں نے مرتب کر لی تو کیا ستم ہو گیا۔ رہا یہ جواب کہ ممکن ہے مرتب کتاب سے غلطی ہو گئی ہو اس کا جواب الجواب حدائق بخشش حصہ سوم کے خود مرتب سے ہی سن لیجیے۔

یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے۔ (۲)

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادوں اور عقیدت مندوں نے کبھی ان گستاخانہ اشعار سے اظہار لاتعلقی نہ کیا یہاں تک کہ اس پر تیس سال گزر گئے اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی

---

(۱) (المیزان احمد رضا نمبر ص ۴۴۸)

(۲) (المیزان احمد رضا نمبر ۴۴۸)

شائع ہو گیا اور ام المومنین کی شان میں گستاخی اور دریدہ ذہنی اسی طرح رہی اور بریلوی اس کی برابر اشاعت کرتے رہے۔

توبہ کی بات کب اٹھی:

مولانا محبوب علی خاں مذکورہ محلّہ مدن پورہ بمبئی کی مسجد میں امام تھے اپنے مسلک کی کتابوں کی برابر اشاعت کرتے رہتے تھے لوگوں کو جب ان گستاخانہ اشعار کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ایجی ٹیشن شروع ہوا اور ناموس رسالت کی خاطر ایک شخص نے جان بھی دے دی یہ شہید غازی علم دین کے قریبی دوست تھے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے کہ علمائے دیوبند ہی اس گستاخی کے خلاف میدان عمل میں نکلے تھے یہ لیجیے: سنیے

ہندوستان کے دیوبندوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مضمون لکھے اور پورے بمبئی میں جلسے کیے ایجی ٹیشن چلایا کہ امام موصوف کو مسجد سے علیحدہ کیا جائے اور اسی سلسلہ میں اس مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا اور بہت دنوں تک مقدمہ چلتا رہا۔(۱)

مولانا محبوب علی خاں نے اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع کیا کہ وہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے دیوبند اس گستاخی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مضمون لکھ رہے تھے اس وقت مولانا محبوب علی خاں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے ہیں اگر یہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ m کے بارے میں نہ ہوتے تو وہ اس احتجاج سے پہلے ہی یہ بیان دے دیتے انہوں نے آخر خود تو اپنی مرتبہ کتاب کو بارہا

---

(۱) (دیکھیے ماہنامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ کا شمارہ، فتاویٰ مظہری ص ۳۹۳ سطر ۱۲)

پڑھا ہو گا اور پھر اشعار کی کتابیں تو اصحاب ذوق بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جب تک ایجی ٹیشن میں ایک شخص شہید نہ ہو گیا مولانا محبوب علی خاں صاحب نے انگڑائی تک نہ لی۔ ترتیب کی الٹ پلٹ کا عذر کہیں بیان نہ کیا اور اپنی ذمہ داری اس وقت محسوس کی جب ان کے لیے بمبئی میں زندہ رہنا مشکل ہو گیا تھا۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کے نزدیک یہ گستاخانہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ m کی شان میں کہے گئے اور اشعار واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہی تھے مولانا محبوب علی خاں نہ چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاتھوں استاد کی اصلاح ہو وہ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خاں کے نام پر اسی طرح رکھنا چاہتے تھے اپنے ذوق کے اعتبار سے ایک معمولی غلطی سمجھتے تھے لیکن جب لوگوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ ان ناپاک اشعار کو ہرگز برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔ (۱)

گستاخی مولانا احمد رضا خاں کی ہو اور توبہ مولانا محبوب علی خاں کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی مولانا محبوب علی خاں نے اگر ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت سے توبہ کی ہے تو ان اشعار سے توبہ کون کرے؟ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں جن کے ذمہ اس گستاخی سے توبہ کرنا تھا وہ قبر کے گڑھے میں جا چکے اور اب یہاں وہ کبھی توبہ کرنے کے لیے نہ آئیں گے ان کا یہ کلام ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں اور عقیدت مندوں میں پینتیس سال تک بلا کسی نکیر اور سوال کے بڑی عقیدت سے دیکھا اور پڑھا جاتا رہا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کی پہلی اشاعت ۱۳۴۲ ہجری میں مولانا احمد

---

(۱) (بریلیوں کے فتاویٰ مظہری میں ہے ''اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں ان کی ذات کریمہ کیا معاف نہ فرمائے گی'' فتاویٰ مظہری ص ۳۸۸)

رضا خاں کے انتقال کے دو سال بعد ہوئی تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی طرح نکل گیا اور سالہا سال تک اندھے عقیدت مندان گستاخانہ اشعار سے اپنے ایمان کو برباد کرتے رہے۔ مولانا محبوب علی خاں جب انتہائی تنگ آ گئے تو انہوں نے ان اشعار سے توبہ کی بریلویوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک اور جھوٹ گھڑا کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے پچیس تیس سال بعد شائع ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا جھوٹ ملاحظہ کیجیے:

مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں اور ساری دنیا انہیں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیوان جانتی اور مانتی رہی اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے۔ ۲۵، ۳۰ سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب پیش امام بڑی مسجد مدن پورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا...... اس کو انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا۔ (۱)

مولانا احمد رضا خاں کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی حدائق بخشش حصہ سوم ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی اسے آپ کے ۲۵ یا تیس سال بعد کی اشاعت بتلانا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کو اس کی ذمہ داریوں سے فارغ کرنا ایک طفلانہ حرکت ہے اور ایک شرم ناک جھوٹ ہے۔

ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب لیکچرار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی شاعری پر ریسرچ کی ہے وہ حدائق بخشش حصہ سوم کو ۱۳۴۲ھ کی اشاعت ہی بتلا رہے ہیں۔ (۲)

---

(۱) (احمد رضا نمبر ص ۴۳۵)

(۲) (احمد رضا نمبر ص ۳۴۸)

اس وقت یہ کتاب اسٹیم پریس ریاست نابھ سے شائع ہوئی تھی۔ ۲۵ تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے بریلوی مولانا محبوب علی خاں کے توبہ نامے کے قریب کرنے کے لیے پہلی اشاعت کہہ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ان اشعار کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں نت نئے بیان دیتے ہیں اور بڑے اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں کہتے ہیں کہ یہ اشعار علیٰ حضرت کے ہیں ہی نہیں۔ (۱)

مولانا محبوب علی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے تھے۔ (۲)

پھر انہوں نے اپنے توبہ نامے میں یہ فحش اشعار زرع پر لگائے ہیں۔

آنحضرت a نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا:

کُنْتُ لَکِ کَأَبِی زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ (۳)

”میں تیرے لیے اس طرح ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تھے۔“

اب آپ ہی غور کریں کہ حضور a ام زرع کی تشبیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے ذکر فرماویں اور مولانا احمد رضا خاں ام زرع کے لیے یہ فحش اشعار کہیں تو اس کی زد انجام کار کیا حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی نہیں پڑتی مولانا محبوب علی خاں نے اپنے توبہ نامے میں یہ شعر ام زرع پر منطبق کیے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ حدیث میں حضور اکرم a ام زرع کو بھی حضرت عائشہ m سے نسبت دے چکے ہیں خان صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے

---

(۱) (فتاویٰ مظہری ص ۳۸۹ سطر ۲۵)

(۲) (فتاویٰ مظہری ص ۳۹۳ سطر ۱۲)

(۳) (صحیح بخاری)

دفاع کی تو بہت کوشش کی لیکن بات جہاں تھی وہیں رہی۔

بریلویوں سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تنگ پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے بخشش بھی تو کی تھی سو اس میں توہین کا کوئی پہلو نہیں اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے:

اللھم اغفر للمسترولات

’’اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں غالباً پاجامہ تنگ تھا۔(۱)

مولانا احمد رضا خاں کو کیسے پتہ چل گیا کہ پاجامہ تنگ تھا اعلیٰ حضرت کی نظر کہاں رہتی تھی؟ اور ایسے امور کو کیسے بھانپ لیتی تھی۔ افسوس صد افسوس۔

عقیدہ نمبر ۷۷، حضرت ام المومنین کی شان میں ایک اور گستاخی:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بے شک تمام مسلمانوں کی ماں ہیں لیکن حضور a کی تو بیوی تھیں اور آپ کے حضور انتہائی مودب آپ نے حضور a کے سامنے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس میں گستاخی ہو اور وہ شان اقدس کے منافی ہو یہ تصور کہ آپ حضور سے جلال کے ساتھ پیش آتی تھیں آپ پر ایک تہمت اور حضور اور حضرت ام المومنین دونوں کی گستاخی ہے۔ مگر افسوس مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ آپ حضور کی شان میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتی تھیں جن پر شرعاً سزائے موت دی جا سکے۔ فرماتے ہیں:

’’ام المومنین صدیقہ m جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے۔‘‘(۲)

یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ کیا کوئی مسلمان ام المومنین کی شان میں اس قسم کی

---

(۱) (احکام شریعت حصہ دوم ص ۲۲۳)

(۲) (ملفوظات حصہ سوم ص ۸۷)

گستاخی کر سکتا ہے؟ استغفر اللہ۔

صحابہ کرام اور امہات المومنین کے بارے میں بریلوی مذہب کیا ہے۔ ہم اس کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے حضرت عائشہ صدیقہ m کی شان کی گئی اس گستاخی سے دل زخمی ہے اور بات کو آگے لے جانے سے دل لرزتا ہے اور قلم تھراتا ہے۔

عقیدہ نمبر ۸۷، جمیع امہات المومنین کی شان میں گستاخی:

کوئی ہونہار بیٹا اپنی ماں کے بارے میں وہ بات نہیں کہتا جو ایک گستاخ بچے نے اپنی دینی ماؤں کے بارے میں کہی ہے پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے ساتھ صرف احترام کا ہی تعلق نہیں ایمان کا بھی تعلق ہے اور یہ بات بھی اس کے ساتھ ہے کہ اس گستاخی سے خود احترام رسالت بھی بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں:

انبیاء j کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔(۱)

مولانا احمد رضا خاں اپنی اس گستاخی میں محمد بن عبدالباقی کو بھی شامل کرتے ہیں یہ قطعاً جھوٹ ہے تاہم ہم ہر اس شخص سے لاتعلق ہیں جو ایسی لغو بات کہے۔ کسی بیٹے کے لیے اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی کھلی بات ہرگز جائز نہیں پھر اس کی بھی تحقیق چاہیے کہ محمد بن عبدالباقی نے یہ لغو بات کہی بھی یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور ہمیں پورا یقین ہے کہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں جھوٹ بولا ہے۔

---

(۱) (ملفوظات حصہ سوم ص ۲۸)

کوئی مسلمان حضور a کے روضہ مطہرہ کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کر سکتا جو مولانا احمد رضا خاں نے پیش کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی آغوش میں:

شیعہ لوگ امہات المومنین کے خلاف ہیں انہیں اہل بیت میں سے نہیں مانتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ m کی شان میں گستاخ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل ان کا تھا کہ ازواج روضہ اطہر میں حضور a پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے جلیل القدر محدث محمد بن یعقوب الکلینی نے اصول کافی میں باب باندھا ہے:

باب النهی عن الاشراف علی قبر النبی صلی الله علیه واٰله

”اس باب میں نبی کریم a کی قبر سے اوپر چڑھنا منع ہے۔“

شیعہ مذہب کے علامہ کلینی جعفر بن المثنیٰ الخطیب سے روایت کرتے ہیں:

میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم a کی قبر پر تھا گرا، کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی امام جعفر الصادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار الصیرنی دونوں نے کہا ہاں۔ ہم نے انہیں کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں کہ نبی کریم a کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا:

ما احب لاحد منهم ان یعلوا فوقه ولا اٰمنه ان یری شیئا یذهب منه بصره او یراه قائمًا یصلی او یراه مع بعض ازواجه. (۱)

---

(۱) (اصول الکافی ج۱ ص۴۵۲)

(ترجمہ) ''میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ اس کی نظر ہی جاتی رہے یا وہ حضور a کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ آپ کو اپنی بیوی سے مشغول دیکھے۔''

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ یونہی حضرت امام جعفر صادق کے ذمے لگایا ہے جعفر بن المثنیٰ تو ان کے عہد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنایا ہے اور دروغ بیانی سے اسے محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگایا ہے۔

علامہ زرقانی نے حیات انبیاء کی بحث میں شیعوں کے اس عقیدے کا اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

والانبیاء والشهداء یاکلون فی قبورهم ویشربون ویصلون ویصومون ویحجون واختلف هل ینکحون نساء هم ام لا. ویثابون علیٰ صلواتهم وحجهم ولا کلفة علیهم فی ذالک(۱)

''انبیاء اور شہداء اپنی قبور میں (وہاں کے مناسب حال) کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی، نماز، روزہ اور حج کرتے ہیں اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں سے نکاح کریں اس میں (شیعہ کا) اختلاف ہے۔ وہ اپنی نمازوں اور حج پر ثواب بھی پاتے ہیں لیکن وہ وہاں ان کاموں کے مکلّف نہیں ہیں۔

پچھلے صفحات میں علامہ زرقانی نے وراثت انبیاء کی بحث میں شیعوں سے ہی اختلاف کیا تھا۔ یہاں بھی انہی کا اختلاف مراد ہے اور علامہ کلینی کی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔ سوا سے محمد بن عبدالباقی کا عقیدہ قرار دینا کذب صریح اور مولانا احمد رضا خاں کا کھلا جھوٹ ہے اور حضور کی شان میں گستاخی کی انتہا ہے۔

---

(۱) (شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی المالکی ج۵ ص۳۳۴، طبع ۱۳۲۶ھ مطبع ازہریہ مصر)

فرقہ بریلویہ کے اولیاء اللہ کے متعلق گستاخانہ عقائد

عقیدہ نمبر ۷۹، اولیاء کو شیطان سے ملانے کی گستاخی:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دعا سے بھی۔ اس کی عمر لمبی بخشی گئی فرماتا ہے فانک من المنظرین حضرت آدم k کی دعا سے داؤد k کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال فرمادی گئی۔(۱)

عقیدہ نمبر ۸۰، شیطان غائبانہ امداد کرسکتا ہے:

فرقہ بریلویہ کے مناظر اعظم مولوی محمد عمر صاحب اچھروی سے سوال کیا گیا ’’کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کرسکتا ہے‘‘ تو آپ نے فرمایا: ضرور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ اَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ** بے شک ہم نے بنایا شیطان کو بے ایمانوں کے واسطے مددگار (مقیاس حنفیت ص۴۸۲ یہ آیت سورہ اعراف رکوع دوم کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ’’بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست ذکر کیا جو ایمان نہیں لاتے‘‘ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں) مولوی صاحب نے یہاں اولیاء کا ترجمہ دوست کرنے کی بجائے مددگار اس لیے کیا ہے کہ وہ اپنا عقیدہ ثابت کرسکیں۔

عقیدہ نمبر ۸۱، کرشن کنہیا کے برابر کرنے کی گستاخی:

قدوۃ السالکین حضرت شیخ فتح محمد قدس سرہٗ ایک مشہور بزرگ تھے ان کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

---

(۱) (نور العرفان ص ۶۸۸)

کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو تو کیا تعجب ہے۔(۱)

دیکھئے حضرت شیخ کہ کرامۃً کئی جگہ موجود ہو گے اسے کس بے دردی سے ذکر کیا ہے اور حضرت کو کرشن کنہیا کے برابر کر دیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۸۲:

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں:

ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو جانا اللہ والوں کے نزدیک باذن الٰہی مشکل نہیں ایسے ہی قبر میں سوال کرنے والے، ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والے، فرشتے یہ طاقت رکھتے ہیں حاضر ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔(۲)

اب آپ ہی خیال کریں کیا یہ لوگ کئی جگہ پر حاضر و ناظر ہونا حضور a کی صفت مانتے ہیں یا ان کے ہاں اور بھی کئی بندے اس شان میں حضور a کے شریک ہیں۔

عقیدہ نمبر ۸۳، اولیاء اللہ کے لیے گدھے کی مثال لانا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے الہام غیبی اور کشف باطنی کو گدھے کے برابر لا کر ایک اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ جب اور جتنے غیب کی خبر دیں یہ نور سنت کا فیض ہے ان کی پاک ہستیوں کو جب بھی امور غیبیہ پر کوئی اطلاع ملے تو یہ اطلاع غیب ہوتی ہے علم غیب نہیں ہوتا۔ یہ ان کے روحانی کمال کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کشف سے اور کبھی اطلاع علی الغیب سے بعض امور غیبیہ کو پا لیتے ہیں۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں مولانا احمد رضا

---

(۱) (ملفوظات حصہ اول ص ۱۲)

(۲) (نور العرفان ص ۲۴۵)

خاں نے اپنے اس عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے ایک حکایت نقل کی ہے ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ کے دربار میں حاضری دی ان کے پاس کچھ سیب تھے بادشاہ نے ایک خاص سیب کا ارادہ کیا کہ مجھے دیں گے تو انہیں ولی سمجھوں گا اس پر انہوں نے ایک گدھے والی حکایت بیان کی اعلیٰ حضرت یہ بات ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں:

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔ حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی ایک دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں۔ اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

غیب کی بات جاننا کوئی درجہ کمال نہیں:

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ بالا واقعہ پر لکھتے ہیں:

بس سمجھ لیجیے وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہوسکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہوسکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔ (۱)

---

(۱) (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۰)

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے؟ کچھ نہیں نہ اس میں ان کا کوئی کمال ہے۔ اولیاء اللہ کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کئی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں یہ کوئی شان نہیں۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کنہیا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں پھر تعظیم کہاں گئی اور تکریم کہاں رہی؟ کیا یہی عنوان ہیں جن کے ماننے اور نہ ماننے پر مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کیے جاتے ہیں اور انہی کے محاذ پر عرصہ دراز سے جنگ لڑی جا رہی ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

عقیدہ نمبر ۸۴، شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے:

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے۔(۱)

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ بریلوی اولیاء کے ساتھ شیطان کو کیوں ملا رہے ہیں۔ اولیاء کرام کی کیا کچھ عزت ان کے دلوں میں ہے؟ بالکل نہیں۔

عقیدہ نمبر ۸۵، اولیاء اللہ پہلوانوں کے اکھاڑے میں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کہتے ہیں:

خواجہ نقشبند بخارا میں حضور امیر کلال کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھا ایک مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آ گئی دیکھا

---

(۱) (نور العرفان ص ۲۴۱)

کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس سے پار جانا چاہتے تھے دریا میں اترے جتنا زور کرتے دھنسے جاتے کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلال تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دریا کے اس پار کر دیا آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کچھ عرض کریں حضرت امیر کلال نے فرمایا اگر ہم کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۸۶، اولیاء اللہ خدا کے ساتھ اکھاڑے میں:

فوائد فریدیہ میں ہے:

’’حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا ہے کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔‘‘

اب اس کی دلیل بھی سنیے:

’’اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔‘‘ (۲)

عقیدہ نمبر ۸۷، ہر وقت مرید کے پاس ہونا:

منشی محبوب بخش صاحب جناب میاں محمد خاں صاحب کے آخری لمحات کے ذکر میں لکھتے ہیں:

آپ کے پاس صرف حضرت میاں علی محمد خاں صاحب علیہ الرحمۃ بیٹھے رہے اور آپ پر گریہ طاری تھا حضرت قبلہ قطب زمان نے حضرت میاں علی محمد خاں صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنا چہرہ جھکا دیں تو حضرت میاں علیہ الرحمۃ نے اپنا چہرہ اپنے مقدس

---

(۱) (ملفوظات حصہ چہارم ص ۲۷)

(۲) (فوائد فریدیہ ص ۷۸)

شیخ اور مشفق نانا کے حضور جھکا دیا تو نانا نے اپنے پیارے نواسے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ''گھبراؤ نہیں ہم ہر وقت ہر آن تمہارے ساتھ ہیں۔'' اس کے بعد آخری سانس لیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (۱)

عقیدہ نمبر ۸۸، پیر کا قبر میں آنا:

''جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے، مرنے کے بعد قبر میں آ جاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے۔'' (۲)

بریلوی عوام کو اور کیا چاہیے بس ضمانت مل گئی کہ انہیں قبر تک میں کسی سوال کا جواب دینا نہ پڑے گا پیر ہی سب کام کرے گا تمہارے ذمہ صرف یہی ہے کہ پیر بناؤ اور نذرانے دیتے جاؤ۔

عقیدہ نمبر ۸۹، ولی عارف زوجین کی خلوت کے وقت بھی سامنے:

بریلوی اپنے اس قسم کے نظریات ثابت کرنے کے لیے بزرگان دین کو بھی اپنے ساتھ بری طرح ملوث کرتے ہیں اور لوگ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ بزرگوں نے ایسی باتیں کہی بھی یا یونہی ان کا نام استعمال کیا جا رہا ہے۔ حضرت سید احمد بن رفاعی کے کسی خادم یعقوب کے نام سے ان لوگوں نے ولی عارف کی یہ پہچان لکھی ہے۔

لا تستقر نطفة فی فرج اثنٰی لا ینظر ذالک الرجل الیها ویعلم بها (۳)

''کسی عورت کے اندام نہانی میں کوئی نطفہ قرار نہیں پاتا مگر یہ کہ ولی عارف ضرور

---

(۱) (شہباز قدس ص ۱۵ اشائع کردہ جامعہ فریدیہ ساہیوال)

(۲) (فیوضات فریدیہ ص ۶۰)

(۳) (بجم الرحمٰن ص ۵۲)

اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

عقیدہ نمبر ۹۰، حضور a زوجین کے جفت کے وقت موجود ہوتے ہیں:

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں۔

حضور a زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔(۱)

عقیدہ نمبر ۹۱، حضرت شیخ سرہندی کی شان میں گستاخی:

مولانا احمد رضا خاں قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی سلسلہ کے پیشوائے طریقت تھے مولانا احمد رضا خاں ان کی عظمت شان کے معتقد نہ تھے اس لیے آپ انہیں جہاں بھی ذکر کرتے ہیں اس میں ان کی جبلی عصبیت کارفرما دکھائی دیتی ہے مولانا احمد رضا خاں انہیں مسلمانوں کے عمومی پیشوا اور بزرگ کے طور نہیں صرف خاندان دہلی کے پیشوا کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔

خاندان دہلی کے آقائے نعمت:

مولانا احمد رضا خاں ان کے لیے محض اتفاقی طور پر یہ لقب ذکر نہیں کرتے اس کا بار بار تکرار کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ ص ۴۱ میں یوں ذکر کرتے ہیں: ”تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت“

پھر الیاقوۃ الواسطہ ص ۱۰ پر کہتے ہیں۔ ”تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت“

اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے۔ نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ بغض کیوں ہے؟ اس لیے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

---

(۱) (خلاصہ مقیاس حنفیت ص ۲۸۲)

سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے مولانا احمد رضا خاں انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے۔

عقیدہ نمبر۹۲، حالت سکر میں غلطیاں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

”کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں ناواقفی یا سُکر سِکر تو یہی ہے۔(۱)

سب مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیر و مرشد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالنے والے اور ان پر طنز کرنے والے اعلیٰ حضرت کے اپنے عقائد آپ دیکھ چکے ہیں۔

---

(۱) (ملفوظات حصہ۳ص۷۰)

(۱)محفل میلاد کرنا

رسول اللہ a کی سیرت کے واقعات و حالات بیان کرنا ایک ایسی بات ہے جو یقیناً مطلوب ہے۔ اس لیے کہ اسلام کی نگاہ میں ہدایت وفلاح اور نجات ورستگاری تمام تر آپ a کی اور آپ a کے ایک ایک نقشِ پا کی پیروی اور متابعت میں ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ آپ a کی حیات طیبہ مسلمانوں کی نگاہ میں ہو۔ اس لیے ایسے جلسوں کا انعقاد جس میں سیرتِ نبوی a کا ذکر ہو، بے شک جائز بلکہ بہتر ہے۔

لیکن افسوس کہ ہمارے زمانہ میں اس کے ساتھ متعدد ایسی چیزیں شریک کر دی گئی ہیں جس نے اس کی حقیقی افادیت کو بھی ضائع کر دیا ہے اور بدعات کے زمرہ میں لا کھڑا کیا ہے۔

ان میں پہلی چیز:

یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کی تعیین کرتے ہیں۔

دوسری چیز:

۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔

تیسری چیز:

محفل میلاد میں قیام کو ضروری سمجھتے ہیں۔

چوتھی چیز:

اس دن جلوس نکالتے ہیں۔

پانچویں چیز:

اس دن عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں بریلوی حضرات کی کتب میں موجود ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوں کے مسند عالم دین جناب مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقعہ پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شرینی تقسیم کرنا، غرضیکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ (۱)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

عیسیٰ k نے دعا کی تھی ”رَبَّنَا اَنزِلُ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا“

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح k نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور k کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ (۲)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد شریف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں سے ثابت ہے۔ (۳)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد نسبت ملائکہ بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام

---

(۱) (جاء الحق، حصہ اول، بحث محفل میلاد شریف، ص ۲۳۱، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، مفتی احمد یار خان روڈ گجرات)

(۲) (جاء الحق بحث محفل میلاد ص ۲۳۱)

(۳) (جاء الحق بحث محفل میلاد ص ۲۳۱)

ہے۔ اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔ (۱)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے۔ (۲)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

لہٰذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔ (۳)

مولانا عبدالسمیع رام پوری انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کے ص۵۰۴ سطر ۲۰ پر ایک سرخی قائم کرتے ہیں: نقل مواہیر علماء عرب: پھر ص۵۰۶ سطر ۶ نمبر ۵ میں ایک عبارت محمد بن یحیٰی کی اپنی تائید میں نقل کی ہے، اس میں ہے:

یحب القیام عند ذکر ولادته صلی الله علیه وسلم

آنحضرت a کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہوا واجب ہے۔

ناظرین آپ نے بریلوی علماء کے میلاد اور قیام میلاد کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ اب ہم اس کی اصل حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

مجلس میلاد کا بانی

یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بل اربل المتوفٰی ۶۳۰ھ

---

(۱) (جاء الحق بحث محفل میلاد ص۲۳۳)

(۲) (جاء الحق بحث محفل میلاد ص۲۵۲)

(۳) (جاء الحق بحث محفل میلاد ص۲۵۲)

کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پروا بادشاہ تھا۔ (۱)

بریلوی مسلک کے عالم مولانا عبدالسمیع لکھتے ہیں:

جس وقت ملک ابوسعید مظفر نے محفل مولد شریف کا سامان کیا اور مفتیان دین میں اس مسئلہ کا ۶۰۴ھ میں اعلان کیا۔ (۲)

مولانا عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں:

لیکن یہ سامان فرحت وسرور کرنا اور اس کو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیّن کے ساتھ شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں۔ (۳)

مولانا عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں:

اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولد شریف تخصیص وتعیّن کے ساتھ ربیع الاول میں کیا غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی محفل کیا کرتا تھا۔ (۴)

علامہ ذہبی e المتوفٰی ۷۴۸ھ نقل کرتے ہیں:

وہ ہر سال میلاد (جناب نبی کریم a) پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔ (۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی e شافعی نقل کرتے ہیں:

---

(۱) (دیکھیے ابن خلکان وغیرہ)

(۲) (انوارِ ساطعه ص۳۲۴، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

(۳) (انوار ساطعه ص۲۶۷)

(۴) (انوار ساطعه ص۲۶۷)

(۵) (دول الاسلام ج۲ص۱۰۳)

وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا۔ بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پروا اور سست تھا۔(۱)

نیز حافظ موصوف نقل کرتے ہیں کہ

علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔(۲)

میلاد پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والا

جس دنیا پرست مولوی نے اس جشن کے دلدادہ بادشاہ کے لیے محفل میلاد کے جواز پر مواد اکٹھا کیا تھا اس کا نام عمر بن دحیہ **ابو الخطاب** (المتوفٰی ۶۳۳ھ) تھا جس کو اس کتاب کے صلے میں صاحب اربل اور مسرف بادشاہ نے ایک ہزار پونڈ انعام دیا تھا۔(۳)

عمر بن دحیہ کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

یہ جھوٹا شخص تھا لوگوں نے اس کی روایت پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کی بہت زیادہ تذلیل کی تھی۔(۴)

بارہ وفات ختم کرا کے اس کی جگہ عید میلاد النبی a جاری کرانے والا شخص

عید میلاد النبی کا بانی:

عیسائی ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ k کا دن مناتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے نبی a کا ۱۲ ربیع الاول کو یوم وفات منانا شروع کیا اور یہ دن ۱۲ وفات کے نام سے مشہور ہو گیا۔

---

(۱) (لسان المیزان ج۴ص۲۹۶)

(۲) (لسان المیزان ج۴ص۲۹۵)

(۳) (دول الاسلام ص۱۰۴ از ذہبی)

(۴) (البدایہ والنہایہ ج۱۳ص۱۴۵)

پہلے ۱۲ ربیع الاول کا دن ۱۲ وفات کے نام سے منایا جاتا تھا۔ بعد میں بریلوی مولویوں کی انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ لاہور کے زیرِاہتمام پیر سید جماعت علی شاہ مولوی محمد بخش مسلم اور خاص کر پروفیسر مولانا نور بخش توکلی ایم اے اور دیگر بریلوی علماء نے قرارداد کے ذریعے گورنمنٹ کے کاغذات میں سے ۱۲ وفات ختم کرا کر اس کی جگہ عید میلاد النبی a منظور کرایا۔

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مولانا محمد عبدالحکیم شریف قادری علامہ محمد نور بخش توکلی کے متعلق لکھتے ہیں:

مولانا مرحوم سرورِ دو عالم a کی صحبت سے سرشار تھے۔ آپ ہی کی مساعئ جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی a کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔ (۱)

عید میلاد النبی a کے جلوس کا بانی میاں فیروز الدین احمد تھا:

سب سے پہلے ۱۲ ربیع الاول کا جلوس لاہور میں سن ۱۹۳۴ء/ ۱۹۳۵ء میں موچی دروازہ سے نکالا گیا۔ جلوس نکالنے کی اجازت کا لائسنس انگریزوں کے گورنر سے حاصل کیا گیا۔

بریلویوں کے ایک وفد جس میں خلیفہ شجاع الدین، محمد الدین، بیرسٹر چوہدری فتح محمد، محمد فیاض اور میاں فیرور الدین احمد انگریز گورنر سے ملے۔ انگریز گورنر نے میاں فیروز الدین احمد کے نام جلوس کا لائسنس و اجازت نامہ جاری کیا۔

عملی طور پر جلوس کی قیادت انجمن فرزندان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی۔

بعض بریلوی مؤرخ جلوس کا بانی الحاج عنایت اللہ قادری کو بناتے ہیں جیسا کہ ان کی وفات پر روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۲۱ جنوری ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے:

---

(۱) (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۵۵۹، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

عید میلاد النبی جلوس کے بانی عنایت اللہ قادری لاہور میں انتقال کر گئے۔ رسم قل کل ہوگی۔

ہماری طرف سے بانی کوئی بھی ہو ہم نے تو صرف ناظرین کو یہ بتانا ہے کہ یہ جلوس نکالنا عبادت نہیں ہے بعد کی ایجاد ہے۔

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

پہلے مسلمان صرف محافل کا انعقاد اور صدقہ خیرات کیا کرتے تھے بعد میں اہل صحبت نے اس خوشی میں جلوس نکالنا شروع کیا۔ (۱)

مروجہ محفل میلاد

مفسرین، محدثین، فقہاء اور علمائے امت کی نظر میں

جب سے یہ محفل میلاد شروع ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک علماء کی دو رائے رہی ہیں۔ بعض صرف جواز کے قائل تھے اور بعض بدعت کہتے تھے۔ بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے ان اضافوں کی وجہ سے حکم بھی بدلتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر طبقہ کے علماء نے اس محفل میلاد کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱......امام ابو اسحاق شاطبی نے بدعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

كالذكر بهيئة الاجتماع علىٰ صوت واحد واتخاذ يوم ولادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدًا. (۲)

جیسے کہ ہم آواز ہو کر اجتماعی طور پر ذکر کرنا اور آپ a کے یوم پیدائش کو عید کے طور پر منانا۔

---

(۱) (شرح مسلم ج ۳ ص ۱۲۰)

(۲) (الاعتصام ج ۱ ص ۳۹)

۲......علامہ تاج الدین فاکہانی کا مسلک اوران کا قول معروف ہے کہ

لاجائز ان یکون عمل المولد مباحًا لان الابتداع فی الدین لیس مباحا باجماع المسلمین. (۱)

ممکن نہیں ہے کہ عمل میلاد درست اور مباح ہو۔ اس لیے کہ دین میں کسی نئی بات کا اضافہ بالاجماع مباح نہیں ہے۔

۳......ابن امیر الحاج فرماتے ہیں:

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد وقد احتوی ذٰلک علٰی بدع ومحرمات(۲)

اور من جملہ من گھڑت بدعات کے ایک بدعت جس کو وہ بہت بڑی عبادت اور شعائر اسلام کا اظہار تصور کرتے ہیں وہ ہے جو ربیع الاول کے مہینہ میں میلاد کے سلسلہ میں کیا کرتے ہیں اور یہ میلاد مختلف بدعات اور حرام چیزوں کو شامل ہے۔

۴......حافظ ابوالحسن علی بن فضل مالکی فرماتے ہیں:

بلاشبہ یہ محفل میلاد سلف صالحین سے منقول نہیں بلکہ بعد کے برے زمانے میں ایجاد ہوئی۔ (۳)

۵......شیخ عبدالرحمٰن مغربی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

محفل میلاد منعقد کرنا بدعت ہے رسول اللہ a اور خلفائے راشدین اور ائمہ نے نہ

---

(۱) (بحوالہ مجموعہ الفتاویٰ)

(۲) (المدخل ج ۱ ص ۷۵)

(۳) (جامع الفضائل بحوالہ تاریخ میلاد ص ۸۶)

تو ایسا کیا اور نہ ایسا کرنے کو فرمایا۔ (۱)

۶......امام نصیر الدین شافعی نے فرمایا میلاد نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ سلف سے ایسا منقول نہیں بلکہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے۔ (۲)

۷......علامہ حسن بن علی کتاب طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں جاہل صوفیوں نے ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد نکالی ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں بلکہ وہ بدعت سیئہ ہے۔ (۳)

۸......قاضی شہاب الدین حنفی تحفۃ القضاۃ میں لکھتے ہیں:

یہ جو جاہل لوگ ہر سال ماہِ ربیع الاول میں میلاد کرتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ (۴)

۹......علامہ احمد بن محمد مصری مالکی قول معتمد میں لکھتے ہیں:

چاروں مذاہب کے علماء اس محفل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔ (۵)

۱۰......حافظ ابوبکر بغدادی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

میلاد کا عمل سلف صالحین سے منقول نہیں جو کام سلف نہ کیا ہو اس میں کوئی خوبی نہیں۔ (۶)

---

(۱) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۷)

(۲) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۷)

(۳) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۸)

(۴) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۷)

(۵) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۸)

(۶) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۸)

۱۱...... فتاویٰ ذخیرہ السالکین میں ہے جس کو میلاد کہا جاتا ہے وہ بدعت ہے کیوں کہ آنحضرت a نے ایسا کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا اور نہ ہی خلفاء n ، ائمہ f نے فرمایا نہ ہی خود ایسا کی ۔ (۱)

۱۲...... علامہ تاج الدین فاکہانی جو اجلہ فقہاء میں سے ہیں انہوں نے اپنے رسالے میں لکھا ہے:

اس محفل میلاد کے لیے کوئی دلیل مجھے کتاب وسنت سے نہیں ملی اور نہ ہی سلف کے پیروکار ائمہ دین سے اس کا کوئی ثبوت منقول ہے بلکہ یہ ایسی بدعت ہے جو جھوٹے اور نفس پرست لوگوں نے کھانے پینے کی غرض سے نکالی ہے ۔ (۲)

۱۳...... حضرت مجدد الف ثانی e فرماتے ہیں:

میرے محترم! میں سمجھتا ہوں جب تک اس قسم کی محفل میلاد کا دروازہ بند نہ کیا جائے ہوس پرست باز نہیں آئیں گے ۔ (۳)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں ۔

(۱) اَلْجُنَّۃُ لِاَھْلِ السُّنَّۃِ مصنف مولانا محمد عبدالغنی خان صاحب

(۲) تاریخ میلاد، مولانا عبدالشکور مرزاپوری

(۳) تحفہ میلاد اقبال رنگوئی

(۴) مروجہ محفل میلاد قاری عبدالرشید

---

(۱) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۸)

(۲) (بحوالہ الجنہ ص ۱۷۶)

(۳) (مکتوبات، ج ۱ حصہ ۵ ص ۲۲ مکتوب نمبر ۲۷۳)

(۲) قبروں پر قبہ (گنبد) بنانا

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے۔ لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لیے اس کے آس پاس سایہ کے لیے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے۔ (۱)

جب کہ رسول اللہ a نے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر l فرماتے ہیں:

رسول اللہ a نے قبر کو پختہ بنانے اور قبر پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (۲)

اب فقہ حنفی کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

۱......خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۶ میں ہے:

فان کتب علیہ شیء او وضع الاحجار فلا بأس به عند البعض ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیه بناء.

قبر پر کچھ لکھنے یا پتھر لگانے میں بعضوں کے نزدیک مضائقہ نہیں، البتہ قبر پختہ نہ بنائی جائے، نہ اس کو مٹی سے لیپا جائے اور نہ اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔

۲......فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۰ میں ہے:

---

(۱) (جاء الحق ص ۲۸۲)

(۲) (مسلم کتاب الجنائز)

ولو اتخذ كاشانه ليدفن فيها موتى كثيرة يكره ايضًا لان البناء على المقابر يكره.

اگر کاشانہ بنایا کہ اس میں بہت سے مردے دفن کیے جائیں تو یہ بھی مکروہ ہے۔ اس لیے کہ قبر پر تعمیر مکروہ ہے۔

۳......مراقی الفلاح میں ہے:

يكره الدفن فى الاماكن التى تسمى الفساقى وهى كبيت متعدد بالبناء.

ایسی جگہوں میں دفن کرنا مکروہ ہے جن کو ’’فساقی‘‘ کہتے ہیں اور وہ متعدد گھروں کے حکم میں ہے۔ تعمیر کی وجہ سے۔

۴......اس کی شرح میں ہے:

علامہ طحطاوی نے اس ممانعت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

الرابع تجصيصها والبناء عليها الخ

چوتھی وجہ اس کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا ہے۔(۱)

۵......امام محمد e فرماتے ہیں کہ

ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔ اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔(۲)

۶......فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما بنائی جائے چوکور نہیں۔ اسے پختہ نہ کیا جائے۔ البتہ

---

(۱) (طحطاوی شرح مراقی الفلاح ص۳۵۷)

(۲) (کتاب الآثار ص۴۹ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مکروہ ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے۔ (۱)

(۳) قبروں پر چادریں ڈالنا

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

چادریں ڈالنا اولیاء، علماء، صلحا کی قبور پر جائز ہے۔ (۲)

مزید لکھتے ہیں:

ان کی (یعنی اولیاء اللہ کی) قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہٰذا جائز ہے۔ (۳)

مزید لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ (۴)

مزید لکھتے ہیں:

احترام اولیاء کے لیے ان کی قبور پر بھی غلاف ڈالنا مستحب ہے۔ (۵)

جب کہ حدیث میں ممانعت موجود ہے۔ حضرت عائشہ m بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم a نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائیں۔ (٦)

---

(۱) (فتاویٰ عالم گیری ج ا ص ١٦٦ مطبع امیریہ بولاق مصر ١٣١٠ھ)

(۲) (جاء الحق ص ٢٩٦)

(۳) (جاء الحق ص ٢٩٧)

(۴) (جاء الحق ص ٢٩٩)

(۵) (جاء الحق ص ٢٩٩)

(٦) (مسلم ص ٢٠٠ ج ٢)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی e کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۴ پر ہے:

واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغها و ملبوس ساختن قبور بدعت شنیعه اند

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی e لکھتے ہیں:

یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعات، شنیعہ میں سے ہے اور ایسی مجالس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔ (۱)

فتاویٰ شامی میں ہے:

کره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علیٰ قبر الصالحین والاولیاء قال فی فتاوٰی الحجة وتکره الستور علی القبور. (۲)

فقہاء نے صالحین اور بزرگوں کی قبروں پر کپڑے، عمامے اور چادر چڑھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ فتاویٰ حجہ میں بھی قبروں پر چادر چڑھانے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

قاضی ابراہیم حنفی نے ”مجالس الابرار“ ص ۱۱۸، میں ان امور کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کے تمام ائمہ کے یہاں بالاتفاق ناجائز ہیں لکھا ہے:

تعلیق الستور علیها

”ان پر چادریں چڑھانا“

---

(۱) (فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص ۱۴)

(۲) (رد المحتار ۲۳۲/۵)

(۴) قبروں پر چراغ جلانا

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لیے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ (۱)

جب کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عباس o سے روایت ہے کہ رسول اللہ a نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ (۲)

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائی جائیں:

تفسیر مظہری میں ہے:

”لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السروج الیها ومن اجتماع بعد الحول کالعیاد ویسمونه عرسًا“ (۳)

”جہلاء اولیاء وشہداء کی قبروں پر جو سجدہ وطواف، چراغاں اور سالانہ عرس وغیرہ کرتے ہیں وہ جائز نہیں۔“

---

(۱) (جاء الحق ص ۳۰۰)

(۲) (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

(۳) (تفسیر مظہری، ج ۲ ص ٦٥٠)

قبروں پر چراغ جلانے اور چراغاں کرنے کی بابت فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

”وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاهلية والباطل والغرور(۱)

”قبروں پر آگ روشن کرنا جاہلانہ رسوم اور باطل طریقوں میں سے ہے۔“

مزید لکھا ہے:

واخراج الشموع الیٰ رأس القبور فی اللیالی الاولیٰ بدعة“(۲)

”ابتدائی راتوں میں قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے۔“

ملا علی قاری قبروں پر چراغاں کیے جانے کی ممانعت کی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”النهی عن اتخاذ السرج اما لما فيه من تضييع المال لانه لا نفع لاجد من السراج ولانها من اٰثار جهنم واما للاحتراز عن تعظيم القبور كالنهی عن اتخاذ القبور ومساجد.“ (۳)

قبروں پر چراغاں چلانے کی ممانعت، سو وہ اس لیے کہ اس میں تضییع مال ہے کیوں کہ اس چراغ سے کوئی فائدہ نہیں اور اس لیے کہ یہ دوزخ کے آثار میں سے ہے اور اس لیے کہ قبروں کی ایسی تعظیم سے بچا جائے جیسا کہ قبروں کو مسجد بنائے جانے سے منع کیا گیا ہے۔

(۵) قبروں پر پھول ڈالنا

بریلوی مسلک کے مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

---

(۱) (ج ۱ ص ۸۶)

(۲) (فتاویٰ عالمگیری ۴/۱۱۰)

(۳) (مرقات ج ۱ ص ۴۷۰)

”علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ وہ ولی اللہ ہو یا گنہگار“(۱)

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لیے وہ تسبیح وتہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔(۲)

مفتی صاحب کے استاذ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تو اس مسئلہ پر پورا رسالہ فرائدالنور کے نام سے لکھا ہے۔

(۶) قبروں پر ہر سال عرس کرنا

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

بحث عرس بزرگان، اس کے بعد پھر ایک سرخی قائم کرتے ہیں پہلا باب ثبوت عرس میں۔(۳)

آگے لکھتے ہیں:

عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا۔(۴)

جب کہ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

---

(۱) (جاء الحق ص۲۹۶)

(۲) (جاء الحق ص۲۹۷)

(۳) (جاء الحق ص۳۲۱)

(۴) (جاء الحق ص۳۲۲)

آنحضرت a نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ (۱)

اس حدیث کی شرح میں شاہ اللہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ آپ a نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیوں کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے حضرات انبیاء کرام j کی قبروں کو حج کی طرح عید اور موسم بنا دیا تھا۔ (۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

کہ جاہل لوگ حضرات اولیاء و شہداء کے مزارات کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ان کی طرف سجدے کرنا اور ہر سال میلوں کی طرح ان پر جمع ہونا جس کا نام عرس ہے۔ (۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بڑی بدعتوں میں سے یہ ہے کہ لوگوں نے قبور کے بارے میں بہت کچھ اختراع کیا ہے اور قبروں کو میلہ گاہ بنا لیا ہے۔ (۴)

شاہ اسحاق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (۵)

---

(۱) (مسند احمد ص ۳۶۷ ج ۳، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۸۶)

(۲) (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱/۲۲)

(۳) (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۵)

(۴) (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۶۴)

(۵) (مسائل اربعین ص ۳۸)

(۷) تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی کرنا

یہ لوگ کسی کے مرنے کے بعد بہت سے بدعتیں کرتے ہیں جو مرنے کے بعد سال ہا سال جاری رہتی ہیں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

بحث فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان۔ (۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔ (۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

تیجہ و چہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ (۳)

موت کے بعد ''سوم'' اور ''چہلم'' کا رواج جو ہمارے ملک میں ہے اور جس میں اکثر اوقات ان لوگوں کی شرکت بھی ہو جاتی ہے جن کو اہل دین وتقویٰ سمجھا جاتا ہے، بالکل غیر شرعی اور خلافِ کتاب وسنت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام کذا فی التاتار خانیه'' (۴)

موت کے تیسرے دن ضیافت کا اہتمام جائز نہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

(۱) (جاء الحق ص ۲۶۰)

(۲) (جاء الحق ص ۲۶۱)

(۳) (جاء الحق ص ۲۶۲)

(۴) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۶)

”قرر اصحاب المذهب انه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع“ (۱)

اصحاب مذہب نے ثابت کیا ہے کہ پہلے، تیسرے دن اور ایک ہفتہ کے بعد ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے۔

اسی طرح تعزیت کی ایسی مجلسیں جس میں آنے والوں کے لیے کھانے کا اہتمام بھی ہو، کراہت سے خالی نہیں۔ حضرت جعفر I کی وفات کے موقع سے آپ a نے ان کے اہل خانہ کے لیے کھانا بنوایا، اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

”واصطناع اهل البيت له لاجل اجتماع الناس عليه بدعة مكروهة بل صح عن جويرية كنا نعده من النياحة و هو ظاهر فى التحريم قال الغزالى ويكره الاكل منه وهٰذا اذا لم يكن من مال اليتيم او الغائب و الا فهو حرام بخلاف. (۲)

میت کے اہل خانہ کا لوگوں کے اجتماع کے لیے کھانا بنانا مکروہ بدعت ہے، بلکہ صحیح طور پر ثابت ہے (یعنی صحابہ کرام n سے وہ فرماتے ہیں) کہ ہم لوگ ایسا نوحہ کرنے والوں کے لیے (جاہلیت) میں کیا کرتے تھے اور اس کا حرام ہونا ظاہر ہے، امام غزالی نے کہا ہے کہ اگر یتیم یا کسی غیر موجود وارث کا مال اس میں شریک نہ ہو تو اس دعوت میں کھانا مکروہ ورنہ حرام ہے۔

مشہور حنفی فقیہ علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں:

”ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل

---

(۱) (مرقات ج۵ ص۴۸۳)

(۲) (مرقاة المفاتيح ۲/۳۹۳)

الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقرأة والقراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأة سورة الانعام والاخلاص." (۱)

پہلے دن، تیسرے دن اور ایک ہفتہ پر کھانا بنانا، قبر پر خصوصی، مواقع پر کھانے کا لے جانا، قرآن خوانی کے لیے دعوت کا اہتمام کرنا، صالحین اور حفاظ وقراء کو ختم قرآن کے لیے جمع کرنا یا سورہ انعام اور سورہ اخلاص پڑھنے کے لیے جمع کرنا مکروہ ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

"وتکره ضیافة من اهل البیت لانها شرعت فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة." (۲)

اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے اس لیے کہ یہ موقع خوشی کے لیے ہے نہ کہ مواقعِ غم کے لیے اور یہ بدترین بدعت ہے۔

(۸) اذان میں انگوٹھے چومنا

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان۔ (۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جب مؤذن کہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ" تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ اس میں دنیاوی و دینی بہت فائدے ہیں۔ (۴)

---

(۱) (کبیری: ۵۶۵)

(۲) (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۳۹)

(۳) (جاء الحق ص ۳۹۴)

(۴) (جاء الحق ص ۳۹۴)

اس بارے میں بریلویوں کی طرف سے جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ سب سخت قسم کی ضعیف یا موضوع ہیں۔

امام زرقانی کا بیان ہے:

”مسح العینین بباطن اعلی السبابتین بعد تقبیلها عند قول المؤذن اشهد ان محمدًا رسول الله لا یصح“ (۱)

شہادت کی انگلیوں کے بالائی حصہ کا بوسہ لے کر مؤذن کے ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ کہنے کے وقت آنکھوں پر پھیرنا درست نہیں ہے۔

یہی رائے سخاوی، ابن ربیع، غرس الدین خلیلی جیسے بلند پایہ ناقدین کی ہے۔ (۲)

(۹) ایصال ثواب کے لیے جو کھانا دیا جاتا ہے اس پر مخصوص طریقہ سے ختم پڑھنا

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصالِ ثواب بھی دعا ہے لہٰذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔ (۳)

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برابر روٹیاں

---

(۱) (مختصر المقاصد الحسنه ص ۱۸۲)

(۲) (ملاحظہ ہو سخاوی کی ”المقاصد الحسنہ ص۳۸۲“ ابن ربیع کی ”تمیز الطیب ۱۵“ اور غرس الدین کی ”کشف الالتباس ۱/۳۰۶)

(۳) (جاء الحق ص ۲۶۲)

خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ (۱)

حالانکہ کھانے پر جو مروجہ فاتحہ دی جاتی ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ صریح بدعت ہے۔ شریعت نے اصول متعین کر دیا ہے کہ جو ذبیحے ہوں ان پر ذبح کے وقت "**بسم اللہ اکبر**" کہا جائے اور دوسرے کھانے پر مسنون ہے کہ کھانے سے پہلے "**بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ**" اور کھانے کی تکمیل پر کلمہ "**الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین**" کہا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی ذکر نہیں جو آپ a سے منقول ہو۔

اس مروجہ فاتحہ یعنی ختم کا کہیں کوئی ذکر ہے؟ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے؟ ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا دینا ہو تو اس پر فاتحہ کی ضرورت نہیں کہ وہ صدقہ کے حکم میں ہے اور صدقات کی جتنی صورتیں شریعت میں ہیں یعنی زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ جس کا مقصود صدقہ کرنے والے کا اپنے آپ کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے ان میں کہیں یہ حکم نہیں کہ سامنے رکھ کر کچھ مخصوص آیات پڑھ کر فاتحہ دی جائے تب ہی زکوٰۃ وصدقہ قبول ہوگا ورنہ نہیں یا کم از کم از راہِ استحباب ہی اس پر فاتحہ دینے کا حکم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان چیزوں پر کوئی فاتحہ نہیں دیتا۔

فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ سورہ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا طعام پر پڑھنا بدعت ہے۔ (۲)

(۱۰) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا

بریلوی عالم مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

---

(۱) (جاء الحق ص ۲۶۲)

(۲) (بحوالہ الجنہ ص ۱۵۵)

پہلا باب دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں۔ (۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔ (۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ دعائے مغفرت جائز ہے۔ (۳)

حالانکہ فقہائے احناف جنازہ کے بعد دعا کو منع کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث سے جنازہ کے بعد یہ مخصوص دعا ثابت نہیں ہے، اسی طرح نمازِ جنازہ سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت یا اس کے بعد مروجہ طور پر تلاوت اور دعا بھی شرعاً ثابت نہیں ہے۔

صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

”لا یقوم بالدعاء فی قرآۃ القرا الجنازۃ و لا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القراٰن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلھا“ (۴)

نمازِ جنازہ کے بعد پھر دعا کے لیے نہ کھڑا ہو اور نہ نمازِ جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد قرأت قرآن کے ساتھ دعا کی جائے۔

علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

”کرہ ان یقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ ویدعو للمیت ویرفع صوتہٗ“ (۵)

---

(۱) (جاء الحق ص۲۷۴)

(۲) (جاء الحق ص۲۷۷)

(۳) (جاء الحق ص۲۷۵)

(۴) (خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۱ ص ۲۲۵)

(۵) (البحر الرائق ۳۱۹/۵)

لوگ نماز جنازہ کے لیے جمع ہوں تو اس موقع پر ایک شخص کا کھڑا ہو کر زور زور سے با آواز بلند دعا کرنا مکروہ ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

”و لا یدعو للمیت بعد صلٰوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلٰوۃ الجنازۃ“ (۱)

نمازِ جنازہ کے بعد مردہ کے لیے الگ دعا نہ کرے کہ اس سے نماز جنازہ میں اضافہ کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

ہاں البتہ تدفین کے بعد قبر پر کچھ دیر تک ٹھہرنا، تلاوت کرنا اور مردہ کے لیے دعا کرنا درست ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا یتلون القراٰن ویدعون للمیت.“ (۲)

تدفین کے بعد اونٹ کے ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بقدر قبر پر لوگوں کا بیٹھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) جنازہ لے جاتے وقت جنازہ کے ساتھ ساتھ ذکر بالجہر ونعت خوانی وغیرہ کرنا

مفتی صاحب احمد یار نعیمی گجراتی بریلوی لکھتے ہیں:

---

(۱) (مرقات ۲/ ۲۱۹)

(۲) (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۸۵)

باب جنازہ کے آگے کلمہ طیبّ یا نعت خوانی کا ثبوت۔(۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح وتہلیل یا درود شریف یا نعت شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت وحاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ و اقوال فقہاء شاہد ہیں۔(۲)

لیکن فقہاء احناف اس کو پسند نہیں کرتے ملاحظہ فرمائیں:

فقہا فرماتے ہیں:

خاموشی کے ساتھ جنازہ میں شریک رہے اور اپنے ذہن میں موت اور آخرت کا استحضار کرے، اگر کچھ ذکر کرنا چاہے تو آہستہ آہستہ کرے، بلند آواز سے نہ اذکار پڑھے نہ قرآن مجید کی تلاوت کرے بلکہ بقول طحطاوی کے جو اس کیفیت سے روکنے پر قادر ہو اس کے لیے اس پر خاموشی اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو:

امام طحطاوی نقل کرتے ہیں:

"ویستحب لمن تبع الجنازة ان یکون مشغولاً بذکر اللہ ای اسرًا والتفکر فی ما یلقاہ المیت وان ھذا عاقبة اھل الدنیا ولیحذر عمالا فائدة فیہ من الکلام وان ھذا وقت ذکر وموعظة فتصبح فیہ الفضلة فان لم یذکر اللہ تعالیٰ فلیلزم الصمت ولا یرفع صوتہ بالقرأة ولا بالذکر ولا یغتر بکثرة من یفعل ذالک واما ما یفعل الجھال فی القرأة علی الجنازة من رفع الصوت والتمطیط فیہ فلا یجوز بالاجماع ولا یسع احدًا یقدر علی انکارہ ان

---

(۱) (جاء الحق ص ۴۰۴)

(۲) (جاء الحق ص ۴۰۴)

یسکت عنه ولا ینکر علیه‘‘ (۱)

جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور میت کو پیش آنے والے اور اہل دنیا کے انجام پر غور کرتا رہے اور بے فائدہ باتوں سے بچتا رہے کہ یہ پند وموعظت کا وقت ہے جس میں بڑے بڑوں کا حال بگڑ جاتا ہے۔ پس اگر اللہ کا ذکر نہ کرے تو خاموش رہے اور ذکر وقرأت میں آواز بلند نہ کرے اور ایسا کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائے، جنازہ پر بآواز بلند پڑھنے کا جو عمل جہال کرتے ہیں یہ بالاجماع جائز نہیں، اور نہ کسی ایسے شخص کے لیے جو اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے پر قادر ہو اس پر خاموش رہنا اور اظہارِ ناپسندیدگی سے گریز کرنا جائز ہے۔

یہی بات علامہ شامی نے بھی لکھی ہے، درمختار کی عبارت کہ جنازہ میں بلند آواز سے تلاوت اور ذکر مکروہ ہے ’’**وکرہ فیھا رفع الصوت بذکر او قرأۃ**‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے ’’البحر الرائق‘‘ سے نقل کرتے ہیں:

’’**وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیه عن الظھیرۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسهٖ لقولهٖ تعالٰی انه لا یحب المعتدین ای المجاھرین بالدعاء.**‘‘ (۲)

جنازہ کے پیچھے چلنے والے کے لیے مناسب ہے کہ طویل خاموشی اختیار کرے اور اس میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے اس ارشادِ خداوندی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی زور زور سے دعا کرنے والوں کو۔

---

(۱) (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۳)

(۲) (رد المحتار باب الجنائز ج ۱ ص......)

پس ہمارے زمانہ میں جنازہ کے ساتھ گزرتے ہوئے باآواز بلند بلکہ راگ کے ساتھ ذکر و تسبیح کا جو رواج پڑ گیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۱۲) دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ (۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب اذان قبر کے ثبوت میں (۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے۔ (۳)

لیکن فقہائے احناف منع کرتے ہیں کیوں کہ اذان ایک عبادت ہے اور اسی موقع پر دی جا سکتی ہے جہاں سنت سے ثابت ہو۔ اسی لیے جنازہ، عیدین اور نوافل وغیرہ کے لیے بالاتفاق اذان نہیں دی جا سکتی کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ موت کے بعد اگر اذان دی جاتی تو جنازہ کی نماز کے لیے دی جاتی مگر ایسا نہیں کیا جاتا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

پس چونکہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت بھی اذان دینی کسی وزنی دلیل سے ثابت نہیں اس لیے یہ عمل بھی بدعت ہوگا۔

---

(۱) (جاءالحق ص ۳۱۰)

(۲) (جاءالحق ص ۳۱۱)

(۳) (جاءالحق ص ۳۱۱)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

”لا یسن الاذان عند ادخال المیت“

میت کو قبر میں داخل کرنے کے وقت اذان (کہنا جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے) مسنون نہیں ہے۔

علامہ شامی حافظ ابن حجر شافعی کا فتویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قد صرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعة“(۱)

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ یہ بدعت ہے۔

(۱۳) قبروں کی زیارت کے لیے عرس کے موقعہ پر اور دیگر اوقات میں دور دراز سے سفر کر کے آنا

بریلوی مسلک کے حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

بحث نمبر ۱۷ زیارت قبور کے لیے سفر کرنا۔ پھر آگے لکھتے ہیں: عرس بزرگان اور زیارت قبور کے لیے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے۔(۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب سفر عرس کے ثبوت میں (۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

غرضیکہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام

---

(۱) (رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۹)

(۲) (جاء الحق ص ۳۳۰)

(۳) (جاء الحق ص ۳۳۰)

ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے۔ لہٰذا اس کے لیے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا۔ (۱)

جب کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث **لا تشد الرحال الا الی ثلاثة** کے تحت لکھتے ہیں:

حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی عبادت کا محل اور طور سب کے سب اس نہی میں برابر ہیں۔ (۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

کہ جو شخص اجمیر میں حضرت خواجہ (معین الدین) چشتی کی قبر پر یا حضرت سالار مسعود غازی کی قبر یا ان کی مانند کسی اور قبر پر اس لیے گیا کہ وہاں کوئی حاجت طلب کرے تو اس نے ایسا گناہ کیا جو قتل اور زنا سے بھی بدترین گناہ ہے۔ (۳)

(۱۴) کفن کے اوپر کلمہ یا عہد نامہ وغیرہ لکھنا یعنی کفنی یا الفی لکھنا

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

پہلا باب کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں (۴)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

لہٰذا میت کے لیے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جاوے۔ (۵)

---

(۱) (جاء الحق ص ۳۳۰)

(۲) (حجة اللہ البالغہ ج ا ص ۱۹۲)

(۳) (تفہیمات الٰہیہ ج ۲/ ۴۵)

(۴) (جاء الحق ص ۳۳۶)

(۵) (جاء الحق ص ۳۴۱)

مگر یہ کفن پر لکھنا نہ قرآن سے ثابت نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب سے ثابت بلکہ فقہاء نے تو اس سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار شرح درمختار میں کفن پر لکھنے سے منع کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

یعنی ابن صلاح نے کفن پر سورہ کہف اور یٰسین لکھنے کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے کیوں کہ میت کی پیپ سے کفن ناپاک ہو جائے گا اور قرآن مجید کی توہین ہوگی اور یہ کہتے ہیں (مبتدعین) کہ لکھ لینا چاہیے یہ بات مردود ہے کیوں کہ نبی a سے منقول نہیں ہے اور ہم پہلے باب المیاہ میں فتح القدیر سے بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے (ابن ہمام حنفی نے) دراہم، محرابوں، دیواروں پر قرآن پاک کی کتابت اور اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھنے سے منع کیا ہے اور یہ ان کا فتویٰ نہیں مگر اس خوف وخطر کی وجہ سے کہ اس سے ان کی اہانت (توہین) ہوگی اور یہاں (کفن وکفنی) پر تو بالاولیٰ منع ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں کسی مجتہد کا فتویٰ یا حدیث ثابت نہ کی جائے۔ ملخصاً (۱)

(۱۵) بلند آواز سے ذکر کرنا

بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب ذکر بالجہر کے ثبوت میں (۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے

---

(۱) (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۴۶ کتاب الجنائز)

(۲) (جاء الحق ص ۳۴۴)

ہیں۔(۱)

جب کہ فقہاء منع فرماتے ہیں۔ فتاویٰ عالم گیری ج ۴ ص ۹۲ میں لکھا ہے:

"ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالیٰ والتسبیح والتهلیل یخفون"(۲)

اگر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح وتہلیل کے لیے اکھٹے ہوں تو آہستہ پڑھیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"رفع الصوت بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیه الصلوٰة والسلام جهرًا فراح علیهم فقال عهدنا ذٰلک علیٰ عهده علیه السلام ولا اراکم الا مبتدین فما زال یذکر ذٰلک حتی اخرجهم عن المسجد"(۳)

ذکر میں آواز بلند کرنا حرام ہے، حضرت ابن مسعود ا سے ثابت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو جمع ہو کر کلمہ طیبہ اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس گئے اور فرمایا: ہم نے حضور کا زمانہ دیکھا ہے اور میرا خیال تمہارے متعلق نہیں ہے مگر یہ کہ تم بدعت گڑھنے والے ہو، حضرت ابن مسعود ا اس بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(۱۶) اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

---

(۱) (جاء الحق ص ۳۴۴)

(۲) (فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۹۰)

(۳) (فتاویٰ بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ج ۲ ص ۳۷۸)

بحث نمبر ۲۰ اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا۔ (۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب اس کے جواز کے ثبوت میں (۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

بعض لوگ جو کہ فاتح گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لیے کچھ عرصہ سے بکرے اور مرغے وغیرہ پالتے ہیں اور ان کو فربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس نیت سے پالا گیا ہے اس لیے کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔ (۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب۔ (۴)

لیکن فقہاء احناف منع کرتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

”وحیوانات را کہ نذر مشائخ مے کنندہ وبرسر قبر ھائے ایشاں رفتہ آن حیوانات را ذبح مے نمایند در روایات فقیہ ایں عمل راہ نیزد اخل شرک ساختہ اند“

---

(۱) (جاء الحق ص ۳۵۸)

(۲) (جاء الحق ص ۳۵۹)

(۳) (جاء الحق ص ۳۵۸)

(۴) (جاء الحق ص ۳۶۱)

اور یہ لوگ بزرگوں کے لیے جانوروں کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر جا کر ان بکروں اور مرغوں وغیرہ کو وہاں ذبح کرتے ہیں، فقہ کی روایات میں ان کے اس عمل کو بھی داخل شرک کیا گیا ہے۔ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

ناظرین ہم نے نمونہ کے طور پر کچھ بدعات ورسومات کا ذکر کر دیا ہے بدعات تو بہت زیادہ ہیں مگر ہم یہاں پر ان ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیوں کہ ابھی آگے بہت کچھ لکھنا ہے۔

انشاءاللہ

---

(۱) (مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۱)

پہلا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک رات گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرے میں چارپائی پر بیٹھے تھے مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے۔ آخر مجھ سے پوچھا: صاحب زادے تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ فرمایا۔ آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو۔ میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں۔ میں دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے "اللہ کرم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ کرم کرے" اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے **نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ** پس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (۱)

دوسرا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

---

(۱) (ملفوظات مکمل ۴ حصے ص ۳۸۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

حضرت سیدی موسیٰ سہاگ مشہور مجاذیب سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑھا۔ بادشاہ و قاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجیے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔

ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے، انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے، مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلئے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار کر مسجد کو ہو لیے۔ خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔ فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا۔ اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔ (۱)

تیسرا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: **اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ وَالثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ** ”پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر“ یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا

---

(۱) (ملفوظات مکمل ۴ حصے ص ۲۰۸، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا: عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے عرض کی ہاں اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی اور فرمایا عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی فلاح حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔ (۱)

چوتھا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

حافظ الحدیث سیّدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی۔ یہ نظر اول تھی۔ بلا قصد تھی۔ دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی۔ اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ آپ کے پیرومرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں احمد عالم ہو کر۔

انہیں سیّدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا: حضور اس وقت وہ سوتی تھی۔ فرمایا: سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا: کہ حضور کو کس طرح علم ہوا۔ فرمایا: جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا: ہاں ایک پلنگ خالی تھی تھا فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔ (۲)

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۲۷۵، ۲۷۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

(۲) (ملفوظات مکمل ص ۱۶۹، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

پانچواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

سیدی محمدی یمینی کے ایک صاحبزادے مادرزاد ولی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی۔ ایک شخص سے کہا لکھ فُلَانٌ فِی الْجَنَّةِ یعنی فلاں شخص جنت میں ہے۔ یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا۔ پھر فرمایا لکھ فُلَانٌ فِی النَّارِ یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا، آپ نے پھر فرمایا انہوں نے نہ لکھا آپ نے سہ بار ارشاد کیا۔ انہوں نے لکھنے سے انکار کردیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اَنْتَ فِی النَّارِ تو آگ میں ہے۔

وہ گھبرائے ان کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا اَنْتَ فِی النَّارِ کہا یا اَنْتَ فِیْ جَهَنَّمَ عرض کی انت فی النار فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میں اس کے کہے کو نہیں بدل سکتا اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی۔ عرض کی دنیا کی آگ پسند ہے۔ ان کا جل کر انتقال ہوا۔ حدیث میں آگ کے جلے ہوئے کو بھی شہید فرمایا ہے۔ (۱)

چھٹا قصہ:

مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے۔ حضرت خضر k ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ اُن مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر k غائب ہو

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۲۲۳، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔ (۱)

ساتواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دوکان پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ ایک روپیہ دے وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا: روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دوکان الٹ دوں گا۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دوکاندار سے فرمایا جلد روپیہ اسے دے ورنہ دوکان لوٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا: میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا۔ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دوکان الٹ دوں۔ (۲)

آٹھواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت سیدی اسماعیل حضرمی قدس سرہ العزیز کہ اجلہ اولیائے کرام سے ہیں۔ ایک قبرستان میں گزرے۔ امام محبّ الدین طبری کہ اکابر محدثین میں سے ہیں ہمراہ رکاب تھے۔ حضرت سیدی اسماعیل نے ان سے فرمایا: اَتُؤْمِنُ بِکَلَامِ الْمَوْتٰی کیا اس پر آپ ایمان لاتے ہیں کہ مردے زندوں سے کلام کرتے ہیں۔ عرض کی ہاں فرمایا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے **انا من حشو الجنۃ** میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں آگے چلے۔

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۱۶۴، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

(۲) (ملفوظات مکمل ص ۱۱۹، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

چالیس قبریں تھیں آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا تو بھی انہیں میں سے ہے لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی۔ حضرت یہ کیا راز ہے؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ فرمایا: ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عزت میں میں نے ان کی شفاعت کی۔ مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اور ان سے عذاب اٹھا لیا۔ ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں سے آواز آئی۔ **یَا سَیِّدِیْ اَنَا مِنْھُمْ اَنَا فُلَانَۃُ الْمُغَنِّیَۃُ** ''اے میرے آقا میں بھی تو انہیں میں ہوں فلاں ڈومنی ہوں۔''

مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آ گئی اور میں نے کہا **اَنْتِ مِنْھُمْ** تو بھی انہیں میں ہے۔ اس پر اس سے بھی عذاب اٹھا لیا گیا تو یہ حضرات سراپا رحمت ہیں جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے۔ (۱)

نواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا۔ میرا کفن ایسا خراب ہے مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔ اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا یہ میری ماں کو پہنچا دینا رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔ (۲)

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۲۰۰، ۲۰۱، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

(۲) (ملفوظات مکمل ص ۹۵، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

دسواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ العزیز کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا ہے یہ کیوں کر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے۔ (۱)

گیارہواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔ حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی ایک دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں۔ اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا۔

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۱۱۴، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا بس یہ سمجھ گئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہوسکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہوسکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔ (۱)

بارہواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھا عرض کی: میں کس طرح آؤ فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا۔ حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر! (۲)

تیرہواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

دو صاحب اولیائے کرام سے ایک دریا کے اس کنارے اور دوسرے اس پار رہتے تھے۔ ان میں ایک صاحب نے اپنے یہاں کھیر پکائی اور خادم سے کہا تھوڑی ہمارے دوست

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۳۴۲، ۳۴۳، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

(۲) (ملفوظات مکمل ص ۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

کو بھی دے آؤ۔ خادم نے عرض کی حضور راستے میں تو دریا پڑتا ہے کیوں کر پار اتروں گا۔ کشتی وغیرہ کا کوئی سامان نہیں۔ فرمایا دریا کے کنارے جا کر کہہ میں اس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس نہیں گیا۔ خادم حیران تھا کہ یہ کیا معمّہ ہے اس واسطے کہ حضرت صاحب اولاد تھے۔ بہر حال تکمیل حکم ضرور تھی۔ دریا پر گیا وہ پیغام جو ارشاد فرمایا تھا کہا۔ دریا نے فوراً راستہ دے دیا۔ اس نے پار پہنچ کر ان بزرگ کی خدمت میں کھیر پیش کی۔ انہوں نے نوش جان فرمائی اور فرمایا ہمارا اسلام اپنے آقا سے کہہ دینا۔ خادم نے عرض کی کہ سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار اتر جاؤں۔ فرمایا: دریا پر جا کر کہہ دینا میں اس کے پاس سے آتا ہوں جس نے تیس برس سے آج تک کچھ نہیں کھایا۔ خادم ششں و پنج میں تھا۔ یہ عجیب بات ہے ابھی تو میرے سامنے کھیر تناول فرمائی اور فرماتے ہیں اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا مگر بلحاظ ادب خاموش رہا دریا پر آ کر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا۔ دریا نے پھر راستہ دے دیا۔ جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی حضور یہ کیا معاملہ تھا فرمایا ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لیے نہیں ہوتا۔ (۱)

چودہواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ مزار مبارک پر آپ کی ولادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی الربانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے۔ کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کیے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہو گئی۔ یہ ہمیشہ ایک دن پہلے حاضر ہو جاتے تھے۔ اس دفعہ

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۱۰۵، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

آخر دن پہنچے جو اولیائے کرام مزار مبارک پر مراقب تھے انہوں نے فرمایا کہاں تھے دو روز سے حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا۔ انہوں نے فرمایا کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا اطلاع کیسی حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔ (۱)

پندرہواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت سیدی محمد یمینی نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ منبر پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے سوا حضرت کے کسی نے نہ دیکھا۔ آپ نے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ نماز پڑھ کر تشریف لے آئے پھر ظہر کے لیے آئے تو دیکھا کہ ایک جوان بیٹھا ہے نماز پڑھ کر چلے آئے اور اس سے کچھ نہ کہا۔ پھر عصر کے لیے گئے تو وہیں منبر پر ایک بوڑھے کو پایا اب بھی کچھ نہ پوچھا اور نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ پھر مغرب کے لیے گئے تو ایک بیل کو وہاں دیکھا۔ اب فرمایا: تو کیا ہے کہ اتنی حالتوں میں مَیں نے تجھے دیکھا ہے۔ اس نے کہا: میں وبا ہوں اگر آپ اس وقت مجھ سے کلام کرتے جب میں بچہ تھا تو یمن میں کوئی بچہ نہ رہتا اور اگر اس وقت دریافت فرماتے جب جوان تھا تو یہاں کوئی جوان نہ رہتا۔ یونہی اگر اس وقت بات کرتے جب میں بڈھا تھا تو اس شہر میں کوئی بوڑھا نہ رہتا۔ اب آپ نے اس حال میں مجھے بیل دیکھا، کلام فرمایا یمن میں کوئی بیل نہ رہے گا۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت تھی کہ آپ نے پہلی تین حالتوں میں اس سے سوال نہ

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص۲۷۴، ۲۷۵، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

کیا۔ بیلوں میں مرگ عام ہوگئی اگر اس وقت کوئی بیل اچھا بھی ذبح کیا جاتا تو گوشت ایسا خراب ہوتا کہ کوئی کھا نہ سکتا اس میں گندھک کی بو آتی۔ (۱)

ناظرین کرام ہم نے صرف نمونہ کے طور پر پندرہ قصے نقل کیے ہیں اور یہ تمام قصے مولانا احمد رضا ہی کے ہیں۔ کسی اور کے نہیں۔ اور ان پر تبصرہ بھی نہیں کیا۔ آپ خود فیصلہ کر لیں۔ اس باب کو ہم یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں۔

---

(۱) (ملفوظات مکمل ص ۲۲، ۲۳، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

حرمین شریفین

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بیت اللہ شریف اور حرم شریف نبوی کے بارے میں بریلوی تحریرات کا جائزہ

شیخوپورہ کے جناب فاروق رضوی نے ۱۴؍فروری ۱۹۷۱ء کو اپنے علماء سے ایک استفتا کیا تھا۔ لائل پور کے مولانا ابوالخلیل صاحب نے دارالافتاء جامعہ رضویہ سے اس کا جواب تحریر کیا۔ وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان سرزمین عرب میں ان لوگوں کی اقتدا میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ کیوں کہ وہاں سے آنے والوں کا کہنا یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو امام ہیں وہ کٹر قسم کے وہابی ہیں۔ وہاں کیا صورت اختیار کی جائے۔ بینوا توجروا.

(السائل یکے از عندلیبان چمن رضویہ فاروق شیخوپوری ۱۴،۲،۷۱)

الجواب

جو ان کے پیشواؤں پر فتویٰ ہے وہی ان کے ماننے والوں پر فتویٰ ہے۔ جب ان کے پاس ایمان ہی نہیں تو ایسے امام کی اپنی خود نماز نہیں ہوتی تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ باقی رہتا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اچھروی نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز فرماتے تھے بلکہ حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طیبین میں اپنی نماز علیحدہ پڑھتے رہے۔

نجدی امام کے پیچھے بالکل نماز نہیں پڑھی جس واقعہ کا عوام کو علم ہے۔

اہل سنت حجاج کرام کسی اہل سنت کے پیچھے نمازیں پڑھیں ورنہ تنہا پڑھیں۔ اکثر اہل سنت مولوی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ان کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابوالخلیل غفرلہ خادم الافتاء جامعہ رضویہ لائل پور

حرمین کے بارے میں بریلوی مذہب:

بریلوی مذہب کے لوگ حرمین شریفین کے ائمہ کرام اور وہاں کی حکومت کو مسلمان نہیں وہابی کہتے ہیں اور وہابیوں کو مرتد یقین کرتے ہیں۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ بریلوی لوگ وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ حرمین شریفین جاکر بھی وہاں کی نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں۔ (۲)

مولانا احمد رضا خاں کی کتاب احکام شریعت میں ہے:

مسئلہ: اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں۔

جواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں۔ (۳)

---

(۱) (ملفوظات حصہ نمبر ۱ ص ۸۴، احکام شریعت ص ۱۲۲)

(۲) (احکام شریعت ۲ ص ۲۲۴)

(۳) (احکام شریعت ۲ ص ۱۴۷)

یاد رہے اس وقت حرمین شریفین میں شریف مکہ کا اقتدار تھا جنہیں خاں صاحب بریلوی کافر نہ کہتے تھے کیوں کہ شریف ترکوں کے مخالف تھے مگر خاں صاحب اس امکان کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ ہوسکتا ہے اب بریلوی وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ ہے کہ وہابی کافر اور مرتد ہیں اس فتوے کی رو سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان دنوں مکہ اور مدینہ کفار کے قبضے میں ہیں۔ (معاذ اللہ) بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں:

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتداء نہیں کی۔ وہاں کے بریلوی احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز گزارتے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتدا ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔ (۱)

مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیش گوئی:

حرمین شریفین پر کافروں کے قبضے کا اعلان تو ایک طرف رہا مولانا احمد رضا خاں اپنے پیروؤں کو تو یہ بھی بتا گئے کہ آئندہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی دنیا میں کہیں حکومت نہ رہے گی مولانا احمد رضا خاں نے بتایا۔ ”شائید ۱۸۳۷ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے۔“ (۲)

خدا کرے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تمنا اور آرزو کبھی پوری نہ ہو اور حرمین شریفین ہمیشہ اسلام کی حفاظت میں رہیں۔ اس پس منظر میں آپ کعبہ شریف اور حرم نبوی کے بارے میں بریلویوں سے کیا کسی ادب واحترام کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آیئے اس بات کا

---

(۲) (مقیاس حنفیت حصہ اول ص ۱۱۲)

(۳) (ملفوظات حصہ ا ص ۱۱۲)

جائزہ لیں کہ ان کے ہاں مکہ اور مدینہ کی عظمت ورفعت کا عقیدہ کس حد تک پامال ہے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں:

بریلوی کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں:

> بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل۔(۱)

بیت اللہ کا مجرا کرنا:

مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ جب حضور اکرم a کی پیدائش ہوئی اس وقت بھی کعبہ نے آپ کے گرد طواف کیا تھا۔ طواف تو ایک طرف مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ بیت اللہ شریف اس وقت فرطِ مسرت میں مجرا کر رہا تھا۔ معاذ اللہ (مجرا کرنا معنی لغت میں ہیں باادب سلام کرنا ناچنا محفل میں ناچ کرنا وغیرہ (دیکھیے علمی اردو لغت ص ۱۳۴۷) افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کو کعبہ شریف کے لیے ایسا لفظ استعمال کرتے ہوئے کوئی حجاب نہ آیا اور اس کے لیے وہ لفظ استعمال کر گئے جو ناچ وتھیٹر کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرا کر گر گیا

اسی پر اکتفا نہیں کی خاں صاحب نے **عرش المعلّٰی** کے لیے مجرے کا لفظ استعمال کیا

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ
گرے تھے سجدے میں بزم بالا

---

(۱) (شرح دیوان فرید ص ۳)

کہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا
وہ گرد قربان ہو رہے تھے (۱)

بریلویوں کے ایک بزرگ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو شرح دیوان فرید میں ہے:

ایک شیخ نے حضرت بایزید بسطامی کو جو بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ معظّمہ جا رہے تھے۔ فرمایا کہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا ہو تو مکہ معظّمہ جاؤ اور اگر خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو۔ (۲)

کسی بزرگ یا شیخ کی عظمت بڑھاتے بڑھاتے کعبہ کی عظمت سے کھیلنے لگتا ہے بریلویوں کا دن رات کا کھیل ہے۔

علی پور سیداں کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا:

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی
اِدھر تو آؤ تو اچھا ہے اُدھر جاؤ تو اچھا ہے (۳)

پیران عظام کا ہر آستانہ عقیدت مدینہ منورہ کے تابع ہے بالمقابل نہیں کہ ادھر بھی جاؤ تو وہی بات ہے اور ادھر بھی آؤ تو وہی بات ہے ایک علی پور تو کیا کروڑوں علی پور مل کر بھی مدینہ منورہ کی برابری نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ انہوں نے اپنے پیر صاحب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا:

تیرا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرام ہے
تیری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے

---

(۱) (حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۱۲)

(۲) (شرح دیوان فرید ص ۷)

(۳) (رسالہ انوار صوفیہ ستمبر ۱۹۲۰ء ص ۹)

ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اس شعر یا مضمون کی کہیں مذمت کی ہو۔

بریلی کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا:

اللہ تعالیٰ نے عرب کو عجم پر فوقیت بخشی کہ نبی آخرالزمان کو عرب میں مبعوث فرمایا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں حرم عرب میں ہیں۔ آنحضرت a مدینہ شریف (عرب) میں ہیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں عجم بریلی (عجم) میں تھے مولانا نورانی کے والد عبدالعلیم حج کے بعد جب مدینہ سے واپس بریلی پہنچے تو مولانا احمد رضا خاں کو مخاطب کر کے کہا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو (۱)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے عقیدے میں جس طرح حضور a عرب کے لیے مولانا احمد رضا خاں عجم کے لیے تھے کیا اس میں بریلی کو مدینہ شریف کے بالمقابل نہیں لایا جا رہا؟

ملتان کو مدینہ کے برابر لانے کی کوشش:

بریلویوں کے مولوی محمد یار صاحب شاہ صدر الدین کی منقبت کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

برائے چشم بینا از مدینہ برسر ملتان
بشکل صدر دین خود رحمۃ اللعالمین آمد (۲)

ملتان کو بھی مدینہ شریف کے برابر لانے کی بے ادبی کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو تو مدینہ شریف سے حضور ہی صدر دین کی شکل میں ملتان آئے ہیں۔ (معاذ اللہ)

---

(۱) (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۸) (۲) (دیوان محمدی ص ۲۲)

ابتدائیہ

جس شخص نے بھی گہری نظر سے فرقہ بریلویہ کا مطالعہ کیا ہے اس پر روزِ روشن کی طرح عیاں و ظاہر ہو گیا کہ اس فرقہ کو ملک و ملت کی تخریب اور تفریق بین المسلمین کے لیے انگریزوں نے اٹھایا اور پروان چڑھایا تھا۔ یوں تو ہر باطل فرقہ اپنی تحریک کی نشر و اشاعت کے لیے دجل و فریب سے کام لیتا ہے۔ لیکن بریلوی فرقہ نے مکر و فریب اور کذب و دجل میں تمام ائمہ تلبیس و قائدین تضلیل کے کان کتر لیے ہیں۔ ان کے دجل و مکر کی داستان تو بہت طویل ہے جس کے بیان کے لیے دفاتر اور اسفار چاہییں۔ اس جگہ صرف ایک مسئلہ میں ان کے دجل و کذب کا ایک شمہ بطور نمونہ ہدیہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مسلم لیگ کی مخالفت سیاسی جماعتوں میں سے جس قدر مخالفت بریلویوں نے کی ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس جماعت نے مصور پاکستان، شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کو ملحد و زندیق بتایا۔ قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کو دوزخیوں کا کتا قرار دیا اور کہا کہ ان کی تعریف کرنے والے کا نکاح ٹوٹ گیا۔ مسلم لیگ کی شرکت کو حرام ہی نہیں بلکہ کفر قرار دیا اور اعلان کیا کہ مسلم لیگ کا ممبر بننے والا مرتد ہے اور اس کا بائیکاٹ کرنا فرض، مسلم لیگ کو کافروں مرتدوں اور منافقوں کی جماعت قرار دیا وغیرہ۔ جن کے حوالے اصل عبارات کے ساتھ اس باب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

لیکن یہ نیرنگی زمانہ ملاحظہ ہو کہ آج یہی جماعت لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تمام تاریخی حقائق کے برعکس کس دیدہ دلیری، بے باکی اور بے حیائی سے تاریخ کو مسخ کر رہی ہے۔ اور مسلم لیگ کو بریلویوں کی جماعت قرار دے کر پاکستان بنانے کی واحد ٹھیکیدار بن رہی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مسلم لیگ کے خلاف بریلوی جماعت نے سینکڑوں فتوے اور رسائل لکھے جن کو پاکستان بن جانے کے بعد حتی المقدور تلف و ضائع کر دیا گیا ہے۔ چند کتب جو ان کے قائدین و عمائدین علماء نے تحریر فرمائی تھیں۔ ہم نے کوشش کر کے ان کو فراہم کیا اور انہیں کتابوں سے عنوانات قائم کر کے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی ضیافت طبع کے لیے کچھ حوالہ جات بطور نمونہ نقل کیے جا رہے ہیں۔ چونکہ ہمیں اختصار ملحوظ ہے اس لیے کوئی زیادہ طویل و عریض تبصرہ ہم اپنی جانب سے پیش نہیں کریں گے۔ تفصیلات کے لیے اصل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ (مرتب)

مصور پاکستان علامہ اقبال بریلویوں کی نظر میں:

مولانا محمد طیب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں:

(۱) فلسفی نیچیریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی واردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے کہیں علماء شریعت وائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا جبریل امین وسیدنا موسیٰ کلیم وسیدنا عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے۔ کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا والہ والصلوٰۃ والتحیۃ واحکام مذہبیہ وعقائد اسلامیہ پر تمسخر واستہزاء وانکار ہے کہیں اپنی زندیقیت وبے دینی کا فخر ومباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔ (۱)

(۲) وہ خود (ڈاکٹر اقبال) اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بکمال جرأت وجسارت گستاخیوں بے ادبیاں کرتے رہتے ہیں۔ (۲)

(۳) ڈاکٹر اقبال آفتاب کے لیے صفاتِ خدائی ثابت کر کے سورج میں عرض کرتے ہیں

ہے محفل وجود کا ساماں طرار تو　　یزداں ساکنان نشیب و فراز تو
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو　　زائد گانِ نور کا ہے تاجدار تو

ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب نے ان شعروں میں آفتاب کو تمام جہان کی ہستی کا سامان کرنے والا اور پستی وبلندی کے سب رہنے والوں کا معبود اور ہر چیز کی زندگی کا پروردگار بتا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی اور شے کا نام آفتاب پرستی ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (۳)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۳۳۴)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۳۳۷)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۳۴۵)

(۴) ڈاکٹر صاحب کے فلسفہ کی حقیقت صوفی وملاّ پر پھبتیاں اڑانا، اللہ عزوجل کو کھری کھری بے نقط سنانا، حور، فردوس وقصور جنت کے معانی ضروریہ دینیہ سے انکار کرے، یورپ کی لیڈیاں، یورپین طرز کی کوٹھیاں ان کی مراد بتانا۔ ابلیس کی عظمت کے گیت اور

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

کے ترانے گانا غرض کھل کر زندیق ہو جانا ہے۔ (۱)

(۵) اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے اور وہ اپنے اسی گھڑے ہوئے اسلام کی بنا پر مسلمان ہیں۔ (۲)

(۶) ڈاکٹر صاحب نے کمال صاف گوئی کے ساتھ اس امر بھی کا اظہار کر دیا ہے کہ ان کو یہ نیچیریت ودہریت وزندیقیت یورپ کے فرنگیوں نے سکھائی۔ (۳)

قائداعظم بریلویوں کی نظر میں

۱۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائداعظم کہنا حرام، مخالف قرآن مجید وحدیث حمید ہے:

چنانچہ اس سوال کے جواب میں مسٹر محمد علی جناح کو قائداعظم کے لقب سے خطاب کرنا کیسا ہے؟ مولانا اولادرسول صاحب قادری برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۳۴۳)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۳۴۵)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۳۴۶)

ا۔ کسی بھی بد دین، بد مذہب کو قائد اعظم وسیدنا وغیرہ وغیرہ کے القاب مدح وتعظیم سے خطاب کرنا شرعاً سخت شنیع وقبیح وفظیع اشد محظور وممنوع وحرام صریح مخالف قرآن مجید وحدیث حمید ہے۔ (۱)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

''بد مذہب سارے جہان سے بدتر ہیں، جانوروں سے بدتر ہیں، بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں، کیا کوئی سچا ایمان دار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔ حاشا وکلاّ ہرگز نہیں۔ (۲)

۲۔ قائد اعظم بریلویوں کی نگاہ میں مرتد اور خارج از اسلام ہیں:

مولانا محمد طیب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں:

''بحکم شریعت مسٹر جناح کے کافر مرتد ہونے کے لیے اس کا اثنا عشری رافضی ہونا ہی بس ہے۔'' (۳)

چند سطروں بعد ارشاد ہوتا ہے:

''اگر صرف انہی دو کفروں پر اکتفا کرتا تو قائد اعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی لہٰذا وہ اپنی اسپیچوں، اپنے لیکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے۔'' (۴)

یہی فاضل حزب الاحناف ایک دوسری کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''قرآن پاک کے ان کھلے ہوئے روشن ارشادات کو مسٹر جینا نے منہ بھر کر جھٹلا دیا

---

(۱) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۳)

(۲) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۴)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۱۱۹)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۱۱۹)

اور اپنے اس کفر ملعون کا قرآن پاک پر افترا جڑ دیا۔‘‘(۱)

پھر تقریباً ایک صفحہ بعد رقم طراز ہیں:

’’اس وقت مسٹر جینا کے کفر و ارتداد کو واضح تر کرنے کے لیے ہم صرف دو ہی آیت کریمہ تلاوت کرتے ہیں الخ‘‘(۲)

نیز مسٹر محمد علی جناح کے ایک پیغامِ عید کا خلاصہ تحریر کرتے ہوئے فاضل مذکور یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ:

’’مسٹر جینا کے اس سارے پیغام (پیغام عید) کا خلاصہ بھی یہی ہوا کہ اسلام غلط و باطل ہے اور بے دینی و لا مذہبی صحیح و درست ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔‘‘(۳)

۳۔ قائداعظم کی تعریف کرنے والوں کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اسلام لا کر نکاح پھر پڑھوائیں ورنہ پیدا ہونے والی تمام اولاد حرامی ہوگی۔ مولانا ابوالبرکات ناظم مرکزی انجمن مرکزی حزب الاحناف کا فتویٰ:

فتویٰ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

’’اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔(۴)

(۴) جب مسلم لیگی حضرات کی جانب سے یہ کہا گیا کہ ہم حضرت قائداعظم کو صرف

---

(۱) (قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص ۱۱)

(۲) (قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص ۱۲)

(۳) (قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص ۱۳)

(۴) (الجوابات السنیہ علی زھاء السوالات اللیگیہ ص ۳۲)

ایک عظیم سیاسی رہنما سمجھتے ہیں، دینی و مذہبی امور میں اہم ان کو قائد و رہبر نہیں قرار دیتے تو اس پر بریلویوں کے سرخیل مولوی حشمت لکھنوی یوں گویا ہوئے کہ:

''اگر لیگی لیڈران سچے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا نہیں چاہتے تو وہ ظفر علی خاں، نواب اسماعیل خاں، سر سکندر حیات خاں، مسٹر فضل حق، مولوی عبد الحامد، مولوی قطب الدین، عبدالوالی صاحبان وغیرہم ذمّہ دار لیگیوں سے ہمیں اس کی تحریر لے دیں کہ لیگی لیڈران مسٹر جناح کو ایک کافر بیرسٹر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔(۱)

۵۔ قائداعظم کو کافر نہ سمجھنے والے بھی کافر اور مرتد ہیں۔ بریلوی علماء کا فتویٰ:

مولانا محمد طیب فاضل حزب الاحناف اپنی کتاب ''تجانب اہل سنت'' ص۱۲۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

''بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللمّام (تمام کمینوں میں زیادہ کمینہ) بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام۔''

عام لیگی حضرات بریلویوں کی نظر میں:

مولوی حشمت علی خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں

۱۔ جو لوگ ان مقاصد اساسیۂ لیگیہ کی تفصیلات کو سمجھتے ہوئے ان کی تائید و پابندی کا حلفی اقرار لکھ کر ممبر بنیں گے وہ خود ہی بدمذہب و مرتد ہو جائیں گے۔(۲)

---

(۱) (احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ص۲۹)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۱۱)

نیز یہی بریلوی بزرگ ایک اور سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

۲۔ دراصل ایسا سنی (جو مسلم لیگ میں شامل ہوگیا) سچا سنی ہی نہ رہا وہ خود بدمذہب (مرتد) ہوگیا کہ سنی کے معنی ہیں راہ سنت کا پیرو اور اس نے ایک گمراہ بدمذہب (قائد اعظم) کی ان گمراہیوں میں اس کی قیادت قبول کر کے گمراہی اختیار کی۔" (۱)

مولانا ابو البرکات ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور اپنے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

۳۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا مقصد اشاعتِ کفر و تبلیغ شرک ٹھہرادیا۔ قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا: **وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** جب گناہ وظلم پر باہم ایک دوسرے کو مدد دینا بحکم قرآن عظیم حرام و گناہ قرار دیا گیا اور ظلم بتایا گیا تو کفر وشرک کی حمایت کرنا کیوں کر حرام اور کفر وشرک نہ ہوگا۔ (۲)

مولانا اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے آنے والوں کو یہ مژدہ سناتے ہیں کہ

(۴) "وہ جنتی نہیں بلکہ دوزخ کے عذاب الیم کی طرف جائے گا۔" (۳)

ملکِ پاکستان بریلویوں کی نظر میں:

مولانا اولاد رسول صاحب مسلم لیگ کی اسلامی حکومت (پاکستان) سے پناہ مانگتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱) (الجوابات السنیہ ص ۱۱)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۱۱)

(۳) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۲۱)

(۱) ''جب خود ان کی (مسلم لیگ کی) حکوت ہوگی تو سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا قرآن کو بھی بالائے طاق رکھ یہ اپنے دل کے من گندے جی کھول کر پورے کریں گے۔ اللہ عزوجل ایسی سراپا فساد نام نہاد اسلامی حکومت سے سچے اسلام و مسلمین کو پناہ ہی میں رکھے۔ آمین'' (۱)

مولانا ابو البرکات صاحب مسلم لیگ کی حکومت کے خلاف یوں دل کی بھڑاس نکالتے ہیں:

(۲) ''کون سے دین و قرآن نے اسے جائز رکھا کہ خود مسلمانوں پر کفار و مشرکین و مرتدین کی حکومت قائم کرنے کے لیے مسلمان اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کریں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔'' (۲)

فرقہ بریلویہ کے مشہور مناظر مولوی حشمت علی صاحب مطالبہ پاکستان پر دانت پیستے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(۳) ''رہا مطالبہ پاکستان یعنی تقسیم ملک کہ اتنا لیگیوں کا اتنا ہندوؤں کا اس صورت میں احکام کفر ملک کے بڑے حصے میں لیگیوں کی رضا سے جاری ہوں گے کہ وہی اس تقسیم پر راضی اور اس کے طالب ہیں احکام کفر پر رضا کفر اور کم از کم سخت بے دینی ہے۔'' (۳)

مسلم لیگ کے مقاصد اور اس میں شرکت کا حکم:

مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری صاحب مسلم لیگ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) (الجوابات السنیہ)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۲۱)

(۳) (الجوابات السنیہ ص ۲۸ واجمل انوار الرضا)

(۱) ''یہ سب اغراض ومقاصد صریح محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجر باشد وبال ونکال وکفر سلال (یعنی سخت وبال وعذاب اور شدید کفر وگمراہی کی طرف لے جانے والے) ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے لیگ کی شرکت اور رکنیت سخت ممنوع وحرام ہے۔'' (۱)

مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب اپنے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

(۲) ''لیگ کا مقصد اول ہی چند در چند قبائح دینیہ ومحرمات شرعیہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جو جماعت ایسے خلاف اسلام وقرآن مقصد کی حامی وحامل ہو اس کی شرکت یقیناً حرام و سبب غضب رب انام ہے۔'' (۲)

مشہور بریلوی عالم مولوی حشمت علی خاں صاحب یوں رقم طراز ہیں:

(۳) ''بد مذہب کو صدر بنانا اور کسی مجلس (مسلم لیگ) کا بد مذہب صدر ہو تو اس کا کارکن بننا ناجائز اور حرام ہے۔'' (۳)

اور یہی بریلویوں کے مناظر ایک اور سوال کے جواب میں انتہائی غضب کے عالم میں فرماتے ہیں:

(۴) ''لیگ چاہتی ہے کہ عقائد کی پابندی کو اڑا کر شریعت کی قیود میں اٹھا کر مذہب کی حدود کو مٹا کر صرف اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا ہی نام اسلام رکھ دیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا اب بھی کسی ایمان دار سنی مسلمان کو اس میں کچھ شک رہ سکتا ہے کہ لیگ اسلام کو مٹا کر صرف مسلمان کا نام باقی رکھنا چاہتی ہے۔'' (۴)

---

(۱) (الجوابات السنیہ ص ۳)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۸)

(۳) (الجوابات السنیہ ص ۸)

(۴) (الجوابات السنیہ ص ۲۲)

مولانا سید چراغ دین صاحب قادری ''مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری'' پر تقریظ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(٦) ''بے شک مسلم لیگ وہی ندوۃ مخذولہ کا فتنہ ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا۔ کبھی خدام کعبہ کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا چولا پہنا، کبھی خلافت کمیٹی کی صورت میں ابھرا، کبھی خدام الحرمین کے بھیس میں اچھلا، کبھی اتحاد ملت کے روپ میں نکلا، کبھی سیرت کمیٹی کے نام سے ظاہر ہوا، اور اب ہمارے زمانہ میں مسلم لیگ کا برقعہ اوڑھ کر اٹھا۔ درحقیقت ان سب فتنوں کا مقصد وہی مسلمانوں کو بددین گمراہ بنانا ہے۔(١)

مولانا ابوالبرکات صاحب ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور مسلم لیگ کا چندہ بند کرنے کا فتویٰ دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

(٧) ''لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا، منافقین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی جائز نہیں۔ لیگ کی حمایت کرنا اور اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔''(٢)

مسلم لیگ کانگریس سے زیادہ مضر ہے:

مولانا اولاد رسول صاحب اپنے فتویٰ میں یوں رقم طراز ہیں:

(١) ''لیگ میں شرکت عوام کی سب سے زیادہ گراں مایہ متاعِ دین و ایمان کے لیے کانگریس سے زیادہ قوی اور سریع الاثر سمّ قاتل ہے جس سے علماء ربانی کو تغافل اب ہرگز

---

(١) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ٣٠)

(٢) (الجوابات السنیہ ص ٣٢)

جائز نہیں۔ (۱)

بریلویوں کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

(۲) ''لیگ کی شرکت عامہ مسلمین کے لیے شرکت کانگریس سے اشد فتنہ ہے اور ان کے دین و مذہب کے لیے کانگریس سے زیادہ لیگ مہلک اور سمّ قاتل ہے۔'' (۲)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

(۳) ''کانگریس اگر کھلم کھلا اسلام کو مٹانا چاہتی ہے تو لیگ ہمدردی اسلام و مسلمین کے پردے میں اسلام و ایمان و مذہب کو فنا کرانا مسلمانوں کو ملحد و بے دین بنانا چاہتی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔'' (۳)

(۴) ''جن وجوہات کو پیش کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ کانگریس مسلمانوں کی جان کی دشمن ہے تو اس سے بڑھ کر لیگ میں وہ وجوہات (لیگی لیڈروں کے بیانات) موجود ہیں جن سے مسلمانوں کے اسلام و ایمان کی دشمنی کا مبرہن اور ارشاد الٰہی ﴿وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ کی حقانیت آج نہیں تو کل عیاں۔ (۴)

مسلم لیگ کا ماضی اور حال یکساں ہے:

حضرت مولانا اولاد رسول صاحب مسلم لیگ کی خرابیوں کا ذکر فرمانے کے بعد یہ گوہر افشانی فرماتے ہیں:

(۱) ''یہ نہ سمجھئے گا کہ یہ سب کچھ تو لیگ کا ماضی تھا اور الماضی لا یذکر اب لیگ

---

(۱) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری)

(۲) (الجواب السنیہ، احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم)

(۳) (الجوابات السنیہ، احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ)

(۴) (الجوابات السنیہ ص ۲۸)

اس سے توبہ کر چکی۔ نہیں نہیں۔ ؎ چھٹتی کہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی (۱)

فرقہ بریلویہ کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا ایک فتویٰ کتابی صورت میں ''اجمل انوار الرضا'' کے نام سے کانپور کے انتظامی پریس سے پہلی بار ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء میں چھپ کر آیا جب کہ تحریک پاکستان اپنے انتہائی عروج و شباب پر پہنچی ہوئی تھی اس میں بھی پورے شدو مد سے مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی امداد و اعانت کی مخالفت کی گئی چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

(۲) ''ہر سنی مسلمان پر شریعت مطہرہ کی روشنی میں روشن کہ یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجر باشد وبال ونکال وکفر وضلال ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ کی شرکت ورکنیت، امداد و اعانت بحکم شریعت مطہرہ اسی طرح گناہ وممنوع وحرام وناجائز ہے جس طرح ندوہ وکانگریس کی شرکت ورکنیت وامداد و اعانت شرعاً حرام وگناہ ہے۔'' (۲)

مسلم لیگ کی مخالفت کرنا فرض ہے:

بریلویوں کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب اپنے ایک فتویٰ میں مسلم لیگ کی مخالفت فرض قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ''علمائے کرام کا فرض ہے کہ پوری قوت کے ساتھ عوام کو اس کی شرکت ورکنیت سے باز رکھنے کی سعی وکوشش کریں۔'' (۳)

مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب نے یہ فتویٰ صادر فرمایا:

---

(۱) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۱۵)

(۲) (اجمل انوار الرضا بحوالہ تکفیری افسانے ص ۱۳۱)

(۳) (الجوابات السنیہ ص ۱۳)

(۲) ”علماء کرام اہل سنت پر فرض ہے کہ اس وقت وہ مسلم لیگ کے رد کو اہم الہام (تمام اہم کاموں میں سب سے زیادہ اہم) سمجھیں کہ یہ تازہ فتنہ اس وقت اسلام و مسلمین کے لیے اشد طور پر نقصان دہ ہے۔(۱)

مولوی حشمت علی خاں نے ارشاد فرمایا:

(۳) ”لیگ کی مخالفِ شریعت کارروائیوں کا رد لیگ کا نام لے کر ہو ورنہ در پردہ گول گول الفاظ میں بدمذہبوں، بے دینوں کا رد کرنے سے عوام لیگ کا رد نہ سمجھیں گے بالخصوص ایسی حالت میں کہ حامیان لیگ انہیں یہ سمجھاتے پھرتے ہیں کہ لیگ میں آ کر بدمذہب بدمذہب نہیں رہتے بلکہ مسلمانوں کے معظم و مکرم شہید ملت اور قائداعظم وغیرہ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔“ (۲)

نیز ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

(۴) ”اس کی (مسلم لیگ کا اثر ختم کرنے کی) کامیاب صورت صرف وہی ہے جو بحکم شریعت مسلمانانِ اہل سنت نے ندوہ و خلافت کمیٹی کے ساتھ اختیار کی۔ یعنی حضرات علماء اہل سنت و مشائخ طریقت و مفتیان دین و ملت جن کا اس پرفتن زمانے میں بھی عامۃ المسلمین پر کافی اثر و اقتدار ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے حلقہ اثر میں کفار و مشرکین کی کھچڑی کانگریس اور مبتدعین و ملحدین کی معجون مرکب لیگ دونوں پر حتی الاستطاعۃ پوری قوت کے ساتھ تحریراً اور تقریراً خلوت و جلوت میں رد فرمائیں۔ (۳)

مولانا اولاد رسول صاحب قادری ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱) (الجوابات السنیہ ص ۱۳)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۱۶)

(۳) (الجوابات السنیہ ص ۲۴)

(۵) ''اہل سنت کے علماء کرام اور مشائخ عظام جن کا اس وقت بھی عوام علماء اسلام پر بہت کافی اثر ہے۔ اہل بطالت وضلالت کی معجون مرکب لیگ پر حتی الوسع پوری قوت سے رد وطرد کریں ...... لیگ سے محترز ومجتنب رہنے کے احکام شرعیہ صاف صاف بتا کر لیگ سے نفور کریں۔(۱)

مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی نے لیگ کی مخالفت نہ کرنے کو اسلام و مسلمین سے غداری قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۶) ''عوام مسلمین کو گمراہی اور بدمذہبی کے اندھیرے گڑھے (مسلم لیگ) میں دیدہ ودانستہ جاتے ہوئے دیکھنا اور پھر تغافل برتنا اسلام اور مسلمین سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟''(۲)

بریلوی علماء تحریک پاکستان سے علیحدہ رہے:

مولانا اولاد رسول صاحب قادری ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ''لیگی لیکچرار صاحب نے یہ کہا کہ ان علماء کا اتباع کرو جو لیگ میں ہیں ظاہر ہے کہ اول تو لیگ میں سچے علماء دین ہیں ہی نہیں اور اگر کوئی مولوی عالم نام کے ہیں بھی تو نئ روشنی سے تاریک دل مغرب زدہ تعلیم یافتگان جدید خداوندانِ لیگ کے سامنے ان کی ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ وہ بے چارے کر ہی کیا سکتے ہیں۔(۳)

(۲) ''یہ لیگی علماء کس طرح اپنے لیڈر اللیاڈر قائد اعظم کے ہاتھوں میں ایک گراموفون کے ریکاڈر کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہی سنا دیتے ہیں جو ان کے سیاسی پیغمبر

---

(۱) (الجوابات السنیہ ص ۲۴)

(۲) (الجوابات السنیہ ص ۲۴)

(۳) (الجوابات السنیہ ص ۲۳)

(قائداعظم) نے ان میں بھر دیا ہے۔(۱)

(۳) فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف مولوی محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

”علماء اہل سنت (بریلوی علماء) کے خارا شگاف حملوں کا اثر ان خبیث لیڈروں میں سب سے زیادہ لیگ اور جماعت خاکسار کے لحیم و شحیم مولوی نما لیڈروں کے بے رونق چہروں پر نظر آتا ہے۔“ (۲)

مسلم لیگ بریلوی علماء کی سخت مخالف ہے:

چونکہ بریلوی علماء مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کر رہے تھے اس لیے مسلم لیگی حضرات نے بھی بریلوی جماعت ختم اور اپنے راستہ کا ایک پتھر سمجھتے ہوئے اسے ہٹانے میں پوری سرگرمی دکھائی۔ اس کے بھی ایک دو حوالے ہم بریلوی بزرگوں سے نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ان کا درجہ استناد بھی دوبالا ہو جائے۔

چنانچہ مولانا اولاد رسول صاحب رقم طراز ہیں:

”یہ لیگی ان کانگریس کے ہمیشہ کے سچے پکے ایمانی دینی دشمن علماء حقانی کو بھی کانگریسی ملانوں سے بڑھ کر اپنا دشمن جانتے ہیں۔“ (۳)

مولانا محمد طیب صاحب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں:

”یہ دونوں ناپاک کمیٹیاں (مسلم لیگ اور جماعت خاکسار) علمائے اہل سنت کی مخالفت پر اس طرح کمر بستہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے پیر نیچر (سرسید احمد خاں) کی قسم کھالی ہے کہ جب تک علماء اہل سنت کے مبارک گروہ کو معاذ اللہ فنا نہ کر دیں گی اس وقت

---

(۱) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۱۲)

(۲) (قہر القادر علی الکفار اللیاڈر ص ۲۸)

(۳) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۱۴)

تک کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا سب حرام اور قطعاً حرام ہے۔ خواہ اس کے لیے قرامطہ اور یزیدیوں کا سا مکروفریب ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔'' (۱)

بریلویوں کا طریقہ کار لیگ کے مقابلہ میں کیا ہونا چاہیے؟

بریلوی علماء نے اپنے عوام کو مسلم لیگ کے مقابلہ میں جس طرز عمل کی تلقین فرمائی وہ بھی ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت مولانا اولاد رسول صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانان اہل سنت (بریلویوں) کے لیے سچا، سیدھا، بے خطر دینی، ایمانی، یقینی، نافع و مفید راستہ اور منزل رساں صراط مستقیم یہی اور صرف یہی کہ وہ نہ کانگریس میں ملیں نہ لیگ میں جڑیں نہ احراری بنیں نہ جمعیتی بلکہ تمام مشرکین و کفار و مرتدین و مبتدعین فجار سے علیحدہ رہیں۔'' (۲)

(۲) مولوی محمد طیب صاحب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحزاب لاہور بڑے ہی ناصحانہ لہجہ میں بریلویوں کو تلقین فرماتے ہیں:

''ہم اتنا کہہ دیتے ہیں کہ کانگریس اور احرار لیگ اور خاکسار، ان چاروں جماعتوں سے دور اور سب بدمذہبوں اور بے دینوں سے بے زار اور نفور رہو۔ ساڑھے تیرہ سو برس والے دین اسلام و مذہب اہل سنت پر استقامت اختیار کرو۔ احکام شرعیہ کے سچے متبع بنو۔ اولیائے کرام و حضرات علمائے اہل سنت و اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ا کے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہو۔'' (۳)

---

(۱) (قہر القادر علی الکفار اللیاڈر ص ۱۸)

(۲) (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۲)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۱۱۷، ۱۱۸)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ فرقہ بریلویہ نے تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اس کے خلاف فتووں کا انبار لگا دیا اور انہوں نے اپنی طرف سے اس تحریک کو فیل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن یہ صرف اللہ کا احسان ہے اور اولیاء کا فیضان ہے کہ عوام اہل اسلام نے ان فتویٰ فروشوں، ملک و ملت کے غداروں کے ان فتوؤں اور ان کے اس نوع کے بیانات سے مکمل روگردانی اور اعراض کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی جانب اپنا سفر جاری رکھا اور ایک دفعہ پھر دنیا کے سامنے شاعر مشرق مرحوم کے اس قول کو ثابت کر دکھایا

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

ہم اس باب کو یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں۔ مسلم لیگ اور قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خلاف فرقہ بریلویہ کی کچھ کتب ملاحظہ فرمائیں۔ تا کہ مزید تحقیق کرنے میں آسانی ہو۔

(۱) مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری، (۲) احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ، (۳) **الجوابات السنیہ علی زھاء السوالات اللیگیہ** (۴) تجانب اہل سنت، (۵) قہر القادر علی **الکفار اللیاڈر**، (۶) اجمل انوار الرضا وغیرہ

باب ہشتم

اس باب میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ فرقہ بریلویہ نے کن کن لوگوں اور کس کس جماعت کی تکفیر کی ہے۔ تمام افراد اور تمام جماعتوں کا ذکر تو یہاں پر بہت مشکل ہے مگر خاص خاص افراد کا ذکر مختصر طور پر ضرور کریں گے۔

مثلاً شاہ اسماعیل شہید، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولانا امیر حسن سہسوانی، مولانا امیر احمد سہسوانی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا آزاد سبحانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، سر سید احمد خاں، قائداعظم محمد جناح، علامہ اقبال، مولانا الطاف حسین حالی، ابن سعود اور جنرل محمد ضیاء الحق۔

اور جماعتوں میں مسلم لیگ، مجلس احرار، خلافت کمیٹی، خدام کعبہ، سیرت کمیٹی، جمعیت علمائے ہند وغیرہ اور ان کے علاوہ بہت سی جماعتوں کی تکفیر کی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل e شہید کی تکفیر:

خان صاحب بریلوی حضرت شہید e کی جانب بے شمار کفریات و شرکیات منسوب کرنے کے بعد یہ قطعی فیصلہ کرتے ہیں کہ

’’بالجملہ ماہ ومہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقۂ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً اجماعاً بہ وجوہ کثیر کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد وکافر بہ اجماع ائمہ ان سب پر اپنے کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب۔ ‘‘(۱)

اس کے علاوہ خان صاحب نے اپنی کتاب **الاستمداد علی اجبال الارتداد، سل السیوف الھندیۃ، الکوکبۃ الشھابیۃ** اور فتاویٰ رضویہ ج۱، ص۴۶، ۴۵، ۷ میں بھی بہت گندے الزامات حضرت امام شہید e کی جانب منسوب کر کے آپ کے کفر و ارتداد پر مہر لگا دی ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی کی تکفیر:

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(۱)......سید احمد، خلیل احمد، رشید احمد، اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر۔ (۲)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

---

(۱) (الکوکبۃ الشہابیۃ، ص۴۵ مطبوعہ بار پنجم)

(۲) (احکام شریعت وغیرہ)

(۲)......اس (حسام الحرمین) میں نانوتوی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ ''مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (۱)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(۳)......اس کے چند سطروں کے بعد مختلف کتابوں سے اپنی تائید وتصدیق میں نقل کرتے ہیں:

''جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے خود کافر ہے...... ہمارے ائمہ اعلام کا اتفاق ہے، فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے۔ (۲)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(۴)......حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شک نہیں۔'' (۳)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(۵)...... دیوبندیت بھی اسی وہابیت کی ایک شاخ ہے، اس کا بھی مطمع نظر انبیاء و

---

(۱) (عرفان شریعت ج۱ ص۲۴)

(۲) (حسام الحرمین ص۱۱۳)

(۳) (حسام الحرمین ص۴۳)

اولیاء علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتنقیص ہے۔“(۱)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(۶)...... چمرتوحیدوں کے امام اول ابلیس نے حکم خداوندی سے کفر وعناد کر کے اپنے آپ کو اس **خبیثہ بئیسہ تقویۃ الایمان** کا وارث ثابت کر دیا۔ کافران گنگوہ وانبیٹھ اس اپنے پیشوائے اول۔“(۲)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(۷)...... ”اور **ابائسہ نجد** کے یہ وہ عقائد خبیثہ ہیں جن میں ان کے ساتھ شیاطین دیوبندی بھی برابر کے شریک ہیں۔“(۳)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(۸)...... اب تو معلوم ہوا کہ دیوبندی ونجدی دونوں ایک ہی طرح کے عقاید کفریہ رکھتے ہیں۔ کفر وارتداد میں دونوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں۔“(۴)

اسی کتاب کے ص ۱۷ میں ”مرتد نانوتوی“ اور ص ۳۰۳ میں ”مرتد تھانوی“ اور ”مرتدان گنگوہ وانبیٹھ“ جیسے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی، امیر حسن، امیر احمد سہسوانی کی تکفیر (یہ تینوں بزرگ غیر مقلد ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے آپ کی اور آپ کی جماعت کی علی الاعلان

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۵)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۱۰)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۸)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۲۸۶)

تکفیر کی ہے۔ حسام الحرمین میں جن فرقوں کی نام لے کر تکفیر کی ہے ان میں ایک آپ کا بھی نام ہے۔ لکھتے ہیں:

''اور وہ کئی قسم ہیں۔ ایک امیریہ امیر حسن و امیر احمد سہسوانیوں کی طرف منسوب اور نذیریہ نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب۔''(۱)

اس کے بعد آپ ان تمام فرقوں کے بارے میں جن کا وہ حسام الحرمین میں تذکرہ کر چکے ہیں لکھتے ہیں کہ

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں، بہ اجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔''(۲)

ڈپٹی نذیر احمد غیر مقلد، مولانا بشیر قنوجی غیر مقلد کی تکفیر:

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

''اور نذیرین دہلوین و امیرین سہسوانین و بشیرین قنوجین یعنی نذیر حسین دہلوی و محمد نذیر دہلوی و امیر احمد سہسوانی و امیر حسن سہسوانی بشیر حسن قنوجی و محمد بشیر قنوجی ...... الجملہ بابی بعید و نیچری پلید و بھائی عنید و مرزائی طرید و دیوبندی خواتمی مرید وہابی شش امثالی شریدیہ چھون فرقے ...... بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر، مرتد، مستحق عذاب ابدی شدید و لعنت رب وحید''(۳)

''جو لوگ وہابیہ ہوں یا غیر مقلدین ایسے کفریات صریحہ کے معتقد ہیں وہ سب بہ حکم شریعت کافر و مرتد ہیں۔''(۴)

---

(۱) (حسام الحرمین ص ۱۰۱)

(۲) (حسام الحرمین ص ۱۱۳)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۱۹)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تکفیر:

''اس ناپاک عبارت میں مرتد ثناء اللہ امرتسری سرغنہ غیر مقلدین نے کھلے لفظوں میں بک دیا۔''(۱)

''اور غیر مقلدین ثنائیہ......سب کے سب بہ حکم شریعت مطہرہ مرتد اکفر ہین اور بہ مقتضائے ''ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' کفر وارتداد میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔''(۲)

اس کے علاوہ اس کتاب کے صفحہ ۱۱، ۹۰، ۱۷۵، ۲۴۷ میں ان حضرات اور ان کی جماعت اہل حدیث کی تکفیر مذکور ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی تکفیر:

مولانا طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(۱)......''صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بد مذہبوں، بے دینوں پر ردوطرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے۔''(۳)

(۲)......''اس ناپاک ترین فرقہ ''صلح کلیہ'' کے افراد ہر طبقے میں ہیں اور ہر ایک طبقے میں علاحدہ علاحدہ مختلف طریقوں سے اپنی صلح کلیت ملعونہ کا پرچار کرتے ہیں۔''(۴)

علامہ شبلی نعمانی ''صلح کلیہ لیڈر'' ہیں:

(۳)......''اوران صلح کلی نیچری لیڈروں کا مقصد سیاست کے پردے میں بے دینی و

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۲۴۷)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۲۴۸)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۷۵)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۲۷۸)

دہریت پھیلانا ہے۔ ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں۔‘‘(۱)

فرقہ ’’صلح کلیہ‘‘ اوراس کے لیڈر کافر ہیں:

(۴)......’’صلح کلیہ نابکار جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہینیں و صریح تکذیبیں کرنے والوں کے کفر و ارتداد کو چھپانے، ان کی تکفیر شرعی کو غلط و باطل ٹھہرانے کے لیے اپنی صلح کلیت بگھارتے ہیں، یہ سب بہ حکم شریعت مطہرہ کفار مرتدین ہیں۔‘‘(۲)

(۵)......’’ان بے ایمان صلح کلیوں کا ملعون فریب ہے۔‘‘ (تجانب اہل سنت ص۲۸۱، ۲۸۸) اوران صلح کلیوں کو کفر وارتدادی لائن میں (نمبر)۱۴ پر رکھا ہے۔(۳)

دوسری وجہ تکفیر:

(۶)......علامہ شبلی نعمانی کو فرقہ ’’صلح کلیہ‘‘ کے ممتاز لیڈر ماننے کے ساتھ نیچریوں کا بھی لیڈر کہہ کر ان پر کفر وارتداد کی دوہری مہریں لگادی ہیں۔

’’شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابوں سیرۃ النبی والفاروق اور سیرۃ النعمان میں اپنی زندیقی کرشموں کی بہار والحادی جوبنوں کی بہار دکھارہی ہے۔‘‘(۴)

(۷)......علامہ شبلی نعمانی کی ایک مثنوی ’’صبح امید‘‘ پر غلط تنقید کرتے ہوئے آپ پر مندرجہ ذیل بے بنیاد الزامات کی وجہ سے کفر وارتداد کی بوچھاڑ کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص۲۸۹)

(۲) (تجانب اہل سنت ص۴۵۳)

(۳) (تجانب اہل سنت ص۴۵۳)

(۴) (تجانب اہل سنت ص۲۸۹)

"شبلی اعظم گڑھی نے ایک مثنوی صبح امید لکھی ہے، جو نیچریوں کے دارالمصنفین نے شائع کی۔"(۱)

اس کے بعض اشعار پر تنقید کر کے کفر وارتداد کے الزام لگائے ہیں۔

لکھتے ہیں:

"پھر آگے چل کر مرتد اکفر پیر نیچر (سرسید) کی منقبت میں قصیدہ خوانی کی ہے، حتی کہ اسے راہ ہدایت کا خضر ہی بنا ڈالا۔ پھر نواب محسن الملک ونواب وقار الملک واشرف علی کی تحریری وتقریری تبلیغ نیچریت کی تعریف وتوصیف کر کے صاف کہہ دیا۔"(۲)

(۸)...... پھر آگے چل کر پیر نیچر (سرسید) کے قایم کردہ کالج (مسلم یونی ورسٹی) علی گڑھ کی ثنا خوانی میں چند اشعار ہیں، یہاں تک کہ اس کو قوم اسلام کا پشت و پناہ اور اپنی آرزوؤں کا کعبہ بھی کہہ ڈالا۔ پھر سرسید کے عقاید کفریہ قطعیہ یقینیہ بر حضرات علمائے اہل سنت دامت برکاتہم نے جو فتاویٰ شرعیہ کو باطل اور پیر نیچر کے عقاید کفریہ ملعون کو حق بھی کہہ دیا۔ پھر کالج نیچریت کے قایم ہونے کو قوم کے دن پھرنا کہا۔ آخر میں اس مرکز نیچریت منبع دہریت کے قیام وبقا کی دعا کر کے پھر بک دیا۔"(۳)

(۹)...... اس قسم کے لغو وغلط وجوہ کفر وارتداد کے اظہار کے بعد علامہ نعمانی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"شبلی اعظم گڑھی کے ان اشعار کا کفر یقینی وارتداد قطعی ہونا مہر نیم روز وماہ نیم سے بھی بڑھ کر واضح وروشن ہے۔"(۴)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص۲۸۹)

(۲) (تجانب اہل سنت ص۲۹۳)

(۳) (تجانب اہل سنت ص۲۹۴)

(۴) (تجانب اہل سنت ص۲۹۵)

(۱۰)...... ’’کیا کسی سنی مسلمان کو اپنے دین و مذہب کی رو سے ان کلمات ملعونہ کے قایل (علامہ شبلی نعمانی) کے قطعی یقینی کافر و مرتد ہونے میں کچھ شک و شبہ رہ سکتا ہے؟‘‘(۱)

مولانا آزاد سبحانی پر کفر کا فتویٰ:

مولانا آزاد سبحانی e (م۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء) نے لاہور میں طلبہ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’کیا وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کے اجماع کا راستہ ہے اور جس پر تمام علمائے ہند اور حضرت مولانا محمود حسن e جیسے شیخ الاسلام اور صدق و امانت کے حامل آپ کے رہنما ہیں کسی حالت میں گم راہی کا راستہ ہو سکتا ہے؟‘‘

اس پر جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے درج ذیل فتویٰ شایع کیا گیا:

’’لاحول ولاقوۃ الا باللہ‘‘ یہ محمود الحسن وہی جناب ہیں جن کی مذہبی خباثت نمبر ۵۴ میں گزر چکی ہے۔ کیا اسلام ایسے مرتد کو شیخ الاسلام یا صدق و امانت کا حامل یا رہنما یا حضرت مولانا کے لفظ سے تعبیر کرنے کی اجازت کر سکتا ہے؟ کیا جو مرتد کی ایسی تعریف کرے خود کافر مرتد خارج از اسلام نہ ہو گیا؟ مسلمانو! تمہیں انصاف سے کہنا خدا لگتی‘‘۔ (۲)

مولانا عبد الماجد بدایونی کی تکفیر:

مولانا عبد الماجد بدایونی (م۱۳۴۰ھ/ 1921ء) پر بھی بریلوی حضرات نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ملاحظہ ہو اراکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ کی طرف سے شایع کردہ مضمون

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص۲۹۶)

(۲) (تحقیقات قادریہ ص۴۲، شایع کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی)

بہ عنوان ”رودادِ مناظر جناب مولانا مولوی سید سلیمان اشرف صاحب و مولوی ابوالکلام آزاد“ جو ماہ نامہ ”الرضا“ کے شمارہ رجب ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا۔ اس مناظرے کے بارے میں بریلویوں کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی (م۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) نے احمد رضا خان صاحب کو ایک خط تحریر کیا تھا، جو ”الرضا“ کے شمارہ مذکورہ میں طبع ہوا تھا، مذکورہ خط میں بریلویوں کے صدرالافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے فتویٰ مذکورہ کی تائید کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد بدایونی e کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی e وغیرہ کو بھی کافر قرار دیا ہے۔

ایک جلسے میں مولانا عبدالماجد بدایونی نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن e کو صدر جلسہ منتخب کرنے کی پرزور تحریک فرمائی اور دیگر علما کی تائید سے حضرت موصوف صدر جلسہ منتخب ہو گئے۔ اس پر جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے مولانا عبدالماجد بدایونی e کے اس فعل کو کفر قرار دیا گیا اور لکھا گیا کہ

”مرتد کی اس درجہ تعظیم کہ وہ ساری پارٹی کے اوپر ہو اور ساری پارٹی اس کے نیچے ہو، کس درجہ موجب لعنت الٰہی ہوگی؟ افسوس کہ ایسے ہی جلسے میں علمائے اہل سنت کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ مسلمانو! تمہیں انصاف سے کہنا خدا لگتی

عالم تو عالم کیا ناخواندہ سنی مسلمان بھی (جس کے دل میں اسلام کا درد اللہ اور رسول سے محبت، دشمنانِ خدا اور رسول سے بہ حکم خدا اور رسول عداوت ہو) ایسے جلسے میں شرکت روا رکھے گا؟ اس پر یہ شور مچایا جاتا ہے کہ اس جلسے میں پانچ سو علما شریک تھے، کیا یہ سب بے دین تھے؟......“ الخ (۱)

---

(۱) (تحقیقات قادریہ ص۴۰، شایع کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی)

مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تکفیر:

’’جماعت رضائے مصطفٰی بریلی کی شایع کردہ کتاب ’’تحقیقات قادریہ ملقب بہ پاسبان مذہب وملت‘‘ کے ابتدائی ۱۶ صفحات میں ان تمام بدایونی بزرگوں کو خوب لتاڑا گیا ہے جو تحریک خلافت میں حضرت شیخ الہند e کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ چناں چہ ان حضرات کی تکفیر کرکے ان کا تعلق اپنے سے کاٹتے ہوئے لکھا گیا کہ

’’جس نے وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ وغیرہم بدمذہبوں سے علاقہ رکھا اس کا علاقہ ہمارے اکابر کرام سے ٹوٹ گیا۔ وہ قادری برکاتی دایرے سے خارج ہوگیا، بلکہ مدح و ستایش کفار پر یہ فرمادیا گیا کہ کفار کی تعریف کرنے والا انہیں کفار کے شمار میں ہے، انہیں کی رسی میں ہے، انہیں کفار کے ساتھ حشر ہوگا۔‘‘ (ص ۹)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

’’یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ‘‘ ارشاد باری ہے: اس (قیامت) دن ہم پکاریں گے ہر گروہ کو اس کے امام کے نام سے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ کون بوالحسینی آل رسولی برکاتی قادری محمدی کہہ کر پکارا جاتا ہے کہ کون گاندھوی تلکی شیخ الہندوی کہہ کر پکارا جاتا ہے؟‘‘

ایک اور جگہ لکھا گیا ہے:

’’جس وقت مرتد کو شیخ الہند و صدر جلسہ بنایا ہوگا مشرکین و مرتدین وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ غیر مقلدین کو مسند وعظ پر بٹھایا ہوگا، جس وقت ان کو ایڈریس دیے ہوں گے، جس وقت ان کی مدح وثنا کے خطبے پڑھے ہوں گے...... سچ کہہ دینا ورنہ دل ہی میں شرما کر توبہ کا اعلان دے دینا کہ اس وقت مسلمانوں کے آقا قاتل المشرکین والکفار محمد رسول اللہ a کو کیسا صدمہ عظیم ہوا ہوگا...... مارہرہ مطہرہ کے مشایخ کرام کی ارواح طیبات پر

کیا گزری ہوگی؟ سیدی تاج الفحول بدایونی اور مولوی عبدالقیوم صاحب بدایونی کی ارواح کیسی بے چین و بے قرار ہوئی ہوں گی؟ قبریں لرز گئی ہوں گی۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کیا شان الٰہی ہے۔ کل جن حضرات کے گھر سے بد مذہبوں کا چمکتا رد ہو رہا تھا۔ مشرکین و کفار پر لعنت برسائی جاتی تھی، تکفیر کفار کی مشین سرگرم تکفیر تھی، آج اس گھر میں بالعکس اس کے مشرکین و کفار و مرتدین و بد مذہباں سے اتحاد، اتفاق، دوستی محبت، مودت و موالات قایم اور ان کے نیچے کام کیا جا رہا ہے۔ ’’**ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا** (۹،۱۰)

ایک اور مقام پر یوں گوہر افشانی کی جاتی ہے:

’’کدھر ہیں پارٹی والے قادری برکاتی نوری ہونے کے مدعی؟ خصوصاً جلسہ جمعیت علمائے مجموعہ وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین نیچریہ مشرکین وغیرہ دہلی میں شریک ہو کر اتحادی تقریریں کرنے والے مرتد (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن) کو اپنا صدر بنانے والے مشرک کو ہادی و مذکر مبعوث من اللہ کہنے والے اور علمائے اہل سنت ایدہم اللہ یعنی رضا خانیوں کو مخالف اسلام، نصاریٰ کا تنخواہ دار اور دشمن اسلام بتانے والے؟ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر شرمائیں اور خود ہی انصاف کرلیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان والا شان کے مطابق شاہ ابوالبرکات و جملہ مشائخ کرام سلسلہ مارہرہ سے علاقہ رہا یا قطع ہو گیا ببین کہ از کہ بریدی دبا کہ پیوستی

ولیوں سے جدا ہوا ستم گر   ایمان نکل گیا ستم گر (۱)

مولانا عبدالماجد بدایونی e اور مولانا عبدالقدیر بدایونی e وغیرہ پر مزید غصہ

---

(۱) (شعر۴ تحقیقات قادریہ ص۸)

نکالتے ہوئے لکھا جاتا ہے:

"مسلمانو! دیکھا کہ جناب مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کے پردادا اور مولوی عبدالقدیر صاحب کے والد ماجد حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمۃ نے وعظ میں کیا نصیحت کی کہ کفار مرتدین وہابیہ، نیچریہ روافض وغیرہم جیسے لوگوں کے ساتھ شدت بغض و عناد وعداوت کہ فعل صحابہ کرام فرمایا۔" (ص ۱۱)

اسی بنا پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی e نے ارشاد فرمایا تھا:

"(احمد رضا) خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتا کا قلم دان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ! ندوۃ العلماء والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علمائے دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، غیر مقلدین اہل حدیث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر، کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ! بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔" (۱)

مولانا نعمانی e نے ڈھائی نفر مسلمانوں کا جو استثنا فرمایا ہے وہ بھی صرف ظاہری اعتبار سے ہے، ورنہ احمد رضا خان صاحب نے کفر کی ایسی زبردست مشین گن چلائی کہ اس کی زد سے خود بھی نہ بچ سکے۔ ملاحظہ ہو: **احدی التسعة و التسعین** اور شکوہ الحاد جو مجموعہ رسایل چاند پوری جلد اول میں شامل ہیں۔

بہر حال اپنے بدایونی پیر بھائیوں کی تکفیر پر آج بھی بریلوی حضرات اظہار ندامت

---

(۱) (فیصلہ کن مناظرہ ص ۷۵)

کے بجائے خوش ہیں، بلکہ اس کو احمد رضا خان صاحب کی حقانیت اور کمال ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ ارشاد ہوتا ہے:

''شریعت غرا کے مقابلے میں ان کا کوئی اپنا نہ تھا نہ کوئی پرایا، نہ یگانہ تھا نہ بیگانہ، نہ رشتہ تھا نہ کنبہ، نہ ہم خیال نہ مخالف، نہ پیر بھائی تھا نہ کوئی استاد بھائی...... اس ہنر وخوبی کے اعتراف کے بجائے دشمن دین وایمان اس کو اعلیٰ حضرت کے لیے معایب ومطاعن کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ یہ سب کو العیاذ باللہ کافر کہتے ہیں۔ نہ پیر بھائیوں کو چھوڑا نہ ہم خیال علما کو بخشا...... حالاں کہ یہی ان کا ایمان کمال گواہی دے رہا ہے کہ آں جناب کو کسی سے ذاتی پرخاش نہ تھی...... اگر ایسا نہ ہوتا تو البتہ دیوبندی حضرات کہتے کہ دیکھیے! میرا اور فلاں کا جرم ایک ہے لیکن ہماری تکفیر کی، فلاں صاحب ان کے ہم عقیدہ وہم خیال تھے اس لیے ان کی تکفیر نہیں کی، یہ دورنگی محض اغراض دنیاوی کی بنا ہے۔''(۱)

مولانا معین الدین اجمیری کی تکفیر:

سلسلہ خیرآبادی کے خاتم حضرت مولانا معین الدین اجمیری e اکابر علمائے دیوبند کو سچا پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ''فیصلہ خصومات'' میں علمائے دیوبند کے سچے پکے حنفی اہل سنت و جماعت ہونے پر جن چھ سو سے زاید اکابر علما کے دستخط موجود ہیں۔ ان میں نمبر۱۳۷ پر مولانا موصوف کے دستخط موجود ہیں۔ نیز مولانا موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک رسالہ ''**القول الاظہر فیما یتعلق بمسئلة الاذان عند المنبر**'' تالیف فرمایا تھا بعد ازاں احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند جناب حامد رضا خان نے مولانا معین الدین اجمیری e کے خلاف ایک رسالہ تحریر کیا، اس میں لکھا:

---

(۱) (انوار رضا ص۴۲۴)

”القول الاظہر سے ظاہر ومترشح ہے کہ اس کے مصنف کے نزدیک حد درجے کے مفسدین فی الدین گنگوہی وتھانوی ونانوتوی ودیوبندی مرتدین مسلمان ہیں۔“(۱)

اور جو شخص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وحضرت مولانا اشرف علی تھانوی f کو مسلمان سمجھے اس کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ

”جو شخص ان کو مسلمان سمجھے یا ان کے کفر میں شک رکھے یا ان کے کفر میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔“(۲)

مسٹر محمد علی جناح کی تکفیر:

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(۱)...... ”اور مسٹر جینا ان کا قاید اعظم ہے، اگر صرف انہیں دو کفروں پر اکتفا کرتا تو قاید اعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی؟ لہٰذا وہ اپنی اسپیچوں اپنے لیکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے۔“(۳)

(۲)...... ”بہ حکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقاید کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر ومرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد اور شر اللئام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام۔“(۴)

---

(۱) (اجلی انوار رضا ص ۱۳)

(۲) (حسام الحرمین ص ۶ ملخصاً)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۱۱۹)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۱۲۲)

مولوی حشمت علی لکھتے ہیں:

(۳)...... ''مسٹر جینا جیسے کھلے ہوئے مرتد کو ہندو مسلم اتحاد کا پیغام بر ملکہ سیاسی پیغمبر کہہ دیتا ہے۔''(۱)

(۴)......اس کے علاوہ کتاب قہر القادر **علی الکفار اللیاڈر** مصنف مولوی محمد طیب دانا پوری کے صفحہ ۴، ۱۲، ۱۸ میں بھی مسٹر جناح کی تکفیر کی گئی ہے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی تکفیر:

مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم (۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) پر بریلویوں کے فتویٰ کفر کے سلسلے میں عبدالمجید سالک (م ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء) رقم طراز ہیں:

''سلطان ابن سعود کی تطہیر حجاز کے غلغلے نے ہندوستان میں مسلمانوں کو دو مذہبی کیمپوں میں تقسیم کر رکھا تھا...... علامہ اقبال سلطان ابن مسعود کی حمایت میں بیان دے چکے تھے اور بدعتی علما ان کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک خوش طبع مسلمان کو دل لگی سوجھی، اس نے ایک استفتا مرتب کر کے مولانا ابو محمد سید دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب اپنے شوقِ تکفیر کے لیے بے حد مشہور تھے۔ چناں چہ متعدد اکابر مسلمین کو کافر بنا چکے تھے۔ اس خوش طبع مسلمان نے اپنا نام ''پیرزادہ محمد صدیق سہارن پوری'' تجویز کیا۔''(۲)

چناں چہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اور بریلویوں کے ''امام المحدثین'' مولوی دیدار علی صاحب بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور نے علامہ اقبال مرحوم کو کافر قرار دے دیا اور ساتھ ہی ان کے بائیکاٹ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱) (مظاہر الحق الاجلی ص ۳۳)

(۲) (ذکر اقبال ص ۱۲۷)

”جب تک ان کفریات سے قایل اشعارِ مذکورہ توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کردیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے۔“(۱)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”یہ ایک بہت بڑی دھاندلی تھی، چناں چہ چاروں طرف شور مچ گیا، مولوی دیدار علی صاحب پر لعن طعن وملامت ہوئی، مولانا سید سلیمان ندوی (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی) نے اس فتوے کو جاہلانہ فتویٰ قرار دیا۔“

چوں کہ اقبال مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگانے والے بریلوی عالم ریاست الور کے رہنے والے تھے، اس لیے علامہ نے الور کے عنوان سے مفتی مذکور کے خلاف درج ذیل چار اشعار سپرد قلم فرمائے اور اسے انسانیت سے عاری اور اس کی اس حرکت کو گدھا پن قرار دیا۔

گر فلک در الور انداز وترا
اے کہ می دارمی تمیز خوب وزشت
گوییمت در مصرعہ برجستہ
آں کہ برقرطاسِ دل باید نوشت
آدمیت در زمین او مجو!
آسمان این دانہ در الور نہ کشت
کشت اگر زآب و ہو خرستۂ است
زاں کہ خاکش را خرے آمد سرشت (۲)

---

(۱) (ذکر اقبال ص ۱۲۹، سرگزشت اقبال ص ۱۹۱)

(۲) (ڈاکٹر جاوید اقبال، روزگار فقیر ج ۲ ص ۲۳۲)

مولانا ظفر علی خان پر فتویٰ کفر:

مولانا ظفر علی خان e (م۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) کی جانب جب بریلوی علمائے کرام کی عنایات متوجہ ہوئیں تو موصوف کو بھی فتویٰ تکفیر کا نشانہ بننا پڑا۔ چناں چہ احمد رضا خان صاحب کے صاحب زادے اور بریلویوں کے مفتی اعظم ہند محمد حامد رضا خان صاحب نے مولانا ظفر علی خان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جسے بعد میں بریلویوں کے سابق مفتی اعظم پاکستان اور شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور سید ابو البرکات احمد بن سید دیدار علی شاہ الوری، والد محترم سید محمود رضوی صاحب نے پچیس سے زاید دیگر بریلوی علما سے دستخط کرانے کے بعد کتابی صورت میں شایع کیا اور اس کا نام رکھا ’’سیف الجبار علی کفر زمیندار‘‘ مسمیٰ بہ نام تاریخی ’’القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ‘‘ ملقب بہ لقب تاریخی ’’ظفر علی رمۃ من کفر‘‘ اس فتوے پر دستخط کرنے والوں میں بریلویوں کے صدر الشریعہ مولوی محمد امجد علی صاحب مصنف ’’بہار شریعت‘‘ اور ان کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی اور شاہ احمد نورانی کے تایا جان مولوی مختار احمد صدیقی میرٹھی بھی شامل ہیں۔ اسی فتوے پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے فرمایا تھا۔

کوئی ترکی لے گیا اور کوئی ایران لے گیا
کوئی دامن لے گیا کوئی گریبان لے گیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا
وہ بھی ہم سے چھین کر حامد رضا خان لے گیا

مولانا ظفر علی خان e کی جب تکفیر کی گئی تو مولانا محمد علی جوہر e نے اپنے اخبار ’’ہم درد‘‘ میں اس کے بارے میں ایک مضمون شایع فرمایا تھا۔ وہم یہاں پر نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

شغلِ تکفیر:

بیسویں صدی ایجادات کے لیے مشہور ہے۔ دنیا کی آنکھوں نے اس صدی میں بہت سی ایجادات دیکھی ہیں۔ ہندوستان جنت نشان کے بعض خاص قسم کے علما اگر کوئی خاص قسم کی ایجاد نہ کر سکتے تھے تو کیا ان کے لیے بھی ناممکن تھا کہ فتوائے کفر کے پرانے طریقے کو جلا دے کر اس میں الٹی سیدھی کوئی جدت پیدا کر سکتے۔ ایسے زمانے تو بہت کم ہیں کہ جب علما کا کوئی طبقہ ایسا موجود نہ ہو جو مسلمانوں کو کافر بنائے، لیکن ہمارے ہندوستان کے مولویوں کے اس طبقے نے جس کا دار الصدر بریلی شریف ہے اس سلسلے میں خاص نام پیدا کیا ہے۔ شغلِ کفر ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ مسلمان مریں یا جئیں، ان کی حالت تباہ ہو یا برباد، ان کے لیے ایک اور صرف ایک کام ہے، یعنی اچھے خاصے مسلمانوں کو کافر بنانا، اس صنعت کفر سازی میں خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چناں چہ یہ جدت بھی یقیناً قابل تعریف ہے کہ تو کافر۔ تجھے کافر نہ سمجھنے والا کافر۔ تیری بیوی پر طلاق۔ تجھے کافر نہ سمجھنے والے کی بیوی پر طلاق۔ غنیمت یہ ہے کہ ابھی تک سلسلہ اس سے آگے نہیں بڑھا۔ اگر طبع رسا زیادہ جولانیاں دکھانے لگے تو خدا معلوم سوائے کافر بنانے والے مولانا کے اور کوئی مسلمان باقی رہے بھی یا نہیں؟ یہ تو کچھ مشکل ہی نہیں کہ تو کافر، تیری اولاد کافر، تیری اولاد کی اولاد کافر، تیری بیوی پر طلاق، تیری اولاد کی بیویوں پر طلاق وغیرہ وغیرہ۔ اگر لیل و نہار یہی ہیں تو اندیشہ ہے کہ کفر اور طلاق کے اعلان بالجہر کا مرض بہت بڑھ جائے گا۔ اگر آپ نام نہاد انجمن حزب الاحناف کی کارروائیوں کو پڑھیں تو آپ ہماری طرح اس اندیشے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ ''سیاست'' و ''زمین دار'' کے مقاطعہ کی تجویز حزب الاحناف میں پیش کی گئی۔ جرم یہ تھا کہ علما کے خلاف لکھتے ہیں۔ تجویز پر گفتگو میں بات کہاں سے کہاں تک پہنچ

گئی۔ مولوی دیدار علی صاحب شعر پڑھنے لگے۔ مولوی ظفر علی خان کے اشعار کفر کی دلیل میں پیش کیے گئے۔ پھر کیا تھا جو اٹھتا تھا کافر بناتا ہوا اٹھتا تھا۔ کافر بنانے والے بڑے باپ کے بڑے بیٹے حامد رضا خان صاحب بھلا اس میں کیوں کر حصہ نہ لیتے؟ انہیں تو بڑا حصہ لینا چاہیے تھا۔ کفر کے فتوے میں کون سی دیر لگتی ہے۔ ظفر علی خان کافر، اس کی بیوی پر طلاق ہے، کافر نہ سمجھنے والا کافر، اس کی بیوی پر بھی طلاق۔ یہ تھا فتویٰ۔

پنجاب کے بڑے پیر جماعت علی شاہ صاحب نے بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اصل تجویز تو کچھ بہت پیچھے سی پڑ گئی البتہ کافرگری کا شغل بہت نمایاں ہوگیا لیکن جب کچھ دیر بعد ہوش آیا تو مقاطعہ کی تجویز پھر یاد آ گئی۔ وعدے ہوئے، دعوے ہوئے اور تجویز پاس ہوگئی۔ غرض یہ کہ یہ جلسہ ختم ہوگیا، ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ لیکن جو شخص سوچ سمجھ سکتا ہے وہ تو اس جلسے کا حال سن کر خون کے آنسو روئے گا۔ آج مسلمانوں کی جو کچھ حالت ہے کیا اس کا اقتضا یہ ہے کہ اس قسم کی لغویات میں وقت ضایع کیا جائے؟ اور ایسی مثالیں دنیا کے سامنے پیش کی جائیں جس سے مسلمان شرمندہ ہوں؟ اور دشمنان اسلام خوش۔ (۱)

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی تکفیر:

علی برادران بھی بریلویوں کے خنجر تکفیر سے نہ بچ سکے چناں چہ مولانا شوکت علی صاحب e کو کسی شخص نے حامیانِ اسلام میں سے کہا تو اس پر ارشاد ہوتا ہے:

”شوکت علی صاحب کو حامیان اسلام میں گنا ہے، مگر یہ وہی ہیں جنہوں نے مشرکین کی خوش نودی خدا کی خوش نودی مانی، رام دہائی پکاری، خدا کی رسی مضبوط پکڑنے پر دین

---

(۱) (ہم درد بہ حوالہ روز نامہ سیاست: ۴ جون ۱۹۲۵ء: ص ۷)

جاتا رہنا بتایا۔ ''(۱)

نیز ان دونوں حضرات کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے:

''میرٹھ میں پنڈت سیتارام پریذیڈنٹ جلسہ نے ایک قابلانہ تقریر کی اور شوکت علی کو پنڈت اور محمد علی کو لالہ کے خطاب سے منسوب کیا، جس پر ان دونوں نے اظہار مسرت کیا۔ ''(۲)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''جب انہوں (علی برادران) نے مشرک کو اپنا امام و رہنما مانا تو امام اوپر ہونا ہی چاہیے اور یہ سب اس کے نیچے ضرور ہوں گے۔ لہٰذا یہ تشبیہ دینی ضرور تھی کہ دماغ (گاندھی) اوپر مخدوم اور ہاتھ (علی برادران) کے نیچے اور دماغ کے خادم ہیں۔ ''(۳)

چوں کہ بریلوی حضرات کے نزدیک یہ دونوں حضرات کافر و مرتد تھے اس لیے ان کی وفات کے بعد بریلوی صاحبان غیر مسلموں کے مانند لفظ ''آں جہانی'' سے ان حضرات کو یاد کرتے رہے ہیں۔ چناں چہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس والوں کے کفر و ارتداد پر احمد رضا خان صاحب کے فتوے ''**الدلائل القاهرة على الكفرة النياشرة**'' کو جب ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ پر چسپاں کر کے شایع کیا گیا تو اس میں درج تھا:

''ستمبر ۱۹۱۷ء کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ میں مشہور گاندھی لیڈر محمد علی آں جہانی اس کے صدر ہوئے، مگر جب وہ بہ وجہ ممانعت گورنمنٹ شریک نہ ہو سکے تو کرسی صدارت پر ان کا فوٹو آویزاں کر دیا گیا۔ ''(۴)

---

(۱) (دوامغ الحمیر ص ۲۱)

(۲) (تحقیقات قادریہ ص ۴۲)

(۳) (تحقیقات قادریہ ص ۲۵)

(۴) (الدلائل القاہرہ، طبع بمبئی ۱۹۴۲ء ص ۳)

’’الدلائل القاہرہ‘‘ یہ مسلم لیگ کے خلاف وہ فتویٰ ہے جس پر ۸۰ رضا خانی علما کے دستخط ثبت ہیں، لیکن افسوس کہ اب لاہور کے ایک بریلوی مکتبہ نے مسلم لیگ کے خلاف مواد خارج کر کے شایع کیا ہے۔ مگر الحمد للہ! انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے رسالہ مذکورہ کا ۱۹۴۲ء والا ایڈیشن عکسی صورت میں شایع کر دیا ہے۔ مولانا شوکت علی صاحب e کے بارے میں بریلویوں کے شیر بیشہ سنت مولوی حشمت علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

’’لیگیوں کے ایک بڑے بھاری بھرکم لیڈر آں جہانی بابائے خلافت الخ‘‘ (۱)

بریلوی حضرات کے فتوے کی رو سے اب جو لوگ ان بزرگوں کو کافر قرار نہیں دیں گے وہ خود کافر ہو جائیں گے (مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور علی برادران کے بارے میں توبہ کا جو ڈھونگ آج کل کے بریلویوں نے رچایا ہے، اس کے مکمل اور صحیح پوسٹ مارٹم کے لیے ’’مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول کے ص ۴۶ تا ۵۱ کا حاشیہ ملاحظہ فرمالیں)۔

مولانا الطاف حسین حالی کی تکفیر:

طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

(۱)...... ’’الطاف حسین حالی نے ایک مسدس لکھا، جس کا نام مد و جزر اسلام رکھا۔ نیچری لیڈروں و صلح کلی واعظوں نے اس کی اشاعت میں ایڑی چوٹی کے زور لگائے۔ اس نے اپنے مسدس کے ۳ و ۴ پر اپنے نیچری شاعر بن جانے کا سبب ان لفظوں میں لکھا ہے۔‘‘ (۲)

(۲)...... ’’شبلی و حالی دونوں کے اقوال سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کو گمراہ و بے دین بنانے والی، ان دونوں کے دین و ایمان کو مٹانے والی وہی سر سید احمد خان

---

(۱) (احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ص ۲۵)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۲۹۷)

کو لی علی گڑھی کی کافرانہ وساحرانہ نگاہ تھی۔‘‘(۱)

(۳)......’’یہ کفریات معلونہ تو وہی ہیں جو امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی ناپاک کتاب تقویۃ الایمان میں بکے۔‘‘(۲)

(۴)......’’حالی نے امام الوہابیہ کی شاگردی میں ان سب کفروں کا حضور اکرم a پر افترا کردیا۔‘‘(۳)

(۵)......’’تو اس بے دین قائل (حالی کو) کافر مرتد ماننا پڑے گا۔‘‘(۴)

(۶)......’’اس کفر ملعون میں حالی ومشرقی دونوں متحد ومشترک ہیں۔‘‘(۵)

(۷)......’’مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسویں کفریات کے انبار ہیں اور ہزاروں ضلالات کے طومار۔‘‘(۶)

(۸)......’’بہر حال حالی وشبلی کا محض خدمت خلق واحسان الی الخلق کے حیلہ مکذوبہ و بہانہ کاذبہ کی بنا پر تمام مسلمانوں کو قطعاً کافر و بے دین بنانا...... قطعی کفر وارتداد ہے اور یقینی زندقہ والحاد۔‘‘(۷)

اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۶۰ میں آپ پر ’’صلح کلیت‘‘، ’’نیچریت‘‘، ’’تکذیب آیات الٰہیہ‘‘، ’’توہین رسول اللہ a ‘‘اور ’’تحریف مسائل

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۲۹۸)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۲۹۸)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۹۹)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۳۰۲)

(۵) (تجانب اہل سنت ص ۳۲۴)

(۶) (تجانب اہل سنت ص ۳۳۴)

(۷) (تجانب اہل سنت ص ۳۲۲)

ضروریہ'' کا الزام لگا کر کافر و مرتد کہا گیا ہے۔

علامہ اقبال کی تکفیر:

مولانا محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(۱)...... ''اور زمانہ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں۔ ان کی ''صلح کلیت'' اپنی حد سے گزر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں نظم و نثر کے ذریعے سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے۔''(۱)

(۲)...... ''اسی طرح فلسفی ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں علمائے شریعت و ائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا جبرئیل امین و سیدنا موسیٰ کلیم و سیدنا عیسیٰ مسیح j کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے، کہیں شریعت محمدیہ **علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ و احکام مذہبیہ** و عقاید اسلامیہ پر تمسخر و استہزا و انکار ہے، کہیں اپنی زندیقیت و بے دینی کا فخر و مباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔''(۲)

اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۱، ۳۴۳ میں ڈاکٹر اقبال مرحوم پر ان کے اشعار کے تنقیدی سلسلے میں مختلف قسم کے تکفیری و ارتدادی الزامات لگا کر بڑی ہوشیاری سے مندرجہ ذیل عبارت میں آپ کو بھی اسلام سے خارج کر دیا ہے۔

(۳)...... ''مسلمانان اہل سنت خود ہی انصاف کر لیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے دین اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟''(۳)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص۲۸۹)

(۲) (تجانب اہل سنت ص۳۳۴، ۳۳۵)

(۳) (تجانب اہل سنت ص۳۴۱)

مزید لکھتے ہیں:

”سائنس کے یہی وہ ہمیات کاذبہ اور خرافات باطلہ ہیں جن کا پتا ڈاکٹر اقبال جیسا ترجمان حقیقت جب حضرات علمائے اہل سنت کی درس گاہوں میں نہیں پاتا ہے تو وہ بھی آٹھ آٹھ آنسو رو رو کر بال جبریل کے صفحہ ۱۷ پر یہ مرثیہ گاتا ہے...... بالجملہ جو شخص سائنس کے وسوسات کاذبہ وہوسات عاطلہ پر آنکھ بند کر کے ایمان لے آئے اور ان پر بھروسا کر کے ارشادات الٰہیہ کو جھٹلائے وہ بہ حکم شریعت مطہرہ یقیناً بے ایمان و بے دین ہے۔“(۱)

سر سید احمد خان کی تکفیر:

(۱)......مولانا احمد رضا صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عرض: بعض علی گڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں۔

ارشاد: وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔“(۲)

مولانا محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(۲)......”نیچریت بھی مادر وہابیت کی دختر نوزایدہ ہے اور اس کے عقاید اس سے بھی اخبث وانجس ہیں۔ اس کا بانی پیر نیچر سر سید احمد خاں کولی علی گڑھی ہے۔“(۳)

(۳)......”بہر حال جو شخص پیر نیچر (سر سید) کے کفریات قطعیہ یقینہ میں سے کسی ایک ہی کفر پر مطلع ہونے کے بعد اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابدی ہے۔“(۴)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۳۳۴)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ ج ۳ ص ۱۷)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۰)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۸۶)

اس کے علاوہ اسی کے کتاب کے صفحہ ۲۲، ۲۳ میں آپ کی تکفیر کی گئی ہے۔ اور صفحہ ۳۵، ۴۹، ۸۵، ۲۱۸، ۲۲۵ میں سرسید کو ”مرتد اکفر پیر نیچر“ کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔

سرسید کے نورتن کی تکفیر:

مولانا محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

”جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے، جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) نواب المحسن الملک مہدی علی خاں، (۲) نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں، (۳) نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین، (۴) مولوی الطاف حسین حالی، (۵) شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، (۶) مولوی مہدی حسن، (۷) سید محمود خاں، (۸) شبلی نعمانی اعظم گڑھی، (۹) ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔“(۱)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۸۶، ۸۷)

ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں

اور

اسلامی انجمنوں کی پرزور تکفیر

مولوی محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

’’اسی پیر نیچر (سرسید) کے اذناب و متبعین و مقلدین و مرتدین نیاچرہ ہیں، جو مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کے دنیوی سروسامان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ہمیشہ نئی نئی کمیٹیاں نئی نئی پارٹیاں گھڑتے رہتے ہیں اور کبھی بندگان زر اور بدنام کنندہ نکونامے چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و ندوۃ العلماء و خدام کعبہ و خلافت کمیٹی و جمعیت علمائے ہند و خدام الحرمین و اتحاد ملت و مجلس احرار و مسلم لیگ و اتحاد کانفرنس و مسلم آزاد کانفرنس و نوجوان کانفرنس و نمازی فوج و جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ و سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور و امارت شرعیہ بہار شریف و آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے انہیں کفرہ نیاچرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیوی سروسامان سے بھی تہی دست بنانے کے لیے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بددینوں و بدمذہبوں کو اپنا شریک کار بنا کر یا بعض جاہلوں، سادہ لوح بے وقوفوں یا چند دین فروش و نیاچرہ و نیاخر ملانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس کر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر گڑھی ہیں۔‘‘ (۱)

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۹۰)

مولوی محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

”اور نیچری مرتدوں کو اپنی ہنگامہ آرائیوں کے لیے ایسے بھولے بھالے سنی مسلمانوں، دین پاک کے نام پر جی جان سے قربان ہونے والوں کی ضرورت تھی تو ان بے ایمانوں نے ان عوام مسلمین کے پھانسنے کے لیے اصلاح قوم کے نام سے قومی عصبیت کو آڑ بنا کر بننے والوں کی مومن کانفرنس، جمعیۃ المومنین، جمعیۃ الانصار، روئی دھنکنے والوں کی جمعیۃ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ، قصابوں کی جمعیۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین، پٹھانوں کی افغان کانفرنس، میمنوں کی میمن کانفرنس، مسلم کھتریوں کی مسلم کانفرنس، عباسیوں کی جمعیۃ آل عباس، کنبوہوں کی آل انڈیا کنبوہ کانفرنس، پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھیں یا اپنے دام افتادوں سے گڑھوائیں، تا کہ غریب دین دار مسلمانوں کی قومی جکڑ بندیوں میں جکڑ کر قومی ترقی، قومی اصلاح وفلاح کا سبز باغ دکھا کر ان کو گم راہ کیا جا سکے اور ایسی کمیٹیوں کی بنا محض قومیت پر رکھی۔ دین و مذہب کو نظر انداز کر دیا گیا اور ایسے عمل در آمد رکھے گئے کہ اپنی قوم کا ہر فرد اگر چہ وہ دیو بندی ہو، نیچری ہو یا خارجی رافضی ہو یا لیگی خاک ساری ہو یا احراری قادیانی ہو یا گاندھوی کانگریسی ہو وہ اپنا قومی بھائی، اپنے خاندان والا اپنا رشتہ دار ہے۔ اگر چہ وہ کافر مرتد ہو لیکن قومیت کی بنا پر وہ صلہ رحم کے تمام احکام کا حق دار ہے۔“ (۱)

مولوی محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

”جواب سوال پانزدہم! وہابیہ، دیو بندیہ وقادیانیہ وروافض و نیاچرہ وخاک ساریہ و چکڑالویہ واحراریہ وجٹا دھاریہ وآغا خانی وہابیہ بہابیہ، وہابیہ غیر مقلدین، وہابیہ نجدیہ ولیگیہ

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص۹۱)

غالیہ و صلح کلیہ غالیہ اپنے عقاید کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر بہ حکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین جو مدعی اسلام ان میں سے کسی کے قطعی یقینی کفر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے بھی اس کو مسلمان کہے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو مستحق نار ابد۔ ‘‘(۱)

’’نیچریت اگرچہ فی الحقیقت وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، مگر آج کھلے طور پر اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی ضرر رسانی میں نیچریہ مرتدین ان وہابیہ ملعونین سے بدرجہا بڑھے چڑھے ہوئے ہیں۔ بھولے بھالے سنی مسلمانو! بچو تم گمراہوں اور گم گروں سے۔ ‘‘(۲)

’’سنی مسلمانوں پر فرض شرعی دینی مذہبی قرآنی ایمانی قطعی یقینی ہے کہ اس قسم کے تمام مریدوں اور بے دینوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بھائی یا بیٹے ہوں یا ان کے کنبے قبیلے والے ہوں خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے قطعاً علاحدہ و بے زار رہیں۔ ان سے نفرت و مجانبت برتیں۔ ان سے مسلمانوں کے سے جملہ تعلقات قطعاً قطع کر دیں۔ ان کو اپنی جماعت و برادری سے خارج کر دیں۔ اسی میں ان کے ایمان کی سلامتی ہے...... اور جو شخص اس حکم شرعی کو حق نہ مانے اور اس کو جھگڑا اور فساد اور نا اتفاقی بتائے وہ بہ حکم قرآن عظیم انہیں بے ایمانوں کے حکم میں ہے، انہیں کی طرح کافر ہے۔ قیامت کے روز انہیں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا، انہیں کے ساتھ ابدی نار میں داخل ہوگا۔

اور جو شخص اس حکم شرعی کو حق مانتا ہو مگر دنیوی راحت و آرام و آسایش کی خاطر

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۴۵۳)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۹۴)

باوصف قدرت واستطاعت اس پر عمل نہ کرے وہ سخت ترین فاسق، شدید ترین گناہ گار، مستحق غضب جبار لایق دخول نار سزاوار لعنت کردار ہے۔“(۱)

مجلس احرار اسلام کے ارکان اور دیگر سیاسی لیڈران کی تکفیر

امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، سرحدی گاندھی عبدالغفار خان پشاوری، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی f کی پرزور تکفیر:

مولانا طیب دانا پوری نے تجانب اہل سنت کے ص: ۴۵۳ میں ہندوستان کی اسلامی انجمنوں اور جماعتوں کی تکفیر کی ہے۔ اس میں مجلس احرار اسلام کا ساتواں نمبر ہے۔ اس کے بعد مجلس احرار اسلام اور موصوف الصدر بزرگان ملت کو جن مہذب الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔ وہ بریلویوں کی تہذیب وشرافت کا ایک روشن منارہ ہے۔

فرماتے ہیں:

”فرقہ احرار اشرار بھی فرقہ نیچریت کی ایک شاخ ہے۔ اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے مکلبین یہ ہیں۔ ملکی جی امام الخوارج مبلغ وہابیہ ایڈیٹر النجم عبدالشکور کاکوروی، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیا باشی، شبیر احمد دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، نائی عن الاسلام کفایت اللہ شاہ جہان پوری، عبدالغفار خان سرحدی گاندھی۔ اس فرقہ کا سرغنہ ابو الکلام آزاد ہے جو امام الاحرار کہلاتا ہے۔ مرتد

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۴۵۴)

عبدالشکور ایڈیٹر النجم خارجی کاکوروی کے عقاید خبیثہ کی تفصیل بازغ مع رد بالغ ...... میں ملاحظہ ہو۔‘‘(۱)

(۲)......’’بہرحال جو شخص احراریوں کے ان ناپاک اقوال ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کے قائلین کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بہ حکم شریعت قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے۔‘‘(۲)

(۳)......’’ان ناپاک ملعون عبارتوں میں دین سے آزاد مسٹر ابوالکلام مرتد نے صاف صاف بک دیا۔‘‘(۳)

(۴)......’’امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی عبارت کفریہ سے جو ناپاک مطلب کھلم کھلا ظاہر ہے جس کا مرتد ابوالکلام آزاد نے قطعاً یقیناً التزام کیا، اس کا ماننے والا اور ایسا بکنے والا قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو ابدی حالک وخاسر ہے۔‘‘(۴)

(۵)......اور اسی کتاب تجانب اہل سنت کے صفحہ ۸۹، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۶ میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کو ’مرتد ابوالکلام آزاد‘ کے مہذب لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

بریلوی عالم مولوی محبوب علی خان لکھتے ہیں:

(۶)......’’حسین احمد اجودھیا باشی نے کتنے جھوٹ بولے ...... اجودھیا باشی کو یہ فریب کاری، مکاری، عیاری دجال کرنے کی کیا ضرورت پڑی اور اجودھیا باشی جی کذاب،

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۱۶۰)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۱۷۷)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۱۶۸)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۱۷۶)

دجال، مکار، عیار اور مستحق لعنت جبار ہوئے۔"(۱)

(۷)......"اجودھیا باشی کذاب دجال مکار ملعون غدار ہوئے......دیوبندیوں کا شیخ الاسلام اتنا کذاب و دجال ہوا کرتا ہے۔"(۲)

اس کتاب میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کو بلاوجہ و بلا سبب اپنی گالیوں کا آماج گاہ بنایا ہے۔ تمام کتاب آپ ہی کی برائیوں سے بھری پڑی ہے۔ صرف دو صفحے میں آپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

۱......"آپ ٹھیٹ کافر مرتد ہوئے۔"

۲......"آپ کھلے ہوئے کافر مرتد ہوئے۔"

۳......"آپ ڈبل کافر مرتد ہوئے۔"

۴......"آپ اشد کافر مرتد ہوئے۔"

۵......"آپ کافر مرتد ہوئے۔"(۳)

شاہ ابن سعود اور عام نجدی مسلمانوں کی پرزور تکفیر:

(۱)......مولانا محمد طیب دانا پوری اپنی کتاب تجانب اہل سنت کے صفحہ ۲۵۷، ۲۵۹ میں شاہ ابن سعود والی حجاز کو "**ابن سعود خَذَلَهُ الْمَلِکُ الْمَعْبُوْدُ**"، "**ابن سَعُوْد قَبَّحَهُ الْمَلِکُ الْوَدُوْدُ**" جیسے قبیح الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"کفار نجد کے اس مجموعہ خبیثہ میں اور بھی بہ کثرت کفریات قطعیہ وارتدادات یقینیہ اہلے گہلے پھر رہے ہیں، مگر آدمی کے کافر و مرتد ہو جانے کے لیے معاذ اللہ ایک ہی کفرو

---

(۱) (برق خداوندی ص ۵)

(۲) (برق خداوندی ص ۶)

(۳) (برق خداوندی ص ۱۴۳، ۱۴۴)

ارتداد بس ہے۔‘‘(۱)

(۲)......’’بہرحال شک نہیں کہ وہابیہ نجدیہ علیہم اللعنۃ السرمدیہ اپنے ان عقاید کفریہ قطعیہ کے سبب بہ حکم شریعت قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرے تو مستحق نار ابد ہیں۔‘‘(۲)

(۳)......’’جب ملحدین نجد اپنے کفریات ملعونہ قطعیہ کو صحیح و درست مانتے ہوئے عقیدہ شفاعت پر اپنا ایمان بھی بتاتے ہیں تو بہ حکم شریعت مطہرہ خود اپنے ناپاک فتوے سے بھی کافر و مرتد ہوگئے۔‘‘(۳)

(۴)......’’آپ کو معلوم ہوا کہ دیوبندی ونجدی دونوں ایک ہی طرح کے عقاید کفریہ رکھتے ہیں۔ کفر وارتداد میں دونوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں۔‘‘(۴)

(۵)......اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۹ تا صفحہ ۲۶۹ تک نجدیوں کو مندرجہ ذیل مہذب الفاظ سے یاد کیا گیا ہے:

(۱) ملاعنہ نجد (۲) کفرہ نجد (۳) مردہ نجد (۴) مرتدین نجد (۵) بے دینان نجد
(۶) ملاحدہ نجد (۷) ابائسہ نجد (۸) نجدی مرتدوں۔

شاہ ابن سعود e کے صاحب زادے کا استقبال کرنے والے امام مسجد زکریا (بمبئی) کی پرزور تکفیر:

(۱)......’’امام زکریا مسجد بمبئی احمد یوسف نے مردود ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۳)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۳، ۲۶۴)

(۳) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۷)

(۴) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۸)

اور آداب بجالایا۔ حکومت نجدیہ و ابن سعود کے بیٹوں کی تعریف کی، نجدی مرتدوں کی مدح وثنا میں قصیدے پڑھے گئے۔‘‘(۱)

(۲)...... ’’امام مذکور نے صرف اپنے اعمال و اقوال سے غضب الٰہی کا استحقاق کمانے، عرش الٰہی کے لرزانے، اسلام وسنت کو ڈھانے، مخلوق خدا کو لعنت خداوندی کی طرف بلانے، سنت سے روک کر بدمذہبی پر جمانے ہی پر اکتفا کیا بلکہ اس نے حکومت شقیہ نجدیہ کی دعوت کو صحیح اور ایسی درست بتا کر جس میں کجی ونقصان نہیں اور وہابیہ نجدیہ کو مسلمان ٹھہرا کر نجدی مرتدوں کے عقاید کفریہ کی بھی تحسین وتائید کی اور بہ حکم شریعت مطہرہ ایسا شخص کافر ومرتد ہوگیا۔‘‘(۲)

فرقہ بریلویہ کی طرف سے ممانعت حج کا فتویٰ

حکومت سعودیہ نجدیہ کی موجودگی میں کسی مسلمان پر حج فرض نہیں ہے:

چوں کہ بریلویوں کے نزدیک شاہ ابن سعود معاذ اللہ ایسے کافر مرتد ہیں کہ جوان کے کفر وارتداد میں شک کرے یا ان کو اچھا جانے تو وہ بھی کافر ومرتد ہے۔ اس وجہ سے حرمین طیبین (مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ) کے رہنے والے وہ تمام مقدس مسلمان اور معلمین ومطوفین بھی شاہ ابن سعود کے مسلمان ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ اسی طرح بے شمار مسلمانوں کا طواف وحج اور زیارت روضہ اقدس بھی نہ صرف ناجائز وباطل ہوگیا بلکہ ان حجاج کرام کے ایمان واسلام میں بھی لالے ورخنے پڑ گئے اور نیکی برباد گناہ لازم ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے چھوٹے بیٹے مولوی مصطفیٰ رضا خان

---

(۱) (تجانب اہل سنت ص ۲۶۸)

(۲) (تجانب اہل سنت ص ۲۷۰)

صاحب نے بڑی جرأت و جسارت سے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں حکومت سعودیہ نجدیہ موجود رہے اس وقت تک کسی مسلمان پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اس کی عدم ادائیگی سے گناہ لازم ہو۔ چناں چہ آپ نے اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ جس کا نام "**تنویر الحجة لمن یجوز التواء الحجة**" ہے اور مطبع اہل سنت والجماعت بریلی میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس کی چند قابل تذکرہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے مصطفیٰ رضا خان صاحب نے حسب عادت شاہ ابن سعود کے بارے میں ایک بے بنیاد مفروضہ اپنے دماغ و ذہن سے یہ تراشا کہ ابن سعود کی حکومت میں بدامنی و غارت گری اور قتل و خون کا بازار گرم ہے، اس لیے کسی مسلمان پر حج فرض نہیں ہے۔ حالاں کہ اس سے زیادہ بڑا جھوٹ اس دنیا میں کبھی بھی نہ بولا گیا ہوگا۔ سنیے وہ لکھتے ہیں کہ

(۱)...... "یہ تو کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل و نہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب و نہب و قتل و غارت کا کافی ذریعہ ہے اور جب کہ وہ سب ان خبثا نے کر کے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے سے قوی امید ہو سکتی تھی، اب تو عدم امن پر یقین کامل ہو گیا۔ جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے تو یقین کامل تو اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ اب فرضیت حج یا لزوم ادا کا حکم کیوں کر ہو سکتا ہے؟" (۱)

(۲)...... "جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں اور بہ جزم یقین کہتے ہیں کہ آج جب

---

(۱) (تنویر الحجہ ص ۱۰)

کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس اور نامسعود مخذول ومطرود ومردود اور اس کے ہم راہیان نامحمود کا نحس ورود ہے اور حسب بیان سائل فاضل ودیگر کثیر حضرات حجاج وافاضل امام مفقود ہے فرضیت ساقط ہے یا ادائے غیر لازم ہے۔‘‘(۱)

(۳)......’’تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شرا شرار لأم ناممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا اور ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور پہلو میں دل اور دل میں ذرا سا انصاف اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی اور کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا، سنتا، سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نافرجام کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں ہے تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہوگا؟‘‘(۲)

(۴)......’’ہمارے اس واضح بیان روشن بتیاں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو اس مدت تک حج نہ کریں گے بہ عونہ وکرمہ تعالیٰ فتنہ ملعونہ نجدیہ کا استیصال ہو اور استیصال فتنہ سے پہلے ان کا وقت آجائے گا وہ آثم (گناہ گار) نہیں مریں گے۔ جب کہ اس فتنہ ملعونہ سے پہلے ان پر حج فرض نہ ہوگیا اور انہوں نے وقت ادا نہ پالیا ہو کہ اس فتنے کے بعد سے جب تک یہ فتنہ رہے۔ ان پر معلوم ہو چکا کہ فرضیت حج یا لزوم ادا ساقط ہے گناہ تو جب ہو کہ ان پر واجب بھی ہوا ہو، نہ ان کے نزدیک وہ گناہ گار ہیں۔‘‘(۳)

’’گرامی برادران! یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن اور آشکارا ہولیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔‘‘(۴)

---

(۱) (تنویر الحجہ ص ۹)

(۲) (تنویر الحجہ ص ۱۲)

(۳) (تنویر الحجہ ص ۲۱)

(۴) (تنویر الحجہ ص ۲۳)

پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھنے والے سب کافر ہیں:

پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھنے والوں کے بارے میں بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی مصنف جاء الحق کے فرزند ارجمند مفتی مختار احمد صاحب گجراتی نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ سب کافر ہیں۔ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ یاد رہے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھا تھا۔ گویا پورا ملک پاکستان مع صدر مملکت کے کفر کی آغوش میں چلا گیا۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.**

اصل فتویٰ ملاحظہ ہو جو روزنامہ امروز میں شایع ہوا تھا۔

''سیال کوٹ (۴/اکتوبر اپ پ) جمعیت علمائے پاکستان کے ممتاز لیڈر اور جامع مسجد کے خطیب مفتی مختار احمد گجراتی نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کرکٹ میچ دیکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کرکٹ میچ دیکھتا ہے اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔''(۱)

مولانا ظفر علی خان مرحوم نے بریلویوں کے فتاویٰ کفر کے بارے میں بالکل درست اور بجا فرمایا تھا:

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دبد کے قابل ہے اس کا انعکاس وانعطاف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند
ہے وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا بھی اختلاف

---

(۱) (روزنامہ ''امروز'' لاہور، ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص اول کالم ۸)

ائمہ حرمین شریفین بریلوی فتووں کی زد میں

پہلا فتویٰ:

ا...... استفتاء: کیا حکم شرعی ہے مسئلہ ہذا میں کہ شیخ عبدالعزیز بن صالح امام مسجد نبوی a کے بارے میں علمائے اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں حکم شرعی ارشاد فرمائیں۔ غلام حسین

الجواب هو الموفق للصواب

صورت مسئول عنہا میں معلوم ہو کہ مذکور امام صاحب وہابی عقاید رکھتے ہیں اور وہابی حضرات اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی اقتدا میں اہل سنت کس طرح نماز ادا کر سکتے ہیں؟ اگر تفصیل دیکھنا ہو تو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ نیز اس کے بعد جو علماء اس مسلک کے متبع رہے ہیں ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

فقط: العبد المجیب سید شجاعت علی قادری

۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

دوسرا فتویٰ:

۲...... استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے متعلق کہ زید حج کو جا رہا ہے اور وہ سنی حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے حج اور مدینہ پاک کی حاضری کے مسائل علماء سے سیکھنے شروع کیے۔ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ حرمین کی حاضری کے دوران بیت اللہ شریف اور مدینہ پاک میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔ اس لیے کہ وہاں کے امام سنی بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مسلک سے تعلق

رکھتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی، لہٰذا نماز علیحدہ ہی پڑھنا اور دوسرے عالم فرماتے ہیں کہ حتی الامکان کوشش جدا نماز پڑھنے کی کرنا، کیوں کہ وہ امام وہابی اور گستاخ ہیں۔ اگر مجبوراً نماز ان کے پیچھے پڑھنی پر جائے تو ہو جائے گی۔ براہ کرم آپ بادلیل واضح فرمائیں کہ زید (یعنی بندہ خود) حج پر جا رہا ہے نماز کیسے ادا کرے؟ فتوے سے ذرا جلد نوازیں کیوں کہ بندہ خود حج پر جا رہا ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

معرفت عبدالرسول ہاشمی، مکان نمبر ۲۶، بلاک اے، وہاڑی بازار، بورے والا، ملتان

الجواب وھو الموفق للصواب

حرمین شریفین خلدہما اللہ تعالیٰ کے امام غیر مقلد نجدی ہیں، لہٰذا ان کے علاوہ سنی علماء جو دوسرے ملکوں سے حج کے لیے جاتے ہیں اکثر اپنی جماعت علیحدہ کراتے ہیں۔ لہٰذا وہاں کوشش کرنا کہ اہل سنت کا کوئی گروہ مل جائے تو ان کے ساتھ جماعت سے پڑھتے رہیں اور کوئی سنی امام نہ ملے تو پھر اکیلے فریضہ بغیر جماعت ادا کرتے رہنا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

ابوالخلیل غفرلہٗ خادم الافتاء جامعہ رضویہ، لائل پور

۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء

جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان، جنرل سوار خان گورنر پنجاب، چوہدری ظہور الٰہی سابق وفاقی وزیر، اور پیر پگاڑا وغیرہ پر کفر کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت (اللہ ان پر رحم کرے) موجودہ دور میں جنرل ضیاء الحق، سوار خان، ظہور الٰہی، پیر پگاڑا وغیرہ بڑے بڑے لیڈر جو دیوبندیوں وہابیوں اور سعودی عرب کے نجدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اعلیٰ

حضرت فاضل بریلوی اور ان کے متبع علمائے اہل سنت کے فتویٰ کے مطابق مسلمان ہیں یا کافر و مرتد؟

جمیل احمد رضوی سیالکوٹ

الجواب:

حضور پرنور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک دیوبندیوں وہابیوں نجدیوں رافضیوں وغیرہ مرتدین کو مسلمان سمجھنے اور ان کی ابتداع کرنے والا بلکہ...... کافر و مرتد ہے۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔

فقط العبد المجیب

سید شجاعت علی قادری

28-9-78

تمہید

بریلوی مولویوں کی انگریزوں سے وفاداری:

بریلوی مولویوں کی انگریزوں سے وفاداری اور حمایت کے متعلق ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی نے لکھا ہے:

جب انگریزوں نے مسلمانوں کے خون سے بے دریغ ہاتھ رنگنا شروع کیے تو سر سید احمد خاں نے اسباب بغاوت ہند رسالہ لکھ کر انگریز کی آتش انتقام کو فرو (ٹھنڈا) کیا اور قدرے اطمینان نصیب ہوا غالباً اس دور کا سیاسی تقاضا تھا کہ عالم و عامی سب ہی نے من حیث القوم وفاداری کا یقین دلایا بلکہ شیعہ حضرات نے بقول ہنٹر فارسی میں ایک رسالہ لکھ کر جہاد کی شدید مخالفت کی۔ علمائے احناف (بریلوی مولویوں) نے بھی انگریزوں کی حمایت میں بہت سے فتوے شائع کیے دو قسم کے علماء تھے ایک وہ جو ہندوستان کو دارالحرب کہتے تھے .... دوسرے وہ جو ہندوستان کو دارالاسلام کہتے تھے اس لیے جہاد کے عدم جواز کے فتوے دیتے تھے۔ بہر کیف ماسوائے چند علماء کے مصلحت وقت کے تحت سب ہی نے انگریزوں کی حمایت میں عافیت سمجھی۔(۱)

قارئین حضرات!

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی کو بھی اعتراف ہے کہ بریلوی مولویوں نے انگریوں سے وفاداری اور ان کی حمایت کی اور انگریزوں کی حمایت میں فتوے شائع کیے۔ جب انگریزوں سے وفاداری اور ان کی حمایت کی تو پھر بریلوی انگریز نواز ہوئے۔

---

(۱) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۳۵)

ملکہ برطانیہ میری کی درگاہ خواجہ غریب نواز پر حاضری

اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین خواجہ غریب نواز کی درگاہ معلیٰ پر رونق افروز ہوئیں۔ خواجہ صاحب ایک پاکیزہ نفس بزرگ و عابد تھے۔ جو بارہویں صدی (عیسوی) کے ابتداء میں غور سے یہاں تشریف لائے اور اپنے فیض صحبت سے اجمیر میں ترقی اسلام کا باعث ہوئے۔ آپ کی درگاہ مرجع خواص وعوام ہے۔ جہاں ہندوستان کے ہر حصہ سے زائرین آتے ہیں۔ درگاہ مذکور میں وہ ڈھول وشمع دان اب تک موجود ہیں جو شہنشاہ اکبر فتح چتوڑ کے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔ داخلہ خانقاہ کے وقت لفٹنٹ کرنل ڈبلیو آرسٹریسٹن کمشنر پریزیڈنٹ وممبران درگاہ کمیٹی نے استقبال کیا اور یہیں ممبران درگاہ کمیٹی کی طرف سے سنہری ونقری تاروں کا ایک گلدستہ پیش ہوا جسے ہر میجسٹی نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس کے بعد درگاہ شریف میں تشریف لے جا کر پورے احترام ودلچسپی سے اس کا معائنہ فرمایا۔ اور چلتے ہوئے یہاں بھی ایک سو پونڈ یعنی پندرہ سو روپیہ بطور نذر دیا۔(۱)

بریلوی مولویوں نے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کیا

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو ان کی انگریزی حکومت مضبوط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کس طرح انگریزی حکومت کو مضبوط کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے تجویز سوچی کہ یہاں کے بڑے بڑے مولویوں کو انگریزی حکومت میں بڑے بڑے عہدے دے دیے جائیں تاکہ ان مولویوں کے ذریعے انگریزی حکومت کو مضبوط کیا جا سکے انگریز ان

---

(۱) (یادگار دربار ۱۹۱۱ء حصہ اول ص ۵۶۹)

بریلوی مولویوں کے ذریعے اپنی حکومت مضبوط کرنے میں کامیاب ہو گیا کیوں کہ ان مولویوں نے انگریزی حکومت کا پورا پورا ساتھ دیا اور بڑے بڑے عہدے انگریزوں سے حاصل کر لیے اور انگریزی حکومت کو خوب مضبوط کیا۔

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبری آبادی کی زبانی سنیے لکھتے ہیں:

انگریزوں کو اس بات کی بڑی خواہش و جستجو رہتی تھی کہ مسلمانوں کے خاندانی اور ذی وجاہت اشخاص افتاء صدارت کے مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند میں انگریزی حکومت عوام میں مقبول ہو سکے ہندوستانیوں کے لیے بڑے سے بڑا عہدہ صدر الصدور عدالت کا تھا اس لیے اکابر و افاضل کو یہی پیش کیا جا سکتا تھا دہلی چونکہ قدیم دار السلطنت اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھا اس لیے یہاں کی صدارت کے لیے خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا تھا چنانچہ مولانا فضل حق کے والد مولانا فضل امام صدر الصدور بنائے گئے ان کے بعد ان کے شاگرد رشید مفتی صدر الدین خان آزردہ صدر الصدور دہلی مقرر ہوئے ان کے متعلق ریذیڈنٹ بادشاہ اکبر ثانی سے بھی مشورہ لیا کرتے تھے ایسے ہی سر رشتہ داری پر مولانا فضل حق مقرر کیے گئے تھے آخر میں یہ بھی لکھنؤ میں حکومت (انگریزی) کی طرف سے صدر الصدور کر دیے گئے۔ (۱)

ڈاکٹر مختار الدین احمد کی زبانی بھی سنیے، لکھتے ہیں:

جب انگریز نے اپنی سلطنت کا استحکام چاہا تو اس نے تجویز سوچی کہ یہاں کے اہل وجاہت اور بااثر و رسوخ اصحاب کو انتظام حکومت میں شامل کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کی وحشت دور ہو اور ان کی نظروں میں اس کا وقار بڑھے چنانچہ شخصی مقدمات فیصل کرنے کے لیے علماء اور پنڈتوں کی خدمات حاصل کی گئیں اس منصوبے کے تحت مفتی (صدر الدین) صاحب بھی انگریزوں کے ملازم ہوئے ان کے (انگریز افسر) جرنیل سر ڈیوڈ اختر لونی کے

ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا اس کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانہ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا اس کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانہ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی ہی کے ساتھ اجمیر اور نمیچ چھاؤنی اور جے پور میں مقیم رہے ان دنوں یہ چار سو روپے مشاہرہ پاتے تھے اس کے بعد انہیں ۱۵ جون ۱۸۴۴ء کو دہلی میں صدر الصدور مقرر کیا گیا۔ (۲)

سید محمد ہاشمی میاں بریلوی ایک محقق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین آزردہ مفتی عنایت احمد کاکوری مصنف صدر امین کول و بریلی، مولانا فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہسواں، مفتی عنایت اللہ گوپاموی قاضی دہلی و سرکاری وکیل الٰہ آباد، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشہ دار امین بریلی، علامہ فضل حق خیر آبادی سررشتہ دار ریزیڈنس دہلی صدر الصدور لکھنؤ، مہتمم حضور تحصیل اودھ مولوی غلام قادر گوپاموی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی وتحصیل دار گوڑ گاؤں مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صدر الصدور دہلی وغیرہ۔ یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عدیم المثال اکابر علماء تھے (انگریزی) حکومت کی باگ دوڑ انہی کے ہاتھ میں تھی۔ (۳)

قارئین حضرات یہ تھے بریلوی اکابر علماء انگریزی حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ

---

(۱) (حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص ۱۷)

(۲) (تذکرہ آزردہ مولفہ مفتی صدر الدین آزردہ، مرتبہ: ڈاکٹر مختار الدین احمد، ص ۶)

(۳) (انوار رضا ص ۴۳۶)

میں تھی اس لیے تو انہوں نے انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

بریلوی مولویوں کو انگریزوں سے ملازمتیں ملیں

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

جس وقت اللہ کے یہ فرماں بردار بندے (سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل) دین و ملت کی خاطر میدان جہاد میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے اس زمانے میں اس تحریک کے سب سے زیادہ مخالف مولانا فضل حق خیر آبادی ۱۲۷۸ھ ف ۱۸۶۱ء ایجنٹ دہلی کے محکمہ میں سررشتہ دار اور مولوی فضل رسول بدایونی، ف ۱۲۸۹ھ۔ ۱۸۷۲ء کلکٹری بدایوں (سہسوان) میں سررشتہ دار تھے۔ حکومت برطانیہ کی دوراندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لیے حاصل کرلیا۔ دہلی میں دبیر الدولہ فرید الدین) ۱۲۴۴ھ، ۱۸۲۸ء) منشی زین العابدین (ف ۱۲۷۳ھ، ۱۸۵۶ء)، مفتی صدر الدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۸ء)، مولوی فضل امام خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ، ۱۸۲۹ء)، مولوی محمد صالح خیر آبادی (برادر فضل امام خیر آبادی) منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزند اکبر فضل امام خیر آبادی) مولوی فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ، ۱۸۶۱ء) بدایوں میں مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۲ء) مولوی علی بخش صدر الصدور (ف ۱۳۰۳ھ، ۶۔۱۸۸۵ء) مراد آباد میں مولوی عبد القادر چیف رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ، ۱۸۴۹ء) الہ آباد میں مفتی اسد اللہ (ف ۱۳۰۰ھ، ۱۸۸۲ء) وقاضی عطا رسول چریا کوٹی کلکتہ میں قاضی نجم الدین خاں کاکوری (ف ۱۲۲۹ھ، ۱۸۱۳ء) اور ان کے صاحبزدگان۔ قاضی سعید الدین (ف ۱۲۶۲ھ، ۱۸۴۶ء) مولوی حکیم الدین (ف ۱۲۶۹ھ، ۱۸۵۴ء) اور قاضی علیم الدین (ف ۱۲۵۷ھ، ۱۸۴۱ء) وغیرہ مدارس میں قاجی ارتضاء علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ،

۱۸۵۳۔۴ء) اور تاسک میں خان بہادر مولوی عبدالفتاح مفتی وغیرہ برصغیر پاک و ہند کے وہ اعاظم وافاضل ہیں جنہوں نے منصب افتاء اقضا اور صدر الصدوری کے ذریعے سرکار کمپنی کے انتظام واقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط کیا۔ (۱)

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

جب ۷۔۱۸۰۶ء میں دہلی میں انگریزی نظم ونسق قائم ہوا اور انگریزوں نے عدالتوں کی تنظیم کی تو اس وقت دہلی میں نامور علماء و فضلا موجود تھے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ محمد اسحاق، شاہ اسماعیل، مولانا عبدالخالق شاہ غلام علی نواب قطب الدین خان، مولوی محبوب علی، مولوی کرامت علی وغیرہ کے نام خاص طور سے ذہن میں آرہے ہیں ان میں سے کسی نے مفتی یا صدر الصدور کی حیثیت سے انگریزی ملازمت اختیار نہیں کی بلکہ خیرآباد کے رہنے والے مولانا فضل امام پہلے مفتی اور پھر صدر الصدور کے منصب پر دہلی میں فائز ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اودھ کے دو خاندانوں نے مجموعی طور سے دولت انگلشیہ کے آغاز میں انگریزی ملازمت اختیار کی اور سرکاری (انگریزی) نظم ونسق کے قیام واستحکام میں مدد دی۔ (۲)

یہاں بریلوی اکابر مولوی فضل امام خیرآبادی کے خاندان کے سرکاری ملازموں کے نام بھی ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے انگریزی حکومت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

دوسرا خاندان مولوی فضل امام خیرآبادی (بریلوی) کا ہے انہوں نے اور ان کے صاحبزدگان اور دوسرے اعزہ نے سرکاری خدمات باحسن وجوہ انجام دیں جیسا کہ ذیل کی فہرست سے ظاہر ہے۔

---

(۱) (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۵۵،۵۶ حاشیہ)

(۲) (مولانا فضل حق خیرآبادی مجموعہ مقالات از افضل حق قریشی ص ۱۶)

۱۔ مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد فاروقی خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ، ۱۸۲۹ء) دہلی میں مفتی عدالت اور بعد ازاں صدر الصدور ہوئے رشوت کے الزام میں ملازمت سے برطرف ہوئے کچھ دنوں ریاست پٹیالہ سے وابستہ رہے۔

مولوی فضل امام کی رشوت کی بنا پر معطّلی:

مولوی فضل امام رشوت لینے پر ملازمت سے معطل کیے گئے تھے مولوی عبد القادر نے لکھا ہے۔ مولوی برکت اللہ دہلوی شاہجہان آباد کے صدر دفتر کے محافظ تھے چونکہ گونڈس صاحب بہادر کے وارد ہوتے ہی رشوت کی بنا پر مولوی فضل امام (خیر آبادی) ملازمت سے معطل ہوگئے۔ (۱)

۲۔ مولوی محمد صالح بن شیخ محمد ارشد خیر آبادی:

مولانا فضل امام کے چھوٹے بھائی، سرکاری اخبار نویس، اکثر راجپوتانہ میں فرائض منصبی ادا کیے۔

۳۔ مولانا فضل الرحمٰن بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

ریاست پٹیالہ میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ ان کے دو بیٹے مولوی فضل حکیم اور فضل علیم تھے۔ فضل حکیم کے بیٹے خان بہادر فضل متین سیشن جج پٹیالہ تھے۔

۴۔ مولوی منشی فضل عظیم بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

ولیم فریزر کے خاص معتمد و منشی رہے اس لیے منشی فضل عظیم مشہور ہوئے جنگ گورکھاں میں خدمات انجام دیں تحصیل دار ڈپٹی کلکٹر کے عہدوں پر فائز ہوئے۔

۵۔ مولانا فضل حق بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

سررشتہ دار عدالت دیوانی (رزیڈنسی دہلی)

---

(۱) (علم وعمل ص ۱۹۹ جلد دوم)

۶۔ منشی کرم احمد بن فضل احمد بن احمد حسین (برادر مولانا فضل امام خیر آبادی، جنرل آکٹرلونی کے منشی اور سرکاری اخبار نویس رہے بعد ازاں امجد علی شاہ (اودھ) کے وزیر نواب شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں کے میر منشی رہے۔

۷۔ برکت علی خان' مولانا فضل امام خیر آبادی کے حقیقی بھانجے:

جنرل آکٹرلونی کے میر منشی مختلف خدمات پر مامور رہے۔

۸۔ الٰہی بخش نازش ولد محمد صالح (ف ۱۲۸۹ھ) وکیل ریاست ٹونک (دراجمیسر ایجنسی و میواڑ)

۹۔ تفصیل حسین بن محفوظ علی خاں' مولانا امام خیر آبادی کی بھانجی کے فرزند (ف ۱۲۷۰ھ)

جنرل آکٹرلونی کے یہاں بحیثیت وکیل ریاست ٹونک رہے۔

۱۰۔ احمد بخش خیر آبادی، اخبار نویس کشن گڑھ من جانب سرکار۔ (رشتہ دار)

۱۱۔ مولوی قادر بخش خیر آبادی، عدالت فوجداری پٹیالہ میں صدر الصدور تھے۔ (رشتہ دار)

۱۲۔ مولوی غلام قادر گوپاموی (سبط مولانا فضل امام) ناظر سر رشتہ دار عدالت دیوانی و تحصیل دار گوڑ گاؤں۔

مولانا فضل امام کے ارکان خاندان اور اعزہ مختلف سرکاری (انگریزی حکومت کے) عہدوں پر فائز رہے جس کی بدولت ان کو عزت و ناموری اور مرفہ الحالی اور فارغ البالی حاصل ہوئی۔ انگریزی حکومت کو بھی اس کا احساس تھا چنانچہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے مقدمہ میں اسپیشل کمشنر نے اپنے فیصلہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"وہ (مولانا فضل حق) اودھ کا باشندہ ہے اور ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو

انگریزی حکومت کا ساختہ پرداختہ ہے بلکہ ایک زمانہ میں وہ خود بھی سرکاری ملازمت میں اچھے بڑے عہدہ پر متمکن تھا لیکن گزشتہ کئی برس سے ملازمت ترک کر کے، اودھ، رام پور اور وغیرہ کے متعدد دیسی ریاستوں میں معقول عہدوں پر ممتاز رہا ہے۔ اس کی ہمیشہ بہت شہرت رہی ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے اس کی تائید کی ہے چنانچہ وہ اپنی درخواست بنام وزیر ہند (جنوری ۱۸۶۰ء) میں لکھتے ہیں:

”جیسا کہ اسپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلہ میں ذکر کیا ہے کہ میرا خاندان اپنی دنیوی حیثیت کے لیے بہت حد تک سرکار انگریز کا مرہون منت ہے ایک زمانہ میں خود بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا۔“ (۱)

مولانا احمد رضا نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کر کے انگریزوں کو فائدہ پہنچایا

تحریک خلافت اور تحریک موالات یہ دونوں تحریکیں انگریز کے خلاف چلائی گئیں تھیں خود بریلویوں کی زبانی سنیے۔

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور پورے ملک میں انگریز حاکموں کے خلاف ایک شورش برپا ہوگئی۔ (۱)

---

(۱) (مولانا فضل حق خیرآبادی مجموعہ مقالات از افضل حق قرشی، ص ۱۶ تا ۲۰)

(۱) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۲۷)

آگے پھر لکھتے ہیں:

تحریک خلافت اور ترک موالات دونوں کی مشترکہ اساس انگریزوں کی مخالفت و مقاطعت تھی۔ (۱)

پروفیسر محمد صدیق بریلوی لکھتے ہیں:

برصغیر میں تحریک خلافت اور تحریک ہجرت کے دوران جب ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات نے زور پکڑا تو یہ دور اسلامیہ کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دور تھا کیوں کہ اس تحریک کے پروگرام میں نہ صرف انگریزی عدالتوں، کونسلوں اور انگریزی ملازمتوں سے علیحدگی بلکہ یونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقاطعہ پر زور دیا گیا تھا سرکاری خطابات کی واپسی اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔ (۲)

قارئین حضرات

آپ نے ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر محمد صدیق کی عبارتیں پڑھ لیں اور آپ یہ سمجھ گئے کہ یہ دونوں تحریکیں بریلویوں کے نزدیک بھی انگریزوں کے خلاف چلائی گئیں تھیں مگر مولوی احمد رضا نے ان دونوں تحریکوں کے خلاف فتوے بھی دیئے جو انگریزوں کے ایماء سے چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیے گئے اور ان دونوں تحریکوں کی ڈٹ کر مخالفت کی گئی۔

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمانوں محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول

---

(۱) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۲۷)

(۲) (پروفیسر مولوی حاکم علی ص ۹۷)

آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بنا پر اس (تحریک ترک موالات) کی شدید مخالفت کی گئی جن متدین علماء نے مخالفت کی ان میں سرفہرست اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مولوی احمد رضا) کا نام نامی نظر آتا ہے۔ (۱)

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

۱۹۱۹ء میں مسئلہ خلافت پیش آیا امام احمد رضا کو شرعی بنیادوں پر اس سے اختلاف تھا ......امام رضا نے ایک استفتاء کے جواب میں مسئلہ خلافت پر محققانہ بحث کی اور اپنا مؤقف پیش کیا چونکہ اس جواب کی اشاعت سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اس لیے اس کو شائع نہ کیا چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء میں امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظر عام پر آیا۔ (۲)

قارئین حضرات جب مولوی احمد رضا نے فتویٰ دیا تو یہ فتویٰ انگریزوں کے موافق تھا اس لیے ان کو فائدہ ہوا جس نے فتویٰ لینا تھا اس نے لے لیا، چھپوانا یا نہ چھپوانا ضروری نہ تھا کیوں کہ فتویٰ لینے سے پتہ تو چل گیا کہ یہ فتویٰ انگریزوں کے فائدے کا ہے ڈاکٹر مسعود کو بھی اعتراف ہے کہ ان تحریکوں کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اور فائدہ پہنچا تب ہی تو فتوے انگریزوں کے ایماء سے چھپوا کر تقسیم ہوئے۔

مولانا احمد رضا کے نزدیک انگریزوں سے مدرسوں کے لیے امداد لینا جائز ہے

(۱) سوال:

۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کو بنارس کچی باغ سے سوال آیا۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں پچیس

---

(۱) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۲۷)

(۲) (دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص ۲۳، ۲۴ افتتاحیہ)

سال سے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد ماہوار ایک سوروپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ و احادیث وقرآن کی تعلیم ہوتی ہے ممبران خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیے پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں۔ مدرسہ ھذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی۔

جواب:

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاط شکل شرط میں دیا گیا کہ جب کہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بنا پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔

(۲) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے ایسے مدارس کے لیے (انگریزی) گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو۔(۱)

(۳) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اور تعلیم دین کے لیے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے۔(۲)

مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

---

(۱) (المحجة الموتمنة فی آیة الممتحنة ص۹۲، شامل رسائل رضویہ جلد۲)

(۲) (المحجة الموتمنة فی آیة الممتحنة ص۹۷)

ظاہر ہے کہ گورنمنٹ سے امداد لینا اس کو اپنا محسن بنانا ہے اور یہ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ محسن کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۱)

مولوی احمد رضا نے ایک کتاب (المحجة المؤتمنة) تحریک ترک موالات کے خلاف لکھی ہے۔

مولوی احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی مخالفت کر کے انگریزوں کو فائدہ پہنچایا۔ ڈاکٹر مسعود بریلوی، محمد ہاشمی میاں بریلوی اور پروفیسر محمد صدیق بریلوی نے لکھا ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی جب یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی اس کی مخالفت کرنا یقیناً انگریزوں کو فائدہ پہنچانا اور اپنے آپ کو انگریزوں کا حمایتی ظاہر کرنے کے برابر تھا۔

ڈاکٹر مسعود بریلوی لکھتے ہیں:

فاضل بریلوی نے ترک موالا کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا سخت مخالفت فرمائی یہ وہ زمانہ تھا جب ترک موالات کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف (برابر) تھا۔ (۲)

انگریز مؤرخ فرانسس رابن سن نے بھی مولانا احمد رضا کو انگریزوں کا حمایتی بتایا ہے

انگریز مؤرخ اپنی کتاب:

Separatism -Among Indian Muslims میں لکھتا ہے:

آپ (مولوی احمد رضا) کا عام موقف سلطنت برطانیہ کی حمایت کرنا تھا اور آپ نے

---

(۱) (كلمة الحق بحوالہ اوراق گم گشتہ ص ۵۶۵)

(۲) (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۴۱)

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ءتا۱۹۱۹ء) کے دوران سلطنت برطانیہ کے طرف دار رہے آپ نے تحریک خلافت کی مخالفت کی اور ۱۹۱۲ء میں تحریک ترک موالات کے خلاف علماء کی ایک کانفرنس بلائی۔ آپ کا عام لوگوں پر اچھا خاصا اثر تھا لیکن تعلیم یافتہ طبقہ آپ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ (۱)

بابر خاں لکھتے ہیں:

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول کی ابتدا کے بعد ترکی نے مغربی یورپ کی مسلسل بد عہدیوں اور ناانصافیوں سے عاجز آ کر جرمنی کے ساتھ اتحاد کرلیا تھا۔ برطانیہ (انگریزی حکومت) نے اس سلسلے میں اہل ہند کے بعض علماء سے جن میں مولانا احمد رضا بریلوی خاص طور پر شامل ہیں ترکی کے خلاف فتاویٰ بھی حاصل کر لیے تھے۔ (۲)

پیام شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

یہ ہیں احکام اور فقیہان اسلام کے فتاویٰ جن کی بنیاد پر مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فتویٰ دیا کہ مفلس پر اعانت مال نہیں۔ بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں بلکہ مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔ (۳)

(۱۸۵۷ء کا جہاد) کے مصنف لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے مریدین باصفا اور بریلوی مکتبہ فکر کے اکابر وعوام کو جو فکر ونظر عطا کر گئے اور جس راستے کی طرف راہنمائی کر گئے ان کے مریدین وتبعین نے اس سے سر مو انحراف نہ کیا پیران طریقت نے ان کی نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا

---

(۱) (سپر ٹزم امنگ انڈیم مسلمز ص ۴۲۲)

(۲) (برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار ص ۱۳۶)

(۳) (دوام العیش ص ۴۶)

کہ امام اہل سنت کی نصیحت تھی اور اس کی بنیاد فقہ اسلامیہ کی مستند کتب پر تھی جس کی رو سے ایک پر امن حکومت کے خلاف خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو فتنہ و فساد حرام ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم اول ہو یا ترک موالات و مسئلہ خلافت ہو یا جلیانوالہ باغ کا سانحہ اہل طریقت نے ہر موقع پر حکومت سے تعاون کیا فتنہ و فساد سے اجتناب کیا اور سرکار برطانیہ سے وفاداری کا اظہار کیا۔ (۱)

محمد فاروق قریشی لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے مریدوں اور مقلدوں نے ان کے حکم وارشاد کے مطابق عمل کیا اور بریلوی مکتب فکر کے علماء و اکابرین نے بحیثیت جماعت آزادی کی تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی اس کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

جلیانوالہ باغ، تحریک خلافت اور ترک موالات میں ان کا تعاون برطانوی سرکار کو حاصل رہا۔ انہوں نے برطانوی سرکار سے یک جہتی کے اظہار کے لیے فتوے جاری کیے کئی کتب تصانیف کیں جن میں اپنے مریدوں کو ان میں حصہ لینے سے روکا گیا تھا ان تحریکوں کو فتنہ و فساد قرار دیا یا قومی تحریکوں اور جدوجہد کے بارے میں ان کا رویہ مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (۲)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست کے متعلق لکھتا ہے:

---

(۱) (۱۸۵۷ء کا جہاد ص ۱۴۳، ۱۴۴)

(۲) (ولی خان اور قرارداد پاکستان ص ۳۰۹)

سوء اتفاق کہ منظّم تیاری نہ ہونے اور اپنوں کی غداری اور غفلت کی وجہ سے انگریز دہلی پر مسلط ہو گئے۔ (۱)

قارئین حضرات! مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کے اپنے کون تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی۔ ان کے اپنے بریلوی ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی جس کا اعتراف مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کو ہے۔

حکیم محمود احمد برکاتی بریلوی لکھتا ہے:

دہلی کے مسلمانوں میں سے ایک گروہ انگریزوں کا مخالف اور دشمن ہے مگر دوسرا گروہ انگریزوں کی محبت میں اتنا بڑھا ہوا ہے کہ وہ باغی لشکر کو نقصان دینے اور مجاہدین کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا کے نہیں رکھتا اور ان میں باہم پھوٹ ڈالنے میں مصروف ہے۔ (۲)

قارئین حضرات! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں یہ بریلوی ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی اور انگریزوں سے وفاداری کی اور مجاہدین کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ از مرتب

---

(۱) (باغی ہندوستان ص۲۰ حرف آغاز)

(۲) (فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص ۳۴، ۳۵)

مولانا فضل رسول بدایونی

حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی کے بڑے صاحبزادے فضل رسول نام ماہ صفر ۱۲۱۳ھ میں ولادت ہوئی، دادا بزرگوار حضرت شاہ عبدالحمید بدایونی نے ظہور محمدی تاریخی نام رکھا۔ صرف ونحو کی کتابیں دادا سے پڑھیں۔ بروز پنج شنبہ ۲ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ کو وصال ہوا۔(۱)

مولوی فضل رسول بدایونی نے علم موسیقی بھی حاصل کیا تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں: مولانا فضل رسول بن مولوی عبدالمجید قادری ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے ان کے خاندان میں علم وفضل متورث تھا ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی پھر لکھنؤ میں مولانا نورالحق فرنگی محل سے تحصیل عمل کی علوم دینیہ سے فروغ کے بعد دھول پور میں حکم پیر علی موہانی سے عمل طب کی تکمیل کی اس زمانے میں عمل موسیقی میں کمال حاصل کیا۔(۲)

مولوی فضل رسول بدایونی اپنے مسلک میں بہت زیادہ متعصب تھے اور وہابیوں کے بہت زیادہ مخالف تھے۔

مولوی محمود احمد قادری بریلوی لکھتا ہے۔ حضرت نے وہابیت کے انسداد کے لیے بڑی کوشش فرمائی۔ مولوی رضی الدین بسمل بدایونی نے تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ حضرت قطب صاحب کے مزار شریف پر معتکف تھے عین مراقبہ میں دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست اقدس میں اس قدر کتب کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آئی ہے۔ آپ نے عرض کیا اس قدر تکلیف

---

(۱) (تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۰۸۔۲۱۰)

(۲) (اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص ۴۱۲)

حضور نے کس لیے گوارا فرمائی۔ ارشاد مبارک ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیوں کا قلع قمع کرو بمجرد اس ارشاد کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول صف اول کے ان ممتاز علماء و مشائخ میں سے تھے جنھوں نے فتنہ وہابیت کے سد باب کے لیے کوشش بلیغ فرمائی۔(۱)

محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں مولانا فضل رسول بدایونی بہت بڑے فقیہہ اور مجادلہ ومناظرہ میں مشہور تھے اپنے مسلک اور نقطہ نظر میں سخت متعصب تھے علماء سے مخاصمت اور بحث و جدل میں بہت تیز تھے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تکفیر کرتے تھے اور انہوں نے بدعات ورسوم کی جو تردید کی ہے اس کو غلط قرار دیتے تھے بعض مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہدف تنقید بنا لیتے اور اس ضمن میں بہت آگے نکل جاتے۔(۲)

مولوی خاص مقتدی خان شروانی (ف ۱۸۶۸ء) لکھتے ہیں:

ان کے زمانے میں مولانا فضل رسول بدایونی (المتوفٰی ۱۲۸۹ھ) ایسے غالی حنفی تھے ''وہابی'' کو گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے وہ مولوی سعد الدین صاحب کو اس درجہ تنگ اور دق کرتے تھے کہ ایک بار ان کا سقا بھنگی تک بند کر دیا تھا مگر مولوی سعد الدین صاحب اس پر بھی اپنی مساعی سے باز نہ آئے۔(۳)

مولوی فضل رسول بدایونی کی انگریز نوازی:

مولوی فضل رسول بدایونی انگریزوں کے بڑے خیر خواہ اور انگریزوں کے تنخواہ دار

---

(۱) (تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۰۹، ۲۱۰)

(۲) (فقہائے پاک و ہند تیرہویں صدی ہجری جلد سوم ص ۱۳۴)

(۳) (تحفۃ المسلمین ص ۱۱۳، ۱۱۴ بحوالہ اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص ۳۸۰)

ملازم تھےاور وظیفہ خوار اور انگریز نواز تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولوی فضل رسول بدایونی کا کردار یہ ہے کہ اس نے انگریزوں کی حمایت کی۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں۔ مولوی فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اول مفتی عدالت اور پھر کلکٹری میں رشتہ دار رہے۔ اس زمانہ میں ضلع بدایون کا صدر مقام سہسوان تھا۔ بنارس میں راجہ انوپ سنگھ کے ملازم رہے۔ کچھ مدت بریلی میں مطب کیا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جب بدایون سے انگریزوں کا نظم ونسق اٹھ گیا تو جان پر کھیل کر چند روز بدایون کا انتظام کیا اور سرکاری عملے (انگریزوں کے ملازموں) کی حفاظت کی پھر حیدر آباد پہنچے سترہ روپیہ یومیہ کا وظیفہ حاصل کیا۔ (۱)

مولوی فضل رسول بدایونی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنی جان پر کھیل کر انگریزوں کے ملازموں کی حفاظت کی کیوں کہ وہ انگریزوں کے بڑے خیر خواہ تھے پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی کی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے صفحہ نمبر ۱۴۰، ۱۴۱ کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) (تذکرہ علماء ہند ص ۳۸۱، ۳۸۲، حاشیہ)

مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتا ہے:

مولانا کا وصال ۱۲۸۹ھ میں ہوا یہاں پر مناسب ہوگا کہ اکمل التاریخ حصہ اول ص ۱۰۰ کے الفاظ بجنسہ نقل کر دیے جائیں دربار اودھ سے جائداد اور معافیات مصارف کے لیے نذر کی گئیں جس کے فرمان واسناد اب تک موجود ہیں غدر (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے بعد سرکار برطانیہ (انگریزی حکومت) کی جانب سے من جملہ معافیات سابقہ عطیات شاہان سلف کے موجودہ جائداد معافی دوامی کا سارٹیفکیٹ آپ کے ہی نام کمشنری مراد آباد سے صادر ہوا۔ (۱)

مولوی فضل رسول کی اکثر تصانیف سرکاری ملازم کی مدد سے شائع ہوئی تھیں اور ریاست حیدر آباد سے سترہ روپے وظیفہ ملتا تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کی طباعت کے سلسلے میں ایک بات خاص طور سے ہم نے نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ مولوی فضل رسول بدایونی کو ریاست حیدر آباد سے سترہ روپے یومیہ وظیفہ دیا گیا جو بعد کو گیارہ روپے یومیہ ہو گیا اور ۱۹۱۵ء تک ان کی اولاد کو ملتا رہا جیسا کہ ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے۔ (۲)

مولانا غلام حیدر

مولوی غلام حیدر ولد امام بخش مولوی فضل رسول بدایونی کے حقیقی برادر نسبتی (سالا

---

(۱) (بدایوں ۱۸۵۷ء میں ص ۵۳)

(۲) (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۶۳)

صاحب) تھے۔ مولوی غلام حیدر انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر خواہ تھے۔ انگریزوں سے وفاداری کے صلے میں ان کو انگریزوں سے خان بہادر کا خطاب اور جاگیر ملی تھی۔

مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں:

مولوی غلام حیدر ولد امام بخش شیخ صدیقی حمیدی بدایونی ۱۲۶۶ھ میں مارہرہ ضلع ایٹہ میں سب انسپکٹر پولیس تھے اور سہارنپور میں تحصیل دار بھی تھے۔ تحریک آزادی ۱۸۵۷ء بحیثیت تحصیل دار کے وفادار اور خیر خواہ (انگریزوں کے) رہے اس صلہ میں انگریز نے خاں بہادر کے خطاب کے علاوہ موضع بھڈولی ضلع بلند شہر میں جاگیر عطا کی ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ (۱)

مولانا فضل حق خیر آبادی

مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے اپنے والد مولوی فضل امام کے شاگرد تھے، حدیث مولانا عبدالقادر دہلوی سے پڑھی، قرآن مجید چار ماہ میں حفظ کر لیا تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے۔ (۲)

مولوی فضل حق خیر اور انگریزی ملازمت:

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ نے سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کی اور انیس سال کی عمر میں ۱۲۳۱ھ ۱۸۱۶ء سے کچھ قبل سررشتہ دار عدالت دیوانی (کچہری چیف) مقرر ہوئے سولہ

---

(۱) (بدایوں ۱۸۵۷ء میں ص ۵۴)

(۲) (تذکرہ علمائے ہند ص ۳۸۲)

سال تک یہ ملازمت کی اور پھر ۱۲۴۵ھ ۱۸۳۱ء کے اواخر میں پینتیس سال کی عمر میں مستعفی ہو گئے۔ (۱)

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل حق کی زندگی کا آغاز رزیڈنسی (انگریزی ملازمت) دہلی کی ملازمت سے ہوا پھر وہ جھجر، سہارنپور، ٹونک نواب، رام پور، واجد علی شاہ (لکھنؤ) اور راجا الور کے یہاں ملازم رہے۔ (۲)

مولوی فضل حق خیر آبادی کے مشاغل:

مولوی فضل حق خیر آبادی شطرنج کے بڑے شوقین تھے۔

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں: علامہ کو شطرنج کا بے حد شوق تھا اور حکیم مومن سے بازی رہتی تھی۔ (۳)

مولوی رحمان علی لکھتے ہیں:

۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں، میں ان کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوا تو عین حقہ پینے اور شطرنج کھیلنے کی حالت میں ایک طالب علم کو افق المبین کا سبق دے رہے تھے۔ (۴)

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ خالصتاً ذہانت سے تعلق رکھنے والے کھیل شطرنج کا نہ صرف علم رکھتے بلکہ پوری مہارت رکھتے تھے۔ (۵)

---

(۱) (علامہ فضل خیر آبادی ص ۴۸)

(۲) (مولانا فضل حق خیر آبادی از افضل حق قرشی ص ۱۲)

(۳) (حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص ۲۴)

(۴) (تذکرہ علمائے ہند ۳۸۳)

(۵) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۹۷)

نواب صدیق حسن خاں صاحب تاریخ قنوج میں لکھتے ہیں:

فقیر (نواب صدیق حسن) کو ان کی صحبت دہلی میں حضرت استاد کے مکان پر نصیب ہوئی۔ اس قدر علم وکمال اور علم وحکمت اور فلسفہ، ریاضی، عربی ادب اور لغت میں اتنی دستگاہ ہونے کے باوجود حسن اخلاق اور عالمانہ تواضع سے بہت دور تھے۔ ان کا مزاج امیرانہ تھا ان کی توجہ عیش وعشرت کی جانب تھی اور غیر شرعی لباس اور نرد اور شطرنج کی کھیلوں میں بے حد فخر محسوس کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ داڑھی چڑھی ہوئی اور لباس شاہانہ ہے۔ (۱)

شطرنج اور نرد کے متعلق حکم:

حضرت بریدہ اپنے والد I سے روایت کرتے ہیں کہ نبی a نے فرمایا: جس شخص نے چوسر (نردتیر) کو کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے خون اور گوشت سے رنگ لیا۔ (۲)

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں:

شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے۔ البتہ چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے کیوں کہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے۔ اور شطرنج کو چوسر (نردتیر) پر قیاس کر کے حرام کہا ہے۔ قاضی ابوالحسین نے ذکر کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابی عمر حضرت ابن عباس n سعید بن مسیّب، قاسم، سالم، عروہ، محمد بن علی بن حسین، وراق اور امام مالک f کے نزدیک شطرنج حرام اور یہی قول امام ابوحنیفہ e کا ہے۔ (۳)

---

(۱) (تاریخ قنوج ص ۳۶ بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی ص ۱۶۵)

(۲) (شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۶ ص ۶۳۶)

(۳) (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۳۶)

مولانا احمد رضا کا فتویٰ شطرنج کے متعلق:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔

ومسئلة الشطرنج مبسوط فی الدرر وغیرها من الخطر والشهادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحه فی رد المحتار. واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم. (۱)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور کالا خضاب:

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

مولانا بایں علم وفضل خشک طبیعت نہ رکھتے تھے، زندہ دلی، رفیق طبیعت تھی۔ مرحوم جس زمانہ میں انگریزی حکومت کے ملازم تھے، ڈاڑھی سفید ہونے کو آئی خضاب کا استعمال شروع کیا ان کے ایک مولوی دوست کو اس پر سخت اعتراض تھا اور وہ ہمیشہ مولانا سے کہا کرتے تھے آپ خضاب کیوں لگاتے ہیں؟ مولانا ہمیشہ اپنے مولوی دوست کا یہ اعتراض سن کر خاموش ہو جاتے تھے ایک دن ضبط نہ کر سکے کہنے لگے مولوی صاحب کوئی دنیا کمانے کے لیے مسجد میں مولوی بن کر بیٹھتا ہے کوئی پیری مریدی کرتا ہے کوئی لوگوں کو تعویذ لکھ کر دیتا ہے۔ میں بھی آخر دنیادار ہوں کھانے کے لیے مریدوں اور غریبوں کی جیب نہیں کاٹتا صرف اپنا ہی منہ سیاہ کر لیتا ہوں۔ (۲)

---

(۱) (احکام شریعت حصہ سوم ص ۲۳۳)

(۲) (حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص ۳۳)

مولانا احمد رضا کا فتویٰ کالے خضاب کے متعلق:

مسئلہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ۔ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے۔ اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے، جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نبی a نے فرمایا ان (بالوں) کو کسی چیز سے تبدیل نہ کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔ (۱)

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

میں نے شیخ فضل حق کو اپنی طالب علی کے زمانہ میں مسجد دہلی میں دیکھا تھا اس وقت وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور وہاں وہ جمعہ کی نماز کے لیے آئے تھے ان کا لباس علماء کا نہیں بلکہ امراء کا تھا۔ (۲)

مولانا سید عبدالحیٔ لکھتے ہیں:

ان کی وضع قطع علما کی سی نہیں تھی، امراء کی سی تھی، شطرنج کھیلتے اور مزامیر سنتے اور مجالس رقص میں شرکت اور دوسری ممنوع باتوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ (۳)

حکیم محمود احمد برکاتی بریلوی، مولوی محمد حسین آزاد اور نواب سرور جنگ کے حوالہ سے

---

(۱) (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۱۰)

(۲) (ابجد العلوم ص ۹۱۵ بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی ص ۱۶۳، ۱۶۴)

(۳) (نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۷۵)

لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں: مولوی فضل حق صاحب مرزا (غالب) کے بڑے دوست تھے ایک دن مرزا ان کی ملاقات کو گئے ان (مولانا) کی عادت تھی کہ جب کوئی بے تکلف دوست آیا کرتا تو خالق باری کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ ”بیا برادر آورے بھائی“۔ چنانچہ مرزا صاحب کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ مصرع کہہ کر بٹھایا۔ ابھی بیٹھے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب کی رنڈی (فاحشہ عورت، طوائف) بھی دوسرے دالان سے اٹھ کر پاس آن بیٹھی۔ مرزا نے فرمایا ہاں صاحب اب وہ دوسرا مصرع بھی فرما دیجیے۔ ”بنیش مادر بیٹھ ری مائی“۔

اس لطیفے کا صحیح واقعہ مراز غالب کی بہن کے پوتے نواب سرور جنگ نے اپنی خود نوشت میں اس طرح درج کیا ہے۔ مرزا غالب کی مولانا فضل حق سے کمال دوستی تھی ہر شب کو معمولاً مرزا مولانا کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک شب کو مولانا جو سر رشتہ دار ریزیڈنٹ تھے باہر صحن میں بیٹھے ہوئے کچھ مثلیں دیکھ رہے تھے۔ ایک رنڈی (فاحشہ عورت، طوائف) بھی اس امر کی منتظر کہ مولانا دیکھ لیں تو سلام کر کے بیٹھ جاؤں۔ کھڑی ہوئی تھی اس عرصے میں مرزا لالٹین لیے آگے آگے پہنچے مولانا نے سر اٹھا کر کہا: ”بیا برادر آورے بھائی“۔ مرزا نے کہا دوسرا مصرع بھی پڑھ دیجیے کہ دیر سے منتظر کھڑی ہے۔ دوسرا مصرع یہ ہے: ”بنش مادر بیٹھی ری مائی“۔(۱)

مولوی عبدالشاہد خان شروانی لکھتے ہیں:

ابتدا عمر ہی سے عیش و عشرت کے خوگر تھے۔ حکمران ہونے پر بھی عادت نے ساتھ نہ

---

(۱) (آب حیات ص ۲۲۷، کارنامہ سروری ص ۳۷ بحوالہ غالب نام آورم) (بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ۱۲۵، ۱۲۶)

چھوڑا۔(۱)

مولانا فضل حق خیر آبادی کی زبانی اور سنیے:

کس قدر افسوس ہے کہ میں اپنی عمر خواہشات میں برباد اور اپنی زندگی بداعمالی میں تباہ کرتا رہا اپنی عزت وتوقیر واہیات باتوں کی وجہ سے گراتا اور اپنی پونجی کی بڑی مقدار مٹاتا رہا، حیات کے خوش گوار دن اترائے میں اور بہترین ایام لہو ولعب میں گزارتا رہا۔(۲)

مولانا فضل حق خیر آبادی بدعتی کہلاتا تھا:

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

علامہ فضل حق کو بھی یہ انداز ناگوار گزرا علامہ خود بھی بدعتی کہلاتے تھے۔(۳)

واقعہ ہنومان گڑھی اور مولانا فضل حق خیر آبادی کی انگریز سے خیر خواہی:

ہنومان گڑھی کے واقعہ میں مولوی فضل حق خیر آبادی نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اور مولوی امیر علی کے قتل اور جہاد کے خلاف فتویٰ دیا تھا اس وقت مولوی فضل حق خیر آبادی انگریزوں کے ملازم تھے۔

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ فضل حق خیر آبادی ان دنوں وہاں صدر الصدور اور مہتمم کچہری حضور کے منصب پر فائز تھے۔(۴)

عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں:

---

(۱) (باغی ہندوستان ص ۸۴)

(۲) (باغی ہندوستان ص ۱۲۶)

(۳) (حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص ۲۰)

(۴) (علامہ فضل حق خیر آبادی ص ۳۳۱)

۱۸۴۸ء میں لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل ہند کی تنبیہ پر حضور کونسل قائم کی گئی تھی جس کے صدر مہتمم علامہ فضل حق خیرآبادی بنائے گئے تھے حکام کے مظالم اور رعایا کی ابتری کی ویسے ہی شکایت تھی اس عزم و جہاد اور شاہ صاحب کے اعلان پر مسلمانوں کے جوش و خروش نے ہوش وحواس گم کردیے شاہ صاحب (مولانا امیر علی) کے سمجھانے کے لیے علماء وامراء کو بھیجا علامہ نے بھی عہدے کی ذمہ داری اور بسہولت مطلب برآری کی بناء پر گفتگو میں حصہ لیا۔ (۱)

پروفیسر محمد ایوب قادری قیصر التواریخ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ہنومان گڑھی کا واقعہ واجد علی شاہ کے عہد کا ایک حادثہ کا حصہ ہے۔ اجودھیا میں بابر کے عہد کی ایک مسجد اور چند دوسری مساجد بھی تھیں، ساتھ ہنومان گڑھی کے نام سے ہندوؤں کا ایک استھان اور مندر تھا، مسلمانوں کی قلت تعداد کی وجہ سے ہندو ہمیشہ ان مساجد کی بے حرمتی کرتے تھے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں ہند تعلقہ داروں کی شہ پر گڑھی کے مہنت اور بھی خودسر ہو گئے انہوں نے مسجد کے ایک حصے کو نقصان پہنچایا، اذان دینے کی ممانعت کردی اور مسجد کی بے حرمتی کی۔ جولائی ۱۸۵۵ء میں شاہ غلام حسین اور مولوی محمد صالح اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ایک جماعت لے کر ہنومان گڑھی پہنچے پیراگیوں نے انہیں گھیر لیا، حکومت کے بعض افسر بھی رشوت لے کر ان سے مل گئے، پیراگیوں سے مل گئے، پیراگیوں سے مقابلہ ہوا ۲۶۹ مسلمان مسجد میں ذبح کردیے گئے، قرآن کریم کو پیروں سے روندا گیا جوتے پہن کر مسجد میں سنکھ بجایا گیا یہ سب کچھ واجد علی شاہ کی حکومت اور علی نقی خان کی وزارت میں ہوا۔ (۲)

---

(۱) (باغی ہندوستان ص ۱۳۵)

(۲) (قیصر التواریخ جلد دوم ص ۱۱۲)

اس قومی حادثے اور ناموس اسلام کی ہتک پر مولوی امیر علی جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ان کی تقریروں نے مسلمانوں میں آگ لگا دی اور ہیجان برپا کر دیا رام پور، بریلی پیلی بیت، اضلاع روہیل کھنڈ سے مجاہدین پہنچنے لگے، واجد علی شاہ کی حکومت پریشان ہو گئی وزیر علی نقی کی بری حالت ہوئی امراء عمائد سمجھانے بجھانے کے لیے دوڑے حکومت کے عمال ہندو تعلقہ داروں سے مل گئے تھے۔ مجتہدین اور علماء نے حکومت کی مدد کی مفتی سعد اللہ مراد آبادی ف ۱۲۹۴ھ، مولوی ابوالحسن فرنگی محل ف ۱۲۸۳ھ۔ ۱۸۶۶ء، مولوی حسین احمد ملیح آبادی ف ۱۲۷۵ھ۔ ۱۸۵۹ء، مولوی محمد یوسف فرنگی محل ف ۱۲۸۶ھ۔ ۱۸۷۰ء، مولوی برہان الحق فرنگی ف ۱۲۸۶ھ۔ ۱۸۷۰ء، مولوی خادم احمد فرنگی محل ف ۱۲۷۱ھ۔ ۱۸۵۵ء، مولوی تراب علی ف ۱۲۸۱ھ اور مولانا فضل حق خیر آبادی وہ نامور علماء ہیں جنہوں نے حکومت اودھ کے نقطہ نظر کی تائید و توثیق کی ظاہر ہے کہ اس سے مولوی امیر علی کی تحریک کو نقصان پہنچا مولوی فضل حق اور مفتی سعد اللہ تو خیر حکومت اودھ کے ذمے دار اور ملازم تھے اور وزیر علی نقی خان سے تعلق رکھنے والے تھے لہٰذا مجبور تھے۔ (۱)

پروفیسر ایوب قادری بریلوی قیصر التواریخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مجتہدین لکھنؤ علمائے فرنگی محل اور دوسرے علماء نے بھی اس طرح فتوے دیے جس سے حکومت اودھ کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی تھی ان میں بعض تو حکومت اودھ کے براہ راست ملازم تھے، قیصر التواریخ کا ہم عصر مولف لکھتا ہے۔

اس عرصہ میں حسب الحکم بادشاہ اور فہمائش حضور عالم (علی نقی خان وزیر) سے سلطان العلماء (سید محمد) نے بھی اس باب میں کچھ تحریر کیا (خبر) مولوی (امیر علی) صاحب کو پہنچی لیکن اسے خلاف نفس الامر سمجھے، پھر سلطان العلماء نے کوئی فتویٰ بہ تصریح حکم

---

(۱) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۶۳، ۶۴ فضل حق قریشی)

سرکار سے دستخط نہ کیا بلکہ جواب دیا کہ ایک شخص نے غرض نفسانی رفع توہین اسلام پر کمر باندھی ہے، اور تن بمرگ دیا ہے۔ سراسر اس کے حق بجانب ہے کیوں کہ خلاف شریعت عزاے احمدی بخوف حاکم لکھوں، لیکن مقام حیرت یہ ہے کہ تمام ہندوستان میں لکھنؤ دار المومنین مشہور ہے۔ ایک مسکین، ضعیف ونحیف نے ہمت مردانگی کی ہے۔ مقام عبرت ہے علمائے فرنگی محل نے بھی اسی طریق سے تحریر کیا بلکہ راضی ہوئے اس امر پر حاکم وقت کو اپنے شہر میں رہنے دینے کا اختیار ہے۔ کبھی ہم فتویٰ قتل اس شخص کا نہ دیں گے مولوی محمد اصغر کے نواسے نے بھی فتویٰ پر دستخط کیا، علماء ظاہر اہل سنت مثل مولوی محمد حسین احمد، غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی، مولوی محمد یوسف، مولوی فضل حق خیر آبادی، مولوی محمد سعد اللہ جو حج خانہ کعبہ سے مشرف ہو کر آئے تھے اور بعض علماء گمنام نے بھی محض بطمع دنیا بخوف حاکم حکم فتویٰ قتل عبارات مختلف سے رنگین کر کے دیا اور بعض علمائے شاہجہاں آباد نے بھی ایسی حجت و برہان سے لکھا، یعنی جب اہل اسلام قلیل ہوں اور غلبہ کفار ہو اس وقت خلاف حکم اولی الامر یعنی حاکم وقت صاحبان عالیشان یا اہل اسلام جو ان کے اعتبار میں ہوں، جہاد حرام ہے اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا وہ طاغی و باغی ہے۔''

اس فتویٰ میں علماء نے انگریزوں کو اولی الامر تک کہا، سید امیر علی اور ان کے ساتھی شہید کر دیے گئے۔ (۱)

حکیم نجم الغنی رام پوری نے قیصر التواریخ سے نقل کر کے لکھا ہے:

لیکن بعض دنیا طلب علمائے اہل سنت نے جیسے مولوی حسین احمد اور مولوی غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی اور مولوی محمد یوسف اور مولوی فضل حق خیر آبادی۔ (۲)

---

(۱) (مولانا فضل حق خیر آبادی، افضل حق قرشی ص ۱۵۳)

(۲) (مولف ہدیہ سعیدیہ، حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ)

اور مولوی سعد اللہ اور دوسرے علمائے گمنام نے محض بہ طمع دنیا مولوی امیر علی صاحب کے قتل کا فتویٰ عبارات مختلف سے رنگین کر کے دیا اور دلی کے بعض علماء نے بھی ایسی برہان اور حجت کے ساتھ لکھا کہ جب اہل اسلام قلیل ہوں اور کفار کا غلبہ ہو اس وقت خلاف اولی الامر یعنی حاکم وقت کے جن کے اختیار میں ہوں خواہ وہ انگریز ہوں یا مسلمان جہاد حرام ہے پس جو شخص ایسے امر کا مرتکب ہو وہ طاغی و باغی ہے۔ (۱)

حکیم نجم الغنی رام پوری نے پہلے یہ فتویٰ دینے والوں کے نام لکھے پھر حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق جو قلمی کاغذات کا مجموعہ دیکھا ہے اس میں مہنتوں کے بیانات موضع متنازعہ کا نقشہ اور ابھے رام پیراگی کے نام اگلے والیاں اودھ کے فرمان واجد علی شاہ کا شقہ علی نقی خان وزیر کے خطوط مجتہد کے نام مجتہد کے خطوط مولوی امیر علی کے نام اور مولوی صاحب کے جوابات دوسرے اہل کاران کے متعلقہ کی تحریریں علماء کے فتوے سب کچھ موجود ہیں ان میں مجتہد صاحب کی کوئی تحریر مولوی امیر علی کے موافق موجود نہیں بلکہ ان کے کام کے خلاف ہے۔ (۲)

مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

مولانا فضل حق خیر آبادی جو خالص سرکاری آدمی تھے ان دنوں صدر الصدور تھے کچھ دن ہوئے تھے کہ امیر علی شاہ کے خلاف فتویٰ مولوی عبد الرزاق فرنگی محل کی تائید میں دے چکے تھے۔ (۳)

---

(۱) (تاریخ اودھ ج ۵ ص ۲۰۲، ۲۰۳)

(۲) (تاریخ اودھ ج ۵ ص ۲۰۳)

(۳) (ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء ص ۷۷)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

مولوی فضل حق کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہیرو بنانے کے لیے بریلوی مولویوں کو جھوٹ بھی بولنا پڑا تو بولا جھوٹی روایات گھڑنی پڑیں تو گھڑیں کس طرح مولوی فضل حق خیر آبادی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہیرو بن جائے لیکن جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے لیکن بریلوی مولویوں نے توزیرو کو ہیرو بنانے کی بڑی کوشش کی ہے۔

مولوی فضل حق خیر آبادی نے بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ میں کوئی عملی جہاد نہیں کیا۔ سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف نہ تھے۔ (۱)

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف مجاہد نہ تھے۔ (۲)

فتویٰ جہاد اور مولانا فضل حق خیر آبادی

محترم قارئین! مولوی فضل حق خیر آبادی کے فتویٰ جہاد پر دستخط نہیں ہیں بریلوی مولوی آج تک وہ فتویٰ پیش نہیں کر سکے جس پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط ہوں۔

۱...... مولوی عبدالشاہد خاں شروانی کی کتاب باغی ہندوستان میں مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۲...... سلمہ سیہول کی کتاب علامہ محمد فضل حق خیر آبادی میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

---

(۱) (علامہ فضل حق خیر آبادی ص ۳۵۶)

(۲) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۱۱ حاشیہ)

۳......عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کی کتاب برطانوی مظالم کی کہانی عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کی زبانی میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۴......مولوی مشتاق احمد نظامی کی کتاب خون کے آنسو میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۵...... بریلویوں کی کتاب انوار رضا میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۶......مولوی غلام مہر علی کی کتاب دیوبندی مذہب میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۷......حکیم محمود احمد برکاتی کی کتاب فضل خیر آبادی اور سن ستاون میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

۸......مفتی انتظام اللہ شہابی کی کتاب حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

اگر فتویٰ جہاد پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط ہوتے تو ان آٹھ بریلوی کتابوں کے مصنف وہ فتویٰ ضرور نقل کرتے۔

سلمہ سیہول لکھتی ہے:

جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے دوران کئی فتوے دیئے گئے تھے پھر آگے جا کر لکھتی ہے باغی ہندوستان میں بھی ایک فتوے کا ذکر ملتا ہے جو علامہ فضل حق خیر آبادی کا بتایا گیا ہے مگر ان میں سے صرف ایک فتویٰ اب تک دستیاب ہوا ہے سارے نہیں اور وہ فتویٰ چھبیس جولائی ۱۸۵۷ء کو صادق الاخبار میں چھپنے والا فتویٰ ہے، جس پر دہلی کے تینتیس علماء نے وجوب جہاد کی تصدیق میں دستخط کیے ہیں (اس فتویٰ پر مولوی فضل حق کے دستخط

نہیں ہیں)(۱)

اب فتویٰ جہاد کے متعلق صحیح صورت حال سنیے:

جنگ آزادی کا آغاز ۱۰ مئی (۱۱ مئی) ۱۸۵۷ء کو ہوا۔ (۲)

اس وقت مولوی فضل حق خیر آبادی الور میں راجہ بنئے سنگھ کا ملازم تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات ۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء کے ایک مہینہ بعد مولوی فضل حق دہلی آیا مولوی فضل حق کا اپنا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا اور بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اسی کے پاس تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات (۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء) کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا میں اگست ۱۸۵۷ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا۔ (۳)

مولوی فضل حق ۱۶ اگست کو دہلی آیا اور فتویٰ جہاد صادق الاخبار دہلی مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء کو شائع ہو چکا تھا اس لیے فتویٰ جہاد پر مولوی فضل حق کے دستخط نہیں ہیں۔

کن کن حضرات کے قول کے مطابق مولوی فضل حق کے دستخط فتویٰ جہاد پر ثابت نہیں ہوتے۔

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولوی فضل حق خیر آبادی تو وسط اگست میں دہلی پہنچے تھے اس وقت تک یہ فتویٰ مشتہر ہو چکا تھا لہٰذا ان کے دستخط کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۴)

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۸۔۳۲۹)

(۲) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۲۸)

(۳) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۱۸)

(۴) (جنگ آزادی ص ۴۰۴)

سلمہ سیہول لکھتی ہے:

صادق الاخبار والے فتویٰ پر علامہ کے دستخط نہ ہونے کی وجہ ان کا ان دنوں الور میں ہونا ہے۔ غالبًا اسی لیے علامہ (مولوی فضل حق) لکھتے ہیں: ''یہ تو سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ بعض شہر و دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت علماء، زہاد اور ائمہ اجتہاد سے جہاد کے وجوب کا فتویٰ لے کر جدال وقتال کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ (۱)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں:

پچھلے صفحات میں صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا خیر آبادی کا جہاد کا فتویٰ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (۲)

مالک رام لکھتے ہیں:

جس فتوے میں ان کی شمولیت پر اصرار کیا جاتا ہے وہ ان کے آنے سے بہت پہلے جولائی ہی میں شائع ہو چکا تھا اس پر ان کے دستخط کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۳)

مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں:

حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کے دستخط بھی اس فتوے پر نہیں ہیں کیوں کہ مولانا موصوف اس فتوے کی ترتیب اور جامع مسجد کے اجتماع سے کئی ہفتہ بعد وسط اگست میں دہلی تشریف لائے تھے۔ (۴)

سید مبارک شاہ لکھتے ہیں:

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۹، ۳۳۰)

(۲) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۱۹۸ افضل حق قرشی)

(۳) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۱۱۴، افضل حق قرشی)

(۴) (علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۱۸۰)

سید مبارک شاہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران دہلی کے کوتوال تھے وہ لکھتے ہیں فضل حق نے جہاد کے حق میں کوئی فتویٰ نہیں دیا یا کسی بھی طریقہ سے بادشاہ کو گمراہ نہیں کیا۔ (۱)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور جھوٹا مقدمہ بغاوت

مولانا فضل حق کو ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو گرفتار کر لیا گیا (۲)

(سیٹنگ کے دوران اس کو ساتھ ملانا ہے) اور اس پر بغاوت کا جھوٹا مقدمہ ڈال دیا گیا کیوں کہ مولوی فضل حق نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا جیسا کہ آگے جا کر ان کے اپنے بیان سے معلوم ہو گا۔

مالک رام لکھتے ہیں:

غرض پورے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق مرحوم نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ (۳)

جب مولوی فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر لیا گیا تو پھر مولوی فضل حق نے نواب رامپور یوسف علی خاں کے نام (جو انگریزوں کا بڑا وفادار تھا) جو مولوی فضل حق کا شاگرد تھا ایک خط لکھا اس خط میں مولوی فضل حق نے نواب رامپور سے اپنی رہائی کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تھی مولوی فضل حق نے خط میں لکھا کہ میں وہ فضل حق نہیں ہوں بلکہ وہ دوسرا فضل حق ہے جو شاہجہانپور کا رہنے والا ہے ہم نام ہونے کی وجہ سے مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے حالانکہ میں اس الزام سے بری ہوں۔

---

(۱) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۱۵۵، افضل حق قرشی)

(۲) (باغی ہندوستان ص ۳۶۱)

(۳) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۱۴۸، افضل حق قرشی)

602 رام پور کے نواب یوسف علی خان کے نام خط

جناب عالی جناب نواب صاحب خداوند نعمت، فیاض زماں، الاف و معاذ علمائے دوراں دام اقبالہ۔

بعز عرض می رساند کہ پیش ازیں دو تا عریضہ عقیدت مشتمل بر ابتلائے خویش ارسال عالی جناب کردہ ام بنظر اشرف گزشتہ کاشف فحاوی مندرجہ شدہ باشد، دم روبکاری ایں جا واضح شد کہ فدوی را بعلت نوکری خان بہادر خان و نظامت پیلی بھیت و چکلہ داری محمدی و افسری لشکر باغی ماخوذ کردہ اند، حال آنکہ فدوی ازیں ہر سہ امر محض بری است و منشاء مواخذہ انست کہ شخصے میر فضل حق نام از ساداتِ شاہجہانپور کہ قبل ازیں در سرکارِ ابد قرار بندگان عالی ملازم ماندہ بسر رشتہ داری پیلی بیت مامور شدہ، و زمانے تحصیل دار آنولہ پیلی بھیت ماندہ بود، دورِ ابتدائے غدر از طرف خان بہادر خان ناظم پیلی بھیت گردید و بعد فتح بریلی در ملک اودھ رسیدہ از طرف خان علی خان چکلہ دار محمدی شدہ۔ پس از زمانے با فسری کدامی لشکر باغی ہمراہ فیروز شاہ آن طرف جمن فرار کرو۔ عزیزان او در سرکار کمپنی بعہد ہائے جلیلہ ماموراند، چنانچہ برادر حقیقی او مولوی مبین ڈپٹی کلکٹر سہارن پور بود۔

مہتمان اخبار خانہ خراب ناواقف ازیں تفصیل کہ او شخصے دیگر است و فدوی از شیوخ خیر آباد شخصے دیگر در اخبار نامہا حال نظامت پیلی بھیت و محمدی و افسری لشکر و فرار او با فیروز شاہ آن طرف جمن نوشتہ بعض علامات فدوی افزودند کہ برادر حقیقی اور در سرکار مہاراجہ پٹیالہ نوکر و برادرِ دیگرش در سہارنپور ڈپٹی کلکٹر است، و عاکمان ایں جذبہ اشتباہ ہماں مولوی فضل حق کہ ہمنام و در بعضے علامات شریک فدوی است، فدوی را محض بے جرم مقید کردہ اند۔

لہٰذا عرض رسانست کہ اسماعیل خان رئیس مالا گڑھ دریں روہا وارد آن دیار اند۔ و از حال فدوی و مولوی فضل حق شاہجہان پوری مذکور بخوبی واقف۔ بایشاں ایما رود تا ایشاں

کیفیت تفصیلی مشار الیہ وحال عبوراو دریائے جمن راہمراہ فیروز شاہ وحال بے جرمی فدوی نوشتہ مع عرضی خود بنام ترب صاحب، کمان افسر بریلی متضمن درخواست ارسال کیفیت مذکور بذریعہ چٹھی خود محکمہ اسپیشل کمشنر لکھنؤ خدمت بترب صاحب موصوف روانہ دراند ودر کیفیت تغائر بسیار میان فدوی وفضل حق شاہ جہانپوری ثابت سازند، ونوکر بنودن فدوی بسر کار کدامی باغی وافسر بنودنِ فدوی بکرامی لشکر و ناظم نما ندان فدوی بعلاقہ پیلی بھیت و محمدی ایں جملہ امور واقعی اوست، بوجہ احسن ثبت کنند، تا صاحب موصوف عرضی و کیفیت مرسلہ ایشاں رابھمبرہ چٹھی خود دریں جاروانہ فرمایند وبواسطہ آن چٹھی و کیفیت اشتباہ حکام ایں جا رفع شود ونمک خوار قدیم رہائی یافتہ بدعائے ترقی و جاہ (مشغول) گردو۔ از پرورشِ خاوندانہ ومواساتِ کریمانہ امیدوار است توجہ بسیار بحال زوال مبذول شود وبعجلت ہرچہ تمامتر اثر اجابت مسئول ظاہر گرود، واجب بود عرض نمود۔

آفتاب ترقی جاہ وجلال ہموارہ تاباں باد

ترقی خواہ

۱۸ افروری عرضی مہر (فضل حق ۱۲۲۴)

نمک خوار قدیم (۱)

سلمہ سیہول بریلوی کی زبانی گرفتاری کی کہانی سنیے:

لکھتی ہے فائل مقدمہ اوراس کے متعلقات اور تمام عرض داشتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو جن الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا تھا وہ الزامات یہ تھے۔

ا......نواب خان بہادر خان، نبیرہ حافظ رحمت بہادر نے جب انگریزوں کے خلاف بریلی میں بغاوت کی تو مولانا نے ان کا ساتھ دیا اوران کی طرف سے نظامت پیلی بھیت کا

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۶۴، ۳۶۵)

کام انجام دیا۔

۲...... جب انگریزوں نے (۵ مئی ۱۸۵۷ء کو) بریلی پر قبضہ کرلیا تو خاں بہادر وہاں سے بھاگ گیا اور مولانا بھی وہاں سے بھاگ کر اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ریاست محمدی کے چکلہ دار مقرر ہوئے۔

۳......مولانا نے اس کے بعد ایک باغی لشکر کی کمان ہاتھ میں لی۔

علامہ کے مطابق وہ ان الزامات سے بری تھے انہیں ایک دوسرے شخص سے ہم نامی اور بہت سی دیگر مماثلتوں کی بنا پر گرفتار کرلیا گیا تھا چنانچہ علامہ نے اپنی گرفتاری پر نواب رامپور یوسف علی خاں کے نام فوری طور پر یکے بعد دیگرے تین عدد خط لکھے ان میں سے دو ناپید ہیں اور ایک خط ۱۸ فروری کا تحریر کردہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے اس خط میں انہوں نے نواب سے درخواست کی ہے کہ وہ رئیس مالاگڑھ اسماعیل خان جو کہ ہر دو فضل حق ان کی سرگرمیوں اور ان کے فرق سے بخوبی آگاہ ہے سے کہیں کہ وہ کمان افسر بریلی ٹرپ صاحب کے نام محکمہ سپیشل کمشنر لکھنؤ میں دوسرے شخص کی رپورٹ اور میری ان جرائم سے برأت کا حال تفصیل کے ساتھ اپنی درخواست کے ہمراہ بھیجیں تا کہ ان حاکموں کا شبہ دور ہو اور مجھے رہائی ملے۔

تنگی وقت یا غالباً انگریزوں سے وفاداری کے باعث نواب رامپور یوسف علی خاں نے ان کی کوئی مدد نہ کی اور بائیس فروری ۱۸۵۹ء سے مقدمے کی ابتدائی سماعت شروع ہوئی ہوگی وگواہوں اور ملزم (علامہ) کے بیانات ہوئے علامہ اور گواہان صفائی کے بیانات کا اہم حصہ اس وضاحت میں تھا کہ علامہ وہ فضل حق نہیں جن کے شبہ میں ان کو گرفتار کیا گیا ہے دوسرے فضل حق کے بارے میں علامہ کے خط بنام نواب رامپور میں مذکور ہے کہ میر فضل حق شاہجہان پوری کے سادات سے ہیں وہ پہلے ’’پیلی بھیت‘‘ میں سررشتہ داری کے

عہدہ پر مامور ہوئے کچھ عرصہ آنولہ اور پیلی بھیت میں تحصیل دار رہے اور پھر بریلی کے خان بہادر خان کی طرف سے غدر کے آغاز پر پیلی بھیت کے ناظم ہو گئے اور بریلی پر قبضہ کے بعد سلطنت اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ''محمدی'' کے چکلہ دار ہو گئے کچھ عرصہ پہلے باغی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شہزادہ فیروز شاہ کے ساتھ چمن کی طرف فرار ہو گئے ان کے رشتہ دار ایسٹ انڈیا کمپنی میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں چنانچہ ان کا حقیقی بھائی مولوی مبین سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔

خانہ خراب اخبار والے اس تفصیل سے ناواقف ہیں کہ وہ کوئی دوسرا شخص ہے اور فدوی خیر آباد کے مشائخ سے ایک دوسرا شخص ہے اس لیے اخبار میں پیلی بھیت کی نظامت محمدی کی چکلہ داری، لشکر کی قیادت اور فیروز شاہ کے ساتھ چمن کی طرف فرار ہونے کی خبر لکھی ہے اور اس کے ساتھ کچھ علامات فدوی کی شامل کر دی ہیں کہ اس کا حقیقی بھائی سرکار مہاراجہ پٹیالہ کا ملازم ہے اور اس کا دوسرا بھائی سہارنپور میں ڈپٹی کلکٹر ہے اور یہاں کے حاکموں نے اسی مولوی فضل حق کے شبہ میں جو فدوی کا ہم نام ہے اور بعض علامات میں شریک ہے فدوی کو بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا ہے۔(۱)

سلمہ سیہول لکھتی ہے:

''دی گریٹ ریوولیوشن'' اور ''فریڈم سٹرگل'' کے مذکور بالا اقتباسات کے مندرجات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو لشکر کی قیادت کسی سپہ سالار کے زیر کمان ہونا میدان جنگ میں چستی و سرگرمی، فیروز شاہ و دیگر مجاہد قائدین کی ہمراہی محمدی میں سرگرمی جہاد جیسے نکات یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ تمام کوائف فضل حق شاہجہان پوری کے ہیں کہ فضل حق خیر آبادی کے جو حکومت کے دشمن جان ہوتے اور اعزہ کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کے

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۳۸ تا ۳۴۰)

مماثل ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن الزامات کے تحت علامہ گرفتار ہوئے تھے وہ ان سے بری تھے۔(۱)

ان تمام بیانات سے یہی ثابت ہوا کہ مولوی فضل حق نے بغاوت ۱۸۵۷ء میں کوئی حصہ نہیں لیا اور ان پر جھوٹا الزام لگایا گیا تھا اور یہ سارے کارنامے فضل حق شاہجہانپوری کے تھے نہ کہ مولوی فضل حق خیر آبادی کے۔

مولانا فضل حق کا عدالت میں بیان:

میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اس کے پاس تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا میں اگست ۱۸۵۷ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا۔ وہاں میں پندرہ دن رہا اور پھر واپس الور چلا گیا میں نے اپنے اہل وعیال کو یہاں الور میں چھوڑا اور دسمبر ۱۸۵۷ء میں خیر آباد کی راہ لی جب سے میں اپنے مکان پر مقیم ہوں نہ میں نے کسی کی ملازمت کی نہ باغیوں میں شامل ہوا میر فتح حسین، محمد حسین اور احمد علی خاں میرے گواہ ہیں نبی بخش اور قادر بخش و امام علی، علی محمد اور ممو خان خیر آباد کے رہنے والے میرے چال چلن سے واقف ہیں میں خیر آباد سے اس لیے نکلا تھا کیوں کہ یہاں کے تمام باشندے بیگم (حضرت محل) کے ساتھ بھاگ گئے تھے میں یہاں سے نکل کر چند دن کھیڑی، ہرگاؤں، تنتول، سہور پور وغیرہ میں رہا۔ کچھ دن دریہ میں بھی گزارے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۸ء کو میں نے کرنیل کلاک سے سیہا کے مقام پر ملاقات کی اس سے پہلے میں بریگیڈ یر ٹروپ سے مل چکا تھا، بریگیڈ یر ہی نے مجھے کرنیل کے پاس بھیجا تھا۔ کرنیل کلاک نے ایک روبکار لکھی اور حکم دیا کہ اسے ڈپٹی کمشنر ضلع کی تحویل میں دے دیا جائے۔ میں ۳۰ دسمبر کو ڈپٹی کمشنر کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے مکان ہی پر ٹھہرا رہا، ۳۰ جنوری

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۴۳)

کوڈپٹی کمشنر نے مجھے بلا بھیجا اور لکھنؤ روانہ کر دیا اور فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے مجھے اس کی جگہ گرفتار کرلیا گیا وہ آج کل (شہزادہ) فیروز شاہ (بن بہادر شاہ ظفر) کے ساتھ ہے یہ (فضل حق) سابق میں آنولہ کا تحصیل دار تھا اور اس نے خان بہادر خان اور بیگم (حضرت محل) کی ملازمت بھی کی ہے وہ ذات کا سید اور شاہجہانپوری کا رہنے والا ہے۔ (۱)

مولانا فضل حق کے صفائی کے گواہوں کے بیان:

۱......قادر بخش عدالت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

میں نے نہیں سنا کہ ان مولوی فضل حق نے کسی شخص کو گمراہ کر کے اسے بغاوت پر آمادہ کیا ہو۔

۲...... نبی بخش عدالت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

میں نے نہیں سنا کہ ان مولوی فضل حق نے کسی شخص کو گمراہ کر کے اسے باغی بنایا ہو یا خود انہوں نے خان بہادر خان کی ملازمت اختیار کر لی ہو۔

ہاں میں نے سنا کہ ایک اور فضل حق شاہجہانپور کا رہنے والا تھا وہ خان بہادخان کا ملازم تھا اور فیروز شاہ کے ساتھ بھی گیا تھا۔ (۲)

مولانا فضل حق خیرآبادی کو سزا:

مقدمے کی سماعت کے بعد ۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو حبس دوام بعبور دریائے شور اور تمام جائیداد کی ضبطی کا فیصلہ سنایا گیا۔ مولانا نے وائسرے کے یہاں اپیل کی مگر وہ بھی مسترد ہو گئی اور مئی ۱۸۵۹ء میں مولانا کو لکھنؤ سے کلکتے روانہ کر دیا گیا اور وہاں سے ۱۸/اکتوبر کو انڈمان لے جائے گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۶۰ء کی ایک درخواست وزیر

---

(۱) (علامہ محمد فضل حق خیرآبادی ص ۳۴۴، ۳۴۵)

(۲) (مولانا فضل حق خیرآبادی ص ۱۱۶، ۱۱۷، افضل حق قرشی)

ہند کے نام روانہ کی۔ ادھر مولانا کے صاحبزادے نے بھی اپنی طرف سے ایک اپیل کی جس کے جواب میں بقول ذکاء اللہ رہائی کا حکم ہوا مگر رہائی کا حکم نافذ ہونے سے قبل ہی ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو اس امام معقول اور مجاہد حریت نے انڈمان ہی میں وفات پائی۔ (۱)

مولانا فضل حق کی رہائی کے لیے درخواست:

درخواست بحضور جناب ارل کینگ جی سی پی وائسرائے وگورنر جنرل با اجلاس کونسل

چونکہ فوجی عدالت کے فیصلوں سے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ ان کے خلاف مرافعہ (اپیل) نہیں ہوسکتا اس لیے کہ بالعموم تصدیق کے لیے حکام بالا کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جوڈیشنل کمشنر کی عدالت سے مولانا فضل حق کے مقدمے میں جو فیصلہ ہوا تھا اسے بھی تصدیق کے لیے گورنر جنرل با اجلاس کونسل کی خدمت میں کلکتے بھیج دیا گیا جب مولانا کو معلوم ہوا کہ ابھی امید ہے کہ شاید اس میں تبدیلی کرائی جا سکے تو انہوں نے وکلا مسرز سون ہوبیبی اینڈ لیزلی Swin hoe Beeby leslie کی وساطت سے گورنر جنرل کی خدمت میں یہ التماس کہ میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا اور جوڈیشنل کمشنر کا فیصلہ رد کیا جائے جب اس پر جواب ملا کہ کمشنر کے فیصلے کی تصدیق کر دی گئی ہے تو انہوں نے پھر حسب ذیل درخواست پیش کی۔

درخواست بحضور جناب ارل کینگ جی سی پی وائسرائے وگورنر جنرل با اجلاس کونسل

میرے خلاف جو مقدمہ چلایا گیا ہے اور اس میں جو فیصلہ ہوا ہے اور جو سزا مجھے دی گئی ہے، یہ حضور ملکہ معظّمہ کے عام معافی کے اعلان کے خلاف ہے۔

۱۔ مجھ پر بغاوت اور قتل کی ترغیب کا الزام لگایا گیا ہے۔ لیکن شاہی اعلان نے یہ تمام

---

(۱) (فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص ۶۵)

جرم معاف کر دیئے ہیں۔ اس لیے اگر بفرض محال یہ خیال بھی کر لیا جائے کہ یہ فدوی ان جرائم کا مرتکب ہوا تھا، جب بھی اس اعلان شاہی کی موجودگی میں مجھ پر جو مقدمہ چلایا گیا اور جو سزا دی گئی ہے، یہ خلاف قانون ہے، اعلان نے عام معافی سے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنہوں نے براہ راست برطانوی رعایا کے قتل میں حصہ لیا یا قاتلوں کو پناہ دی یا وہ لوگ جو بغاوت کے سرغنہ تھے یا جنہوں نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا، میں ان میں سے کسی جرم کا بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مرتکب نہیں ہوا۔

۲۔ میرے خلاف پہلا الزام یہ ہے کہ میں باغیوں کا سرغنہ تھا اور میں نے انہیں بغاوت کی ترغیب دی لیکن سپیشل کمشنر نے جو فیصلہ صادر کیا ہے، اسی سے اس الزام کی تغلیط ہو سکتی ہے اس میں انہوں نے متضاد باتیں بیان کی ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ملزم (یعنی میں) باغیوں کا مشیر کار اور بغاوت کا سرگرم ترغیب دینے والا تھا، دوسری جگہ لکھا ہے کہ جب بغاوت شروع ہوئی تو ملزم الور میں ملازم تھا؟ لیکن بعد کو وہ خود بخود دہلی آیا اور اس کیبعد وہ باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا۔

مشیر کو بغاوت کی ترغیب دینے والا کہنا، لفظوں کو غلط معنی پہنانا ہے اور جو شخص محض باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا ہے اسے ترغیب دینے والا کہنا علت و معلول کو بالعکس کر دینے کے مترادف ہے۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سپیشل کمشنر نے بیان کیا، میں ریاست الور میں ملازم تھا اور دہلی میں بغاوت شروع ہونے کے چار مہینے کے بعد اپنی بیوی کو وہاں سے نکالنے کے لیے آیا، میں بیوی کو ساتھ لے کر اپنے وطن خیر آباد چلا گیا اور مئی ۱۸۵۸ء میں احمد اللہ کے ظلم و ستم سے جان بچانے کی خاطر بھاگ کو بوندی گیا، اس کے بعد مسیح الزماں نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا، کیوں کہ میں نے اس کے ساتھ بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

اور اب حالت یہ ہے کہ مسیح الزماں جو باغیوں کا سرغنہ تھا وہ تو آزاد دندناتا پھرتا ہے اور میں جس کا جرم صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ میں نے باغیوں کو مشورہ دیا، باوجودیکہ خود بعض باغیوں نے مجھ پر ظلم توڑے تھے، مجھے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی ہے۔

۴۔ سزا کے خلاف قانون ہونے کا ثبوت خود اسی فیصلے میں موجود ہے جو سپیشل کمشنر نے میرے مقدمہ میں دیا ہے لکھا ہے:

یہ بہت ہی خطرناک آدمی ہے اور کسی وقت بھی انتہائی نقصان پہنچا سکتا ہے اس لیے انصاف اور امن عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فدوی کو سزا اس لیے نہیں دی گئی کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے ملک بدر اس لیے کرنا چاہیے تاکہ میں کبھی نقصان پہنچانے کے قابل نہ رہوں۔ اگرچہ سمجھنا محال ہے کہ میرے جیسا پیرانہ سال شخص نقصان ہی کون سا پہنچا سکتا ہے سپیشل کمشنر اس لیے مقرر ہوئے تھے کہ وہ ان لوگوں کے مقدمات کی سماعت کریں جن کے جرائم ملکہ معظّمہ کے اعلان معافی سے مستثنٰی کیے گئے تھے۔ فدوی کسی ایسے جرم کا مرتکب نہیں ہوا اگرچہ سپیشل کمشنروں نے مجھے سزا اس جرم کی دی ہے کہ میں نے لوگوں کو بغاوت کی ترغیب دی تھی لیکن خود ان کی اپنی رائے یہ بھی ہے کہ میں باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا یا زیادہ سے زیادہ میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں نے بعض سرغنوں کو مشورہ اور صلاح دی جو اعلان شاہی کے مطابق بہت خفیف جرم ہے لیکن میں نے ان کے فیصلے سے جو فقرے نقل کیے ہیں ان سے ان کا اصلی مدعا واضح ہو جاتا ہے یعنی وہ مجھے ملک سے باہر اس لیے بھیجنا چاہتے ہیں کہ میرا چال چلن ٹھیک رکھنے کی یہی ایک ضمانت ہے۔

۵۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ مقدمہ اس کی کاروائی اور اس میں جو سزا دی گئی ہے یہ سب کچھ ملکہ معظّمہ کے اعلان کے خلاف بلکہ قانون اور انصاف ہی کے خلاف تھا تو کیا

حضور والا اس کی حمایت کریں گے؟ اور یہ کس لیے؟ تا کہ ایک مسن شخص اپنے خاندان سے دور مرنے کو بھیج دیا جاوے؟ اور اس کے خاندان کو اس آذوقہ سے محروم کر دیا جائے جو ان کی زیست کا سہارا ہے۔

۶۔ جب میں نے میسرز سون ہو، بیبی اینڈ لیز لی کی وساطت سے درخواست پیش کی، تو مجھے مطلع کیا گیا کہ میرے مقدمے پر باجلاس کونسل غور کرنے کے بعد اسپیشل کمشنروں کے فیصلے کی تصدیق کر دی گئی ہے، اگرچہ جو سرکاری جواب مجھے ملا ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تاہم مجھے یقین ہے کہ اسپیشل کمشنروں کے فیصلے کا بہت غور اور توجہ سے مطالعہ کیا گیا ہوگا بہر حال اس سے ایک بات تو واضح ہے کہ جب ان کے فیصلے کی تصدیق میری درخواست موصول ہونے سے پہلے ہی کر دی گئی تھی تو اس میں جو دلائل میں نے پیش کیے تھے ظاہر ہے کہ ان پر غور نہیں کیا گیا۔

اس لیے اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ جو کچھ صدر میں اسپیشل کمشنروں کے فیصلے کے خلاف قانون ہونے سے متعلق لکھا گیا ہے اس پر غور کیا جائے۔ مجھے یقین ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خواہ شاہی اعلان کے مطابق انصاف کیا جائے یا ایک پیرانہ سال بوڑھے اور اس کے متعدد بے بس افراد خاندان پر رحم کو مدنظر رکھا جائے بہر حال میری رہائی اور مختصر جائیداد کی بحالی کے احکام صادر فرمائے جائیں۔

اس دوسری درخواست سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا اور سزا بحال رہی البتہ گورنر جنرل نے معلوم ہوتا ہے، یہ حکم صادر کیا کہ ان سے مشقت نہ لی جائے نہ ان کے بڑھاپے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان سے کسی طرح کی سختی کا سلوک کیا جائے، اس پر جوڈیشنل کمشنر نے مئی ۱۸۵۹ء میں ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کو ہدایت دی کہ اب اس سزا کا حکم نافذ کر دیا جائے۔(۱)

---

(۱) (مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۱۲۶ تا ۱۲۹، افضل حق قرشی)

کلکتے کے ڈیڑھ سو بریلویوں کی طرف سے مولانا فضل حق کی رہائی کے لیے درخواست:

پھر جب تک انڈیمان کے لیے جہاز کا انتظام نہیں ہوسکا مولانا کو یہاں کلکتے میں علی پور جیل میں رکھا گیا تھا، جب شہر کے معززین کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے طور پر مندرجہ ذیل درخواست تیار کر کے حکومت کی خدمت میں روانہ کر دی۔ (۱)

”بحضور رائٹ آنر یبل گورنر جنرل ہند با اجلاس کونسل کلکتہ اور اس کے مضافات اور اضلاع کے دستخط کنندگان کی درخواست

ہم درخواست کنندگان نہایت ادب سے یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ مولانا فضل حق (الور کے رہنے والے) جنہیں سپیشل کمشنر اودھ نے سزا دی ہے اور جو حبس دوام بعبور شور کے قیدی کی حیثیت سے علی پور قید خانے میں لائے گئے ہیں محض بے گناہ آدمی ہیں اور ہم ان کے صحیح حالات بیان کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کی سخت سزا انہیں دی گئی ہے وہ کسی طرح اس کے مستحق نہیں کیوں کہ وہ نہ تو قاتل ہیں نہ باغی، نہ انہوں نے لوگوں کو بغاوت پر بھڑکایا، نہ انہیں اپنے ہاں پناہ دی، نہ ان کی ملازمت میں رہے، اودھ کے حکام نے بھی ان میں سے کوئی الزام ان پر نہیں لگایا، نہ کوئی ایسی بات ہی وہ ان کے خلاف ثابت کر سکے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ وہ تو یہ بھی ثابت نہیں کر سکے کہ یہ وہی فضل حق ہیں جو اس سے پہلے تحصیل دار رہا تھا؟ اور بغاوت کے آغاز کے زمانے میں چکلہ دار تھا، اس کے بالعکس یہ پوری طرح ثابت ہو گیا ہے کہ ان مولانا فضل حق کا بلا واسطہ یا بالواسطہ، بغاوت سے کوئی سروکار نہیں تھا، وہ الور میں تھے اور شورش کے شروع ہونے کے چار مہینے بعد اپنے اہل وعیال کو دہلی سے ساتھ لے کر

---

(۱) (قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی، فارن، پولیٹکل، ستمبر ۱۸۶۰ء، نمبر ۵۵۸)

اپنے وطن خیرآباد چلے گئے۔ اور جب تک انگریزی تسلط اودھ پر دوبارہ قائم نہیں ہوگیا اور باغی وہاں سے فرار نہیں ہوگئے، یہ وہیں مقیم رہے اور جب خیرآباد کے متعدد باشندے اپنی جان اور ناموس کو بچانے کی خاطر وہاں سے بھاگے تو مولانا فضل حق نے بھی ان کا تتبع کیا، جب شاہی اعلان کے ذریعے عام معافی کا اعلان ہوا اور لوگ مقرر میعاد کے اندر حاضر ہونے لگے تو وہ بھی فوجی افسر اعلیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور اس کی اجازت سے اپنے مکان پر رہنے لگے اور اس کے بعد انہیں یہاں گرفتار کیا گیا اور اگرچہ ان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہوسکا اس کے باوجود محض شبہات کی بنا پر انہیں ایسی سخت سزا دی گئی ہے اس سزا کی ایک اور وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حکام کی نظروں میں وہ بہت ذہین اور قابل شخص ہیں، ہم حضور والا کی توجہ اسی امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ وہ کبیر السن ہیں، ستر برس کے لگ بھگ اور اگرچہ وہ بے شک بہت قابل شخص ہیں لیکن ان کی ساری قابلیت صرف ایک بات یعنی علوم شرقیہ کی تعلیم میں محدود ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ واقعی عقل مند اور قابل ہیں تو یہ عقل سے قطع بعید ہے کہ کوئی شخص حکام وقت کے خلاف کھڑا ہوجائے جن کی طاقت اور تسلط یقینی اور مسلمہ ہے وہ نہ صرف بوڑھے اور کمزور ہیں بلکہ وہ اکثر مختلف بیماریوں کا شکار رہتے ہیں اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرض ان کے لاحق رہا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ کسی خطرناک اقدام کے لیے انہیں فرصت ہی کب ملی ہوگی۔

ہم درخواست کنندگان کی نہ قیدی سے کوئی رشتہ داری ہے نہ تعلق گو ہم میں سے بعض یا ان کے شاگرد ہیں یا ان کے شاگردوں کے شاگرد، لیکن چونکہ بے شبہ وہ قابل احترام اور بے گناہ شخص ہیں اور ان کا ان الزامات سے کوئی واسطہ نہیں، جو ان کے خلاف عائد کیے گئے ہیں۔ اس لیے ہم حضور والا کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ یا تو انہیں رہا کردیا جائے جس کے وہ طرح کے مستحق ہیں۔ یا انہیں بنگال کے کسی ضلع ہی میں قید کردیا جائے یا پھر مکہ کو

ہجرت یا حج کی اجازت مرحمت ہو۔

(دستخط) مولوی فضل الرحمٰن قاضی القضاۃ کلکتہ

حاجی محمد صدیق از عمائد کلکتہ

عبدالوحید تاجر

(اسی طرح ڈیڑھ سو اصحاب کے دستخط ہیں)

لیکن افسوس کہ یہ سعی بھی رائیگاں گئی اور حکومت نے اپنا فیصلہ بدلنے سے انکار کر دیا، آخر کار انہیں کلکتے سے فائرکوین Fire Queen نامی جہاز پر سوار کر کے سمندر پار انڈیمان بھیج دیا گیا، جہاں اس عرصے میں تمام عمر قیدی بھیجتے جاتے تھے۔ ان کا جہاز ۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پورٹ بلیئر پہنچا، یہاں ان کا قیدیوں میں دفتری نمبر (۳۶۸۷) تھا۔(۱)

مولانا فضل حق کی رہائی کے لیے وزیر ہند کے نام درخواست

وہ یہاں کالے پانی پہنچنے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارے اور انہوں نے ایک اور کوشش حکام سے دادرسی کی کی ہندوستان میں گورنر جنرل سے اپیل کر کے نام کا ہو ہی چکے تھے اب انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو مندرجہ ذیل درخواست وزیر ہند کی خدمت میں ولایت بھیجی۔

درخواست بنام وزیر ہند:

۱...... مجھے ملکہ معظّمہ کے اعلان معافی کے خلاف حبس دوامی بعبور دریائے شور اور ضبطی جائیداد کی سزا دی گئی ہے، میں نے ہندوستان میں تمام حکام مجاز کی خدمت میں انصاف کی، یا کم از کم میری عمر کا خیال رکھتے ہوئے رحم کی درخواست کی ہے، لیکن بے سود، اب میں اپنے آپ کو دادرسی کے لیے آپ کے قدموں میں ڈالتا ہوں۔

---

(۱) (فضل حق خیر آبادی ص ۱۳۱ تا ۱۳۴، افضل حق قرشی)

۲...... زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا اور صرف سپیشل کمشنر کے فیصلے کی اور حکومت ہند سے اپنی درخواست کی نقلیں ملفوف کرتا ہوں، انہی سے معلوم ہو جائے گا کہ مجھ پر مقدمہ چلانے، میرا جرم ثابت کرنے اور پھر مجھے سزا دینے میں حضور ملکہ معظّمہ کے اعلان کی منشاء کی خلاف ورزی کی گئی ہے، میں اس کے ساتھ ایک درخواست کی نقل بھی بھیج رہا ہوں جو کلکتہ کے مقتدر مسلمانوں نے حکومت ہند کی خدمت میں میری رہائی کے لیے دی تھی۔ میں ذیل میں مختصراً چند باتیں بیان کر دیتا ہوں تا کہ میرے معاملے کی نوعیت واضح ہو جائے۔

۳...... جیسا کہ سپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلے میں ذکر کیا ہے، میرا خاندان اپنی دنیوی حیثیت کے لیے بہت حد تک سرکار انگریزی کا مرہون منت ہے۔ ایک زمانے میں خود میں بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا، اس سے ظاہر ہے کہ میں انگریزی حکومت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب شورش کا آغاز ہوا ہے۔ میں ریاست الور میں ملازم تھا۔ میں اس کے چار مہینے بعد دہلی گیا تا کہ وہاں سے اپنی بیوی کو نکال لاؤں جو خطرے میں گھر گئی تھی، میں اسے ساتھ لے کر اپنے وطن خیر آباد چلا گیا اور مئی ۱۸۵۸ء تک وہاں رہا۔ وہاں سے ہمیں ایک شخص احمد شیخ کے تشدد مجرمانہ کی بدولت بھاگ کے بونڈی جانا پڑا، وہاں ہماری جان خطرے میں تھی، بونڈی میں دو شخص عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین میرے خلاف ہو گئے، یہ دونوں شیعہ تھے، مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر ان دونوں نے بیان دیا کہ انہوں نے سنا تھا کہ میں ممو خان اور دوسرے باغیوں کے مشوروں میں شامل تھا اور قتل کے جواز کے فتوے دیتا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب ہم بھاگ کر بونڈی آ رہے تھے تو ایک باغی سرغنے مسیح الزماں نے ہمیں راستے میں گرفتار کر لیا، اس نے ہمارے ساتھ بہت سختی کا سلوک کیا اور ہمیں کھیڑی میں نظر بند کر دیا، خوش قسمتی سے کھیڑی کے باشندے مجھے جانتے تھے، ان لوگوں کے کہنے پر مسیح

الزماں نے ہمیں رہا کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اگر کسی طرح کا میرا باغیوں سے تعلق پیدا ہوا بھی تو میری مرضی کے خلاف تھا۔

ملکہ معظّمہ کے اعلان میں آخری تاریخ دسمبر ۱۸۵۸ء مقرر کی گئی تھی، اس میعاد کے گزرنے سے پہلے ہی میں سیتا پور کے اعلیٰ فوجی افسر کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ان سے اس مفاد کی سند بھی حاصل کر لی، اس کے بعد میں انہی کی زیرِ ہدایت اپنے مکان پر خیر آباد چلا آیا اور یہاں پہنچ کے میں نے وہ سند خیر آباد کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں داخل کرا دی، جنوری ۱۸۵۹ء میں مجھے زیرِ حراست لکھنؤ لائے اور یہاں مجھ پر مقدمہ قائم ہوا اور مارچ میں میرے خلاف فیصلہ ہوا، میں نے اس سلسلے میں درخواست حکومت ہند میں پیش کی تھی اس سے اس فیصلے کی غلطی ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کی نقل لف ہذا ہے۔

۴۔ جب میں نے چیف کمشنر سے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی تو مجھے ۷/ اپریل ۱۸۵۹ء کو اطلاع ملی کہ وہ اپیل کی سماعت نہیں کر سکتے بلکہ مقدمہ اس سے پہلے ہی حکومت ہند کے پاس بھیجا جا چکا ہے۔ اس پر جب میں نے اپنی اپیل حکومت کو بھیجی تو میرے وکیل مسرز سون ہوبیبی ولیز لی کو خط مؤرخہ ۱۱ مئی ۱۸۵۹ء کے ذریعے مطلع کیا گیا کہ یہ مقدمہ گورنر جنرل با اجلاس کونسل کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ جہاں سے سپیشل کمشنر نے جو سزا دی تھی، اس کی توثیق کر دی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس فیصلے کے خلاف جو دلائل میں پیش کرنا چاہتا تھا ان پر غور کیے بغیر ہی آخری فیصلہ میرے خلاف کر دیا گیا، اس پر میں نے پھر درخواست ارسال کی، جس کا جواب مجھے ۷/ اکتوبر میں ملا کہ یہ رد کی جاتی ہے۔

۵......کلکتہ کے معزز ترین مسلمانوں نے جن کی وفاداری سے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں، قاضی القضاۃ کی سرکردگی میں جو حکومت کا سب سے بڑا مسلمان افسر ہے، حکومت ہند سے اکتوبر ۱۸۵۹ء میں درخواست کی کہ میری بے گناہی کے علاوہ میری پیری اور ضعف جسمانی

کے پیش نظر مجھے رہا کر دیا جائے، لیکن حکومت نے اس درخواست پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔

۶......ان حالات میں اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ آپ سے درخواست کروں کہ میرے خلاف نفس مقدمہ، اس کے فیصلے اور سزا سے ملکہ معظّمہ کے اعلان معافی کی خلاف ورزی ہوئی ہے، جس کی رو سے قاتلوں اور بغاوت کے سرغنوں اور محرکوں کے علاوہ اور سب کو معافی کا وعدہ دیا گیا تھا، میری حیثیت ہی کیا ہے میں نہ باغی ہوں، نہ باغیوں کا ساتھی، کمشنر نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں اس لیے انصاف اور امن عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ مجھے ملک سے باہر بھیج دیا جائے۔ بڑے بڑے سردار جو بغاوت کے سرغنے اور مشہور قاتل تھے وہ تو رہا کر دیئے گئے، بلکہ ان میں سے بعض کو پنشن بھی مل رہی ہے لیکن برطانوی حکومت مجھ ناچیز بوڑھے سے ڈرتی ہے جو کہ قبر کے کنارے پہنچ چکا ہے۔

میری درخواست یہ ہے کہ اور انصاف کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مجھے رہا کر دیا جائے اور میری ضبط شدہ جائیداد بحال کر دی جائے ورنہ کم از کم رحم ہی کے طور پر یہ کیا جائے۔

(۹ جنوری ۱۸۶۰ء)(۱)

مولانا فضل حق اور دوسرے بریلویوں کے وہ حوالہ جات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق کا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی حصہ نہ تھا:

۱۔ مولوی فضل حق کا اپنا بیان جو انہوں نے عدالت میں دیا اور کہا نہ میں نے کسی کی ملازمت کی نہ باغیوں میں شامل ہوا۔

۲۔ مولوی فضل حق نے جو درخواست وائسرائے کو دی اس درخواست میں لکھا مجھ پر بغاوت اور قتل کی ترغیب کا الزام لگایا گیا ہے لیکن شاہی اعلان نے یہ تمام جرم معاف کر دیئے

---

(۱) (مولانا فضل حق خیر آبادی از افضل حق قرشی ص ۱۳۷ تا ۱۴۱)

ہیں اس لیے اگر بفرض محال یہ خیال بھی کر لیا جائے کہ یہ فدوی ان جرائم کا مرتکب ہوا تھا جب بھی اس اعلان شاہی کی موجودگی میں مجھ پر جو مقدمہ چلایا گیا اور سزا دی گئی ہے۔ برخلاف قانون اعلان نے عام معافی سے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنہوں نے براہ راست برطانوی رعایا کے قتل میں حصہ لیا قاتلوں کو پناہ دی یا وہ لوگ جو بغاوت کے سرغنہ تھے یا جنہوں نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا میں ان میں سے کسی جرم کا بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مرتکب نہیں ہوا۔

۳۔ وائسرائے کی درخواست میں مولوی فضل حق نے لکھا اس کے بعد مسیح الزماں نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا کیوں کہ میں نے اس کے ساتھ بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

۴۔ مولوی فضل حق کے بریلوی شاگردوں نے مولوی فضل حق کی رہائی کے لیے جو درخواست دی اس میں لکھا: حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کی سخت سزا انہیں دی گئی ہے وہ کسی طرح اس کے مستحق نہیں کیوں کہ وہ نہ تو قاتل ہیں نہ باغی نہ انہوں نے لوگوں کو بغاوت پر بھڑکایا نہ انہیں اپنے ہاں پناہ دی۔

۵۔ شاگردوں نے درخواست میں لکھا یہ پوری طرح ثابت ہو گیا ہے کہ ان مولانا فضل حق کا بلاواسطہ یا بالواسطہ بغاوت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

٦۔ وزیر ہند کے نام جو درخواست لکھی گئی اس میں مولوی فضل حق نے لکھا جیسا کہ سپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلے میں ذکر کیا ہے میرا خاندان اپنی دنیوی حیثیت کے لیے، بہت حت تک سرکار انگریز کا مرہون منت ہے ایک زمانے میں خود بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا اس سے ظاہر ہے کہ میں انگریزی حکومت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔

۷۔ وزیر ہند کے نام درخواست میں مولوی فضل حق نے لکھا اس سے معلوم ہوگا کہ اگر کسی طرح کا میرا باغیوں سے تعلق پیدا ہوا بھی تو میری مرضی کے خلاف تھا۔

پیام شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

علامہ فضل حق خیر آبادی کی اس عرضی کا غیر جانبدار اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے سے مندرجہ ذیل نکات پیدا ہوتے ہیں۔

1۔ علامہ مرحوم عرضی نواب رام پور کی سرکار میں ارسال فرماتے ہیں۔ یہ نواب انگریزوں کا بہت بڑا حامی و جاں نثار تھا۔ اس نے اپنی فوجوں سے انگریزوں کی مدد کی۔ چند دوسی سے سنبھل تک ہر جگہ باغیوں کو کچل کر رکھ دیا۔ پھر مراد آباد میں باغی فوجوں کو شکست فاش دی اور انگریزوں کا اقتدار ان علاقوں میں از سر نو بحال کیا، اگر علامہ فضل حق دل سے سرکار انگریزی کی حکومت کے خلاف اور باغیوں کے حامی و بہی خواہ ہوتے تو ایسے نواب کی سفارش کا کبھی سہارا نہ لیتے جس کے دامن پر ہزاروں سرفروش باغیوں کا خون تھا اور جس نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر انگریزی اقتدار از سر نو بحال کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان واقعات کے بعد بھی علامہ فضل حق نے نواب رام پور کے ان افعال پر کسی قسم کی نفرت کا اظہار تو کجا اسے اپنا ہم نوا و سفارشی بنایا۔ اس کی حکومت کو ابد تک قرار کی دعا دی۔

2۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے خود کو ان تمام جرائم سے بری ظاہر کیا جو ان پر عائد کیے گئے تھے اور یہ جرائم ایک دوسرے فضل حق سے منسوب کیے (جو بلاشبہ درست تھے) اگر علامہ واقعی دل سے باغیوں کے خیر خواہ ہوتے تو ایک ایسے شخص کی نشان دہی کر کے اسے مجرم ثابت نہ کرتے جس سے انگریزوں کی حکومت جڑ سے اکھیڑ پھینکنے میں بڑی جی داری کا ثبوت دیا۔

3۔ علامہ فضل حق نے ان اخبارات کے مالکوں کو بھی بد دعا دی اور انہیں خانہ خراب

کے خطاب سے نوازا جنہوں نے بغاوت کے جرم میں ملوث کیا۔

4۔ علامہ فضل حق نے اپنی عرضی میں ۱۸۵۷ء کے ''جہاد'' کو ابتلا اور غدر کے الفاظ سے موسوم کیا، گویا وہ اسے جہاد یا آزادی کی جنگ قرار نہ دیتے تھے بلکہ فتنہ اور شورش و فساد سمجھتے تھے۔

5۔ آخر میں نواب رام پور سے فریاد کی کہ انہیں بعض نام کی مشارکت کی وجہ سے دہلی کے انگریز حاکموں نے بے گناہ پکڑ لیا ہے۔

مولانا فضل حق کے اصل خط کی خط کشیدہ عبارت کا مطالعہ بیان حقائق کی تائید کرتا ہے، اس عرضی کے منظر عام پر آجانے کے بعد علامہ فضل حق کی جنگ آزادی میں شرکت اور آزادی کے لیے جدوجہد محض افسانہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر انہیں سزا ہوئی تو بقول ان کے جرم بے گناہی میں ہوئی اور نام کی مشارکت کی وجہ سے انہیں وہی فضل حق سمجھ لیا گیا جو سادات شاہ جہان پور سے تعلق رکھتے تھے اور جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں مردانہ وار حصہ لیا تھا، یہ بیان خود علامہ فضل حق کا ہے نواب رام پور کے نام ان کی عرضی اس کی تائید کرتی ہے۔ ۱۸۵۷ میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہ افراد کو گولی مار کر یا پھانسی دے کر ختم کر دیا گیا اور ان کی جائیدادیں بحق سرکار ضبط کر لی گئیں۔ انہی میں علامہ فضل حق بھی تھے جنہیں کالا پانی کی سزا ہوئی۔ چونکہ انہیں انگریز حکام نے بے گناہ سزا دی تھی اور ایک اور شخص کے جرم ان کے سر تھوپ دیئے تھے اس لیے اس کا رد عمل ہوا اور انہوں نے جزائر انڈیمان میں اپنی اسیری کے دوران انگریزی حکومت کو خوب جلی کٹی سنائیں۔ یہ ایک قدرتی امر تھا، اس کے باوجود ان کے فرزند مولانا عبدالحق جنہیں سرکار برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا تھا علامہ فضل حق کی رہائی کے لیے کوشش بھی کرتے رہے۔ اغلب ہے کہ وہ بے گناہی ثابت ہونے پر رہا بھی ہو جاتے مگر افسوس کہ موت نے مہلت نہ دی۔ (۱)

---

(۱) (۱۸۵۷ء کا جہاد ص ۱۳۶۔۱۳۷)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مولوی فضل حق کا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی حصہ نہ تھا اب بھی اگر کوئی کہے کہ فلاں نے لکھا ہے کہ مولوی فضل حق مجاہد تھا اس نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا، اس نے یہ کیا، اس نے وہ کیا، تو وہ غلط کہتا ہے کیوں کہ مولوی فضل حق کے ذاتی بیان کے مقابلہ میں کسی اور کی بات قابل قبول نہیں ہے اور مولوی فضل حق کا اپنا ذاتی بیان ہے کہ میں باغیوں میں شامل نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے بھی لکھا کہ مولوی فضل حق نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا ان لوگوں کو یہ حقائق معلوم نہ ہوں گے۔

مولانا عبدالحق خیرآبادی

مولوی عبدالحق خیرآبادی مولوی فضل حق خیرآبادی کے بیٹے اور مولوی فضل امام کے پوتے تھے۔ مولوی فضل امام رشوت لیتے ہوئے پکڑے گئے تھے اس کی وجہ سے وہ ملازمت سے معطل کر دیے گئے۔

مولوی عبدالقادر رام پوری نے لکھا ہے:

مولوی برکت اللہ دہلوی شاہ جہاں آباد کے صدر دفتر کے محافظ تھے چونکہ گورنر صاحب بہادر کے وارد ہوتے ہی رشوت کی بنا پر مولوی فضل امام (خیرآبادی) ملازمت سے معطل ہو گئے۔ (۱)

مولانا عبدالحق دربار قیصری میں

عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا ہے:

خلد آشیاں فرماں روائے رام پور (نواب علی خاں جو بہت بڑا انگریز نواز تھا) بیماری

---

(۱) (علم و عمل ص ۱۹۹ ج ۲)

کی وجہ سے دہلی آنے اور دربار قیصری میں شرکت سے معذور رہے تھے پرچہ گزرنے پر ولی عہد بہادر (نواب مشتاق علی خاں) نے خلد آشیاں (نواب کلب علی خاں) کو اس واقعہ کی اطلاع تار پر دی تار ہی پر جواب آیا ہماری طرف سے (مولوی عبدالحق) کو گیارہ پارچہ کا خلعت اور نقد دو ہزار پیش کرو۔

شمس العلماء جو کسی بات پر مدار المہام رام پور سے برہم ہو کر دہلی اس غرض سے آئے تھے کہ واپس نہ جائیں اور کسی ریاست میں ملازمت کر لیں اس قدر افزائی پر دربار قیصری کے بعد رام پور چلے آئے اور پھر کبھی خلد آشیاں سے جدا نہ ہوئے۔ (۱)

مولانا عبدالحق خیر آبادی کو انگریزوں سے وظیفہ بھی ملتا تھا

عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا ہے:

ہم امید کرتے ہیں کہ ہز ہائنس فرماں روائے رام پور اور اعلیٰ گورنمنٹ (گورنمنٹ انگریزی) نظام شمس العلماء مرحوم کے وظائف ان کے صاحبزادے مولانا اسد الحق صاحب کے نام منتقل فرما دیں گے کہ مقامات مختلف وممالک دور دراز کے طلبا بے آس نہ ہوں اور دار العلوم خیر آباد دار العلوم بنا رہے۔ (۲)

مولانا عبدالحق کو انگریزوں سے شمس العلماء کا خطاب ملا

پروفیسر ایوب قادری بریلوی نے لکھا ہے:

16 فروری 1887ء کو ملکہ وکٹوریہ کی تقریب جوبلی منعقد ہوئی ہندوستان میں مختلف مقامات پر دربار منعقد ہوئے اس موقع پر طے ہوا کہ علوم شرقی کی فضیلت کو سرکاری طور پر

---

(۱) (باغی ہندوستان ص ۱۷۴)

(۲) (باغی ہندوستان ص ۱۷۱)

منایا جائے گورنمنٹ نے مسلمان علماء کو شمس العلماء اور ہندو پنڈتوں کو مہما مہو کے خطابات دینے تجویز کیے اور اسی سال 1887ء سے اس کا اجراء عمل میں آیا جن لوگوں کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا ان میں مولانا عبدالحق خیر آبادی بھی تھے۔ (۱)

مولوی عبدالحق کو انگریزوں کی طرف سے جو شمس العلماء کا خطاب ملا تھا اس کی فوٹو کاپی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱) (روزنامہ حریت کراچی 9 جولائی 1977ء)

مولانا فضل عظیم خیر آبادی

مولانا فضل عظیم خیر آبادی مولوی فضل امام خیر آبادی کے بیٹے اور مولوی فضل حق خیر آبادی کے بڑے بھائی تھے۔ مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کا خاص اعتماد والا آدمی تھا۔ انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کی مولوی فضل عظیم سے بڑی محبت تھی اور مولوی فضل عظیم کو بھی انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر سے بڑی محبت تھی۔ اس لیے مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کو آقائے نامدار یا آقا کہہ کر پکارتا تھا۔ مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کی بڑی تعریف کرتا تھا تعریف کیوں نہ کرتا کیوں کہ مولوی فضل عظیم انگریز کا وفادار اور خاص اعتماد والا آدمی تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مولانا فضل حق کے برادر اکبر مولوی منشی فضل عظیم خیر آبادی سہارن پوری میں افسر مقرر ہوئے۔ وہ ولیم فریزر (ف 12 مارچ 1835ء) کے معتمد خاص تھے اور ان کی ترقی میں ولیم فریزر کا خاصا ہاتھ رہا ہے۔

ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:

مولوی فضل امام کے بڑے بیٹے منشی فضل عظیم فارسی نظم ونثر میں مہارت رکھتے ہیں جو واقعہ پیش آئے اس کی کیفیت قلم برداشتہ لکھ دیتے ہیں ولیم فریزر (انگریز افسر) بہادر کی ان پر بے حد شفقت ہے (۱)

۱۵۔۱۸۱۴ء میں نیپال کے گورکھوں اور انگریزوں سے جنگ ہوئی اس مہم کا سربراہ ولیم فریزر تھا اور فضل عظیم اس کے خاص معتمد اور منشی تھے انہوں نے گورکھوں اور انگریزوں

---

(۱) (علم عمل وقائع عبدالقادر خانی جلد اول ص ۲۵۵)

کی جنگ کی کیفیت کو وقائع کوہستان کے نام سے قلم بند کیا ہے۔ یہ کتاب 1249ھ طبع مصطفائی دہلی سے شائع ہوئی اس وقت منشی فضل عظیم سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔

وقائع کوہستان میں منشی فضل عظیم ولیم فریزر کی حیثیت اور اپنی کارگزاری کے متعلق لکھتے ہیں:

جنرل سرداؤ داختر لونی صاحب بہادر لدھیانہ اور کرنال میں متعینہ کمپو کے ساتھ امر سنگھ تھاپا کے مقابلہ کے لیے جو راجہ نیسال کا نائب اور اس محال کا مختار و مدار المہام تھا رام گڑھ اور بھاٹو وغیرہ کی طرف مامور اور روانہ ہوئے اور میرٹھ کا کمپو جنرل کلپی کی سرکردگی میں تھا کمشنر و مختار آقائے نامدار صاحب اقتدار مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر نے جو بہادری و شجاعت میں ضرب المثل اور مالی و ملکی انتظام میں بے نظیر تھے اس وجہ سے وہ کپتان بھدر اور کاجی رنجور کے اخراج اور تنبیہ و تادیب کے لیے کوہ گڑھوال اور کوہ سرمور کی فتح کے لیے مامور و متعین ہوئے اور مسٹر کارنر صاحب بہادر فتح مند فوج موزوں ساز و سامان اور کثیر جمعیت کے ساتھ کوہ کمایوں کے تخلیہ کے لیے مامور و مقرر ہوئے اس طرح دوسرے حمیدہ اوصاف کے مالک اور جنگ آزمودہ بہادر (انگریز) اطراف و اجوانب سے ان باغیوں (گورکھوں) کے قتل و اخراج کے لیے مقرر و نامزد ہوئے۔ راقم الحروف کہ فضل عظیم کے نام سے مشہور ہے اس زمانہ آقا ولیم فریزر کی ہمراہی میں خطوط اور پروانہ جات کے لکھنے پڑھنے اور مہمات کے انتظام میں معروف اور اپنے آقا (ولیم فریزر) کی حاکمانہ عنایات سے بہرہ ور تھا (راقم الحروف) اس مہم میں ہر جگہ موجود تھا اور اس زمانہ کی سرگزشت اور سارے واقعات سے واقف لہٰذا جنگ و جدل کا حال فضل کے معرکوں کے واقعات اور اس بدقسمت گروہ (گورکھوں) کی خرابی و ابتری کا کچھ حال بطور اختصار لکھتا ہوں۔(۱)

---

(۱) (وقائع کوہستان ص ۴ بحوالہ مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۔۳۴)

اس کتاب کے خاتمے پر منشی فضل عظیم لکھتے ہیں:

فتح مند فوجوں کا کمپو کہ جو اس بد نصیب قوم (گورکھوں) کی تنبیہ واخراج کے لیے اور قلعوں کے خالی کرانے کے متعین و مامور تھا پہاڑ سے اتر آیا اور منتشر ہو گیا ہر ایک پلٹن اپنی چھاؤنی کو چلی گئی اور جنگ کا قصہ ختم ہو گیا اور آقائے نامدار (ولیم فریزر) کوہستان کی سیر کے بعد ماہ اگست 1815ء میں واپس آئے فتح مندی اور خوشی بخشی کے ساتھ شہر دہلی میں داخل ہوئے اور یہ احقر العباد (فضل عظیم) شہر مذکور (دہلی) میں صاحب موصوف (ولیم فریزر) کے ہمراہ آیا۔ (۱)

نواب سید کلب علی خاں رام پوری

نواب سید کلب علی خاں رام پوری مولانا فضل حق خیر آبادی اور ان کے بیٹے مولانا عبدالحق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔

عبدالحکیم شرف قادری بریلوی نے لکھا ہے:

کہ نواب یوسف علی خاں رام پوری اور نواب کلب علی خاں رام پوری مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ (۲)

عبدالشاہد شروانی نے لکھا:

نواب کلب علی کے اصرار پر (مولوی عبدالحق خیر آبادی) رام پور تشریف لے گئے نواب نے شاگردی اختیار کی اور تعظیم و تکریم کا حق ادا کر دیا۔ (۳)

---

(۱) (وقائع کوہستان ص۲۷ بحوالہ مولانا فضل حق خیر آبادی ص ۳۴، ۳۵)

(۲) (باغی ہندوستان ص۱۳)

(۳) (باغی ہندوستان ص۱۶۹)

نواب کلب علی خاں کا مذہب:

حکیم نجم الغنی نے لکھا ہے:

نواب صاحب سنی مذہب حنفی مشرب تھے اور اس مذہب کے نہایت حامی و پابند تھے۔ (۱)

نواب صاحب سلسلہ متبرکہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا عبدالرشید صاحب قدس سرہما سے بیعت تھے۔ (۲)

مولوی عبدالرشید مجددی بریلوی، ۱۲۷۳ھ میں والد صاحب کے حکم سے نواب سید کلب علی خاں مرحوم کی بیعت کے لیے رام پور گئے اور ایک ماہ قیام کر کے دہلی واپس گئے۔ (۳)

مولانا احمد رضا بریلوی کی نواب کلب علی خاں سے ملاقات:

ظفرالدین بہاری نے لکھا ہے:

نواب (کلب علی خاں) صاحب نے اول سے آخر تک ایک ایک سطر بغور پڑھا جب انہوں نے دیکھا کہ سب فتویٰ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی تائید و تصدیق میں ہیں صرف دو عالموں کی رائے اس کے خلاف ہے جناب شیخ فضل حسین (مولوی احمد رضا کا سسر) صاحب افسر ڈاک خانہ وہاں تشریف رکھتے تھے ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رام پور میں

---

(۱) (اخبارالصادید جلد دوم ص۲۱۰)

(۲) (اخبارالصادید جلد دوم ص۲۱۷)

(۳) (تذکرہ علماء اہل سنت ص ۱۳۸)

گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی طرف سے ڈاک خانہ میں ملازم تھے اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی جب نواب کو معلوم ہوا کہ یہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں اور مصدق جناب مولانا نقی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں تو نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خویش کو بلوائیے ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ حسب طلب و دعوت جناب شیخ صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ رام پور تشریف لے گئے جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے چونکہ دبلے پتلے تھے نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھالیا اور بہت لطف ومحبت سے باتیں کرنے لگے۔ (۱)

نواب کلب علی خاں رام پوری نواب یوسف علی خاں رام پوری کے بیٹے اور نواب محمد سعید خاں رام پوری کے پوتے تھے۔ نواب کلب علی خاں کے دادا نواب محمد سعید بڑے انگریز نواز اور انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر خواہ تھے جب نواب محمد سعید کے فوت ہونے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے نواب محمد یوسف خاں کو کچھ وصیتیں کیں جو یہ ہیں:

فرزند یوسف دنیا میں کسی کے ہمیشہ ماں باپ زندہ نہیں رہے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اب میرا زمانہ انتقال بہت قریب ہے اور مرض لاحقہ بہت ترقی پر ہے مگر اے فرزند میں تم کو جس قدر وصیتیں کرتا ہوں اس پر عمل کرنا تاکہ آرام سے ریاست کرو۔

ان میں سے ایک وصیت یہ تھی جس کا نمبر 3 ہے۔

برٹش گورنمنٹ اور احکام انگلشیہ کی اطاعت اپنا آئین بنانا اور ہر حال میں ان سے بدل دوستی رکھنا۔ (۲)

---

(۱) (حیات اعلیٰ حضرت قدیم جلد نمبر ا ص ۱۳۵)

(۲) (اخبار الصادید جلد دوم ص ۲۳۔۲۴)

نواب کلب علی خاں کی مسند نشینی:

نواب سید یوسف علی خاں بہادر نے اپنے انتقال سے قبل نواب سید کلب علی خاں بہادر کی ولی عہدی 1864ء میں انربیل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے توسط سے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل ہندوستان سے منظور کرا کر سندیں ان کو عطا کیں تھیں اور وصیت کی تھی کہ تمہارے دادا نے جو انتظام قائم کیا ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور اہل کاروں کو حتی المقدور جدا مت کرنا رعایا کی فلاح اور آرام سے غافل نہ ہونا عیش و عشرت کی ممانعت نہیں مگر بالکل مصروف نہ ہو جانا کاروبار ریاست خود انجام دینا ہر ایک صیغے کی خبر گیری رکھنا دولت انگریزی (انگریزی حکومت) سے اتحاد بڑھانا جب ہمارا انتقال ہو تو فوراً خزانے کی کنجی لے کر ہتھیار لگانا اور مسند حکومت پر بیٹھ جانا اور ہماری تجہیز و تکفین چھوٹے صاحب کے سپرد کرنا چنانچہ نواب سید کلب علی خاں نے تمام کاروائیاں نواب سید یوسف علی خاں کی وصیت کے مطابق کیں اور فوراً مسند نشین ہو کر ارکان دولت کی نذریں لیں سلامی کی توپیں چلنا شروع ہوئیں شادیانے بجنے لگے۔

مزید لکھا ہے:

10 جون 1865ء کو مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست و کمشنر روہیل کھنڈ رامپور آئے اور اسی روز چار گھڑی دن اپنے خاص دیوان خانے میں گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی جانب سے باضابطہ طور پر مسند نشین کیا۔

مزید لکھا ہے:

پھر ماہ رجب میں ملکہ معظّمہ کی جانب سے مسند نشینی کا خلعت آیا گیارہویں رجب سے حکام کی آمد آمد ہوئی۔ دعوت کے سامان مہیا ہونے لگے۔ ۱۴ رجب ۱۲۸۲ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کو مسٹر جان انگلس کمشنر روہیل کھنڈ ایجنٹ ریاست مع اور صاحبان انگریز کے

آغا پور میں آئے۔ ۱۵ رجب کو ایک ترپ سواروں کا اور دو کمپنیاں تلنگوں کی ساتھ لیے صاحب ایجنٹ وہیں ٹھہرے رہے اسی روز دس بجے دن کے نواب صاحب پہلے جریدہ آغا پور میں ملاقات کو گئے اور وہاں سے واپس آئے پھر قریب دو بجے دن کے سامان جلوس کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے تزک سے آہستہ آہستہ آغا پور کو روانہ ہوئے تین بجے سواری وہاں پہنچی لشکر سے ایک میٹر کے فاصلے پر دو انگریز پیشوائی کو کھڑے تھے اور صاحب ایجنٹ نے تیس صاحبان انگریز کے ساتھ درخیمہ پر استقبال کیا جب ڈیرے میں بیٹھ گئے تو صاحب ایجنٹ نے گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی طرف سے نواب صاحب کو خلعت مسند نشینی جس میں ۲۲ پارچے تھے پہنایا ہاتھی اور گھوڑا بھی دیا۔ (۱)

نواب کلب علی خاں کو انگریزوں سے وفاداری کے صلے میں خطابات، اعزازات اور نشان قیصریٰ ملے

نواب کلب علی خاں نے اپنے باپ کی وصیتوں پر پورا عمل کیا اور انگریز نوازی کا حق ادا کیا انگریزوں کے ہاں نواب کلب علی خاں کا بڑا وقار تھا۔

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

حکام انگریزی کی نظروں میں ان کا بہت بڑا وقار تھا انہوں نے اتحاد دولت انگلشیہ کو خوب ترقی دی۔ (۲)

نواب کلب علی خاں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا نواب کلب علی خاں کے والد نواب یوسف علی خاں جو انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر

---

(۱) (اخبار الصادید ص ۱۳۲۔۱۳۵ ج ۲)

(۲) (اخبار الصنادید ص ۲۲۷ ج ۲)

خواہ تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا، نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی مدد کے لیے ڈیوٹیاں لگائی تھیں جن کو کلب علی خان نے پورا کیا۔

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

نواب یوسف علی خاں نے ان قیدیوں (۱۸۵۷ء کے مجاہدین) کو سزا تجویز کرنے کے لیے اپنے ولی عہد نواب سید کلب علی خاں کے حوالے کر دیا جنھوں نے ان سب کو جیل خانے میں قید کر دیا۔ (۱)

نواب صاحب بہادر (نواب یوسف علی خاں) نے کچھ فوج اور اپنے خیر خواہ معتمدین ہم رکاب ولی عہد ریاست (نواب سید کلب علی خاں) کالا ڈھونگی کو بھیجے تا کہ صاحب کمشنر و دیگر یورپین (انگریزوں) کو بحفاظت تمام مراد آباد پہنچائیں اور خود نواب صاحب ڈرہال تک جو رام پور سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر ہے مع فوج کے حفاظت اور انتظام کے لیے گئے کالا ڈھونگی سے کل یورپین (انگریز) ہاتھیوں پر سوار ہو کر چلے اور ان کے ساتھ ساتھ نواب ولی عہد بہادر مع فوج کے تھے موضع ڈرہال سے نواب صاحب بھی شریک ہو گئے صاحب کمشنر اور ہر ایک انگریز نے نواب سید یوسف علی خاں بہادر سے کہا کہ نواب صاحب ہم ٹوپی سے موزے تک آپ کے بندہ بے دام ہیں ہماری جانیں آپ کے سبب سے قائم رہیں ہیں سب کو بخیریت تمام مراد آباد پہنچایا۔ (۲)

آگرہ میں عالی جناب شاہزادہ ویلز بہادر (ایڈورڈ ہفتم) کے ہاتھ سے تمغہ ستارہ ہند پانا:

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

---

(۱) (اخبار الصنادید ص ۳۳ ج ۲)

(۲) (اخبار الصنادید ص ۹۰ ج ۲)

(۱)...... 11 اپریل 1873ء کو نواب صاحب الہ آباد جا کر سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے رخصتی ملاقات کی اور سر جان اسٹر یچی صاحب جدید لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کر کے ان کے تقرر پر مبارک باد دی۔

(۲)...... 1875ء میں عالی جناب البرٹ ایڈورڈ پرنس ویلز بہادر ولی عہد ہندو انگلستان سے جو ہندوستان کی سیر کو آئے تھے آگرے میں ملاقات کی اور نواب صاحب کی علالت سنگ مثانہ کے واسطے شاہی ڈاکٹر مقرر ہوا۔ مگر آپ نے بلطائف الحیل عذر کیا اور شہزادہ موصوف نے ملکہ معظّمہ کوئین وکٹوریہ کی جانب سے تمغہ گرینڈ کمینڈر سٹار آف انڈیا پہنایا بڑے لطف کے ساتھ ملاقاتیں ہوئیں۔ نواب سید کلب علی خاں نے رام پور واپس آ کر اس خوشی میں بڑا دربار کیا۔

(۳)...... 17 اکتوبر 1883ء کو نواب سید کلب علی خاں سر الیفر ڈلائیل صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کی ملاقات کو مراد آباد گئے۔ ۱۸ کو ہز آنر موصوف اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی، ۱۹ کو بازوید کی ملاقات اور دعوت کا جلسہ ہوا جس میں لفٹنٹ گورنر صاحب نے نواب صاحب کی تشریف آوری مراد آباد اور ان کے عمدہ انتظام اور ایام غدر کی خیر خواہیوں کا بڑی منت پذیری سے ذکر کیا۔ 20 اکتوبر کو لفٹنٹ گورنر مراد آباد سے نینی تال سدھارے 21 کو نواب صاحب رام پور میں داخل ہوئے۔(۱)

دربار قیصریٰ اور نواب صاحب کے مراتب ومناقب میں ترقی

۱۵۹۹ء میں ملکہ الزبتھ نے چند سوداگروں کو ہندوستان میں سوداگری کرنے کا ٹھیکہ

---

(۱) (اخبار الصنادید)

دیا۔ انہوں نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اس تجارت میں وہ برکت دی کہ اس کے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوتی گئی۔ اور بتدریج سارے ہندوستان میں ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پھیل گئے۔ جو رموز سلطنت سے ماہرین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سلطنت اس قسم کی ہے کہ جس کا وجود پہلے دنیا میں نہ تھا یہ سلطنت انگریزوں کی عالی دماغی اور بلند نظری اور مغل بادشاہوں کی عیاشی، کاہلی اور والیان ملک کی باہمی پھوٹ اور غارت گری نے ایجاد کی ہے۔ اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہو کر قیصریٰ تک پہنچا ہے۔ ۱۵۹۹ اور ۱۸۷۷ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکہ محتشمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ میں تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ میں خطاب قیصریٰ اختیار کیا۔ اس دربار قیصریٰ میں نواب سید کلب علی خاں بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے مگر اپنی جانب سے ولی عہد سید مشتاق علی خان کو مع جنرل سید علی اصغر خاں کے اور مختصر ہمراہیوں کے دربار دہلی کو بھیجا۔ لارڈ لٹن صاحب وائسرائے نے نواب سید کلب علی خاں کا عذر قبول کیا اور نشان قیصریٰ جس پر نواب صاحب کا پورا نام مع خطاب لکھا ہوا تھا مرحمت کیا۔ بجائے تیرہ توپوں کے پندرہ توپوں کی سلامی مقرر ہوئی۔ اور ۱۸۷۸ء میں خطاب مشیر قیصرہ مزید ہوا۔ مگر یہ دونوں اعزاز آپ کی ذات سے متعلق رہے۔ 26 اگست 1878ء کو مسٹر ایڈورڈ صاحب کمشنر وایجنٹ ریاست بحکم سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ رام پور میں آئے اور ایک دربار ترتیب دے کر تمغائے قیصرہ مرسلہ لارڈ لٹن صاحب وائسرائے کشور ہند پہنایا اور سند شاہی عطیہ جناب قیصرہ ہند دے کر آپ کے حسن انتظام کی تعریف کی۔

نواب کلب علی خاں کے انگریزوں سے وفاداری اور خیر خواہی کے اور کام

۱...... مارچ ۱۸۷۲ء کو نواب سید کلب علی خاں نے بتقریب صحت شاہزادہ ویلز بہادر ولی عہد ہندوانگلستان بڑا بھاری جشن کیا۔ جناب ملکہ معظّمہ وکٹوریہ نے نہایت منت پذیری کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔

۲...... ۱۵ جون ۱۸۷۹ء کو نواب صاحب نے فتح کابل کے متعلق ایک جشن کیا۔ ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ اور بذریعہ تار جناب ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کو فتح کی مبارک باد دی۔ ۴۔ اگست کو سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے جناب ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کی جانب سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

۳...... ۱۸ ستمبر ۱۸۸۲ء کو ایک ہزار بندوقیں مرسلہ لارڈ پن صاحب وائسرائے کشور ہند صاحب ایجنٹ ریاست کے توسط سے رام پور میں پہنچیں یہ بندوقیں ٹوپی دار پرانی قطع کی اتری ہوئی تھیں گو کہ نواب صاحب نے پلٹن کے واسطے بقیمت طلب کی تھیں مگر وائسرائے نے نواب صاحب کی قیمتی خیر خواہیوں پر خیال فرما کر بلا قیمت عطا کیں۔

۴...... ۲۱ مارچ ۱۸۸۴ء کو ڈیوک کیناٹ صاحب بہادر ترائی کے جنگل میں شکار کھیلنے آئے نواب صاحب نے ۲۵ ہاتھی اور دوسرا سامان شکار اور خیمے وغیرہ جنرل اعظم الدین خاں کے ہمراہ منڈیا گھاٹ بھیجے۔ جنرل صاحب نے بہت عمدہ طور پر شکار کھلایا۔ ۲۸ مارچ تک آٹھ شیر مارے شہزادہ موصوف نواب صاحب اور جنرل صاحب کے کمال ممنون ہوئے اور عمدگی انتظام کی نسبت اپنی چٹھی مورخہ یکم اپریل ۱۸۸۴ء میں جو مقام میرٹھ سے نواب صاحب کے نام لکھی تھی اظہار توصیف کیا۔ بلکہ اس خوشنودی کے جلدو میں اپنی

اور اپنی لیڈی صاحبہ کی تصویریں نواب صاحب کے واسطے صاحب ایجنٹ کی معرفت ارسال کیں۔

۵......نواب صاحب نے ڈیوک البینی فرزند چہارم جناب ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کے قضا کرنے پر جن کا واقعہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۴ء کو ہوا تھا بذریعہ تار جناب ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں تعزیت ادا کی ایک روز تمام محکمہ جات ریاست اور بازاروں میں تعطیل اور ہڑتال رہی۔

۶...... ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء کو نواب صاحب نے بہ تقریب جشن جوبلی جناب ملکہ وکٹوریہ دربار کیا شاہی سلامی سر ہوئی شادیانے بجے۔ روشنی ہوئی آتش بازی چھوٹی، دو روز تعطیل رہی ۲۹ قیدی رہا کیے گئے۔ نواب صاحب کی تمام کاروائیوں میں جوبلی کا جشن آخری کام تھا۔ (۱)

قارئین حضرات! آپ نے پڑھ لیا کہ نواب کلب علی خاں بریلوی انگریزوں کا کتنا خیر خواہ وفادار اور انگریز نواز تھا جس کے عوض میں نواب کلب علی خاں کو انعامات خطابات انگریزوں سے ملے۔

دین محمد نے لکھا ہے:

حکام گورنمنٹ بھی آپ کی قوت انتظام وحسن تدبیر کو مانتے اور ان کی وفادارانہ دوستی کو قابل اعتماد سمجھتے تھے چنانچہ ۱۸۶۶ء میں آپ ایمپریل کونسل کے ممبر نامزد کیے گئے پھر ۱۸۷۰ء میں ڈیوک آف سدہرلینڈ کی ملاقات کے لیے آگرہ میں پورے اعزاز کے ساتھ مدعو کیے گئے پھر ۱۸۷۳ء میں حضور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے بزمانہ ولی عہدی ہندوستان میں تشریف آوری پر آگرہ میں ہز ہائیتس کو ’’جی سی ایس آئی‘‘ کا خطاب عطا ہوا اور دربار قیصریٰ ۱۸۷۷ء میں مشیر قیصر ہند کے اعزاز سے ممتاز فرمائے گئے آپ کے عہد میں حضور

---

(۱) (اخبار الصنادید ص ۱۶۰۔۱۶۷ ج ۲ مختصرًا)

وائسرائے وکمین ڈرانچیف رام پور آ کر مہمان ریاست ہو کر مسرور ہوئے نواب صاحب ایک پکے دین دار پابند صوم وصلوٰۃ ہی نہیں بلکہ عاشق اسلام اور شیدائے رسول رئیس تھے۔ (۱)

مولانا رحمان علی

(مؤلف تذکرہ علمائے ہند فارسی)

مولوی رحمان علی کا اصلی نام محمد عبدالشکور بن حکیم شیر علی ہے۔ ۱۲۴۴ھ میں قصبہ نارہ عرف احمد آباد ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے ان کے والد اپنے زمانے کے بڑے فاضل اور حاذق طبیب تھے حکیم شیر علی کا انتقال رمضان ۱۲۵۶ھ میں ہوا اس وقت رحمان علی کی عمر تقریباً بارہ سال تھی اور قرآن کریم ختم کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا فارسی کی تحصیل اپنے بڑے بھائی حکیم احسان علی (ف ۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء) سے کی اس کے بعد اپنے زمانے کے مشہور علماء وفضلا مثلاً مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی (ف ۱۲۸۱ھ، ۱۸۶۴ء) قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (ف ۱۳۱۴ھ، ۱۸۹۶ء) مولوی محمد شکور مچھلی شہری (ف ۱۳۰۰ھ، ۱۸۸۳ء) مولوی ثابت علی ساکن بہکا (۱۲۸۲ھ، ۱۸۶۵ء) مولوی سید حسین علی فتح پوری اور مولانا عبداللہ زید پوری سے کتب درسیہ پڑھیں۔ (۲)

(مولوی رحمان علی) خود لکھتے ہیں چاروں خاندانوں میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ساتھ اجازت بیعت وخلافت مولانا حافظ حاجی محمد حسین عمری محبّ الٰہی الہ آبادی سے پائی ہے۔ (۳)

---

(۱) (یادگار دربار ۱۹۱۱ء جلد دوم ص ۷۴۰، ۷۴۱)

(۲) (تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳، پیش لفظ)

(۳) (تذکرہ علمائے ہند ص ۲۰۱)

مولوی محمد حسین الہ آبادی کا تذکرہ علماء اہل سنت محمود احمد کانپوری بریلوی کے صفحہ نمبر ۲۴۶، ۲۴۷ پر موجود ہے۔

مولوی رحمان علی نے ایک کتاب مولد و قیام کے اثبات میں بھی لکھی ہے۔(۱)

مولوی رحمان علی انگریزوں کے ملازم تھے اور انگریزوں کے بڑے خیر خواہ تھے اور وفادار تھے مولوی رحمان علی نے انگریزوں کی بڑی خدمت کی تھی اس وفاداری کے صلے میں مولوی رحمان علی کو انگریزوں کی طرف خطابات اور انعام میں جاگیر بھی ملی تھی۔

مولوی رحمان علی کی اپنی زبانی سنیے:

۱۸ ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ، ۱۔۱۸۵۰ء میں اپنے بڑے بھائی مولوی حکیم امان علی خاں مرحوم کے توسط سے ریاست ریواں پہنچا جب بابو رگھو راج سنگھ خلف الصدق ولی عہد مہاراجہ بشناتھ سنگھ والی رایوں کے دربار میں آیا تو انہوں نے میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا عبدالشکور فرمایا یہ لفظ ہماری زبان کو ثقیل معلوم ہوتا ہے تمہارا نام تمہارے بھائی کے ہم وزن رحمٰن علی ہے میں تسلیمات بجا لایا اس روز سے اسی نام سے مشہور ہو گیا اس ریاست میں سفارت جے پور منصری فوج باغیوں کی تادیب جنہوں نے شاہراہ دکن کو مسدود کر دیا تھا دیوان ریاست کی پیشی، انتظام پرمٹ ڈپٹی مجسٹریٹی سول ججی اور مجسٹریٹی (درجہ اول) بر وقتاً فوقتاً مامور رہا اور ۱۸۸۴ء میں ریاست کی کونسل کا ممبر سیکرٹری کی حیثیت سے مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ممتاز ہوں۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء میں قیصر ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی جوبلی کے موقع پر گورنمنٹ ہند (انگریزی حکومت) کی بارگاہ سے خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ ڈی۔ ڈبلو۔ کے بار صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ و سپرنٹنڈنٹ ریاست کے مقام ریواں میں ۲۲ اپریل ۱۸۸۷ء کو دربار عام میں منعقد فرمایا اور اپنی تقریر کے بعد گورنر جنرل بہادر کی مہر شدہ

---

(۱) (تذکرہ علمائے ہند ص ۲۰۲)

خطاب کی سند گورنمنٹ ہند (انگریزی حکومت) کی طرف سے اور چاندی کا عصائے چوبدار اور خلعت ریاست کی طرف سے اپنے دست خاص سے عنایت فرمایا۔ اس سے قبل ۱۲۷۸ھ،۲۔۱۸۶۱ء میں ریواں میں، میں نے ایک مسجد پتھر کی تعمیر کرائی جس کے مصارف مسجد کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور وہ گاؤں جو دوامی معافی میں مجھے ریاست سے ملا تھا مسجد مذکورہ کے مصارف کے لیے وقف کر دیا۔ (۱)

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

اگر اس فہرست کو (تذکرہ علمائے ہند کی فہرست) کو بامعان نظر دیکھا جائے تو ان میں بیشتر شاہ ولی اللہ دہلوی کی مکتب فکر وخیال کے حامل اور ان کے احوال ونظریات کے مبلغ ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی رحمان علی شاہ ولی اللہ مکتب فکر سے کچھ زیادہ متفق نہیں ہیں اسی لیے ان علماء کے تراجم میں کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے۔ سید احمد شہید اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ لینے والے علماء کو بھی قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے شاید اس میں ریاست کی ملازمت اور سرکار انگلشیہ (انگریزی حکومت) سے تعلقات کی مصالح کو دخل ہو۔ (۲)

مولانا عبدالرشید نعمانی e لکھتے ہیں مولوی رحمان علی اپنے معاصر علمائے بدایوں بریلی سے حد درجہ متاثر تھے اس لیے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دوسرے اکابر اہل علم کے ساتھ انہوں نے وہ معاملہ نہیں کیا جو ایک غیر جانب دار تذکرہ نویس کا فرض ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض حضرات کا تو سرے سے تذکرہ ہی نظر انداز کر دیا اور بعض کا ذکر بھی کیا تو بادل نخواستہ کیا۔ دو چار سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔ (۳)

---

(۱) (تذکرہ علمائے ہند ۲۰۰، ۲۰۱)

(۲) (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۲۶ پیش لفظ محمد ایوب قادری)

(۳) (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۳۷ تعارف)

پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ابن سید کریم شاہ علی پوری ۱۸۴۱ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے آپ نجیب الطرفین ہیں اور سادات شیرازے حضرت سید محمد مامون المعروف بہ قطب شیرازی کی اولاد امجاد سے تھے آپ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ا تک پہنچتا ہے۔

پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کا وصال ۲۶ ذیقعدہ ۲۶، ۲۷ کی درمیانی شب ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء، ۱۳۷۰ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ہوا۔ (۱)

پیر سید جماعت علی شاہ نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں کو فتح کے تعویذ دیے

پیر جماعت علی شاہ انگریزی خواں طبقہ کو پسند کرتے تھے پیر جماعت علی شاہ نے جو انگریزی فوج میں مسلمان سپاہی تھے اور ترک مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے ان کو فتح کے تعویذ دیے۔

مولوی محمود احمد قادری بریلوی لکھتے ہیں:

آپ (پیر جماعت علی شاہ) کی نظر عنایت انگریزی خواں طبقہ کی طرف زیادہ تھی۔ (۲)

---

(۱) (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۱۱۳۔ ۱۱۷)

(۲) (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۴۷)

انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کرو:

حضرت قبلہ عالم (پیر جماعت علی) رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خواں متوسلین کو حکم دیتے تھے کہ اپنے ناموں کے ساتھ انگریزی ڈگریاں اور عہدے ضرور لکھا کرو تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں ورنہ انگریزی دان لوگ عام طور پر ہمیں دنیوی علوم سے ناواقف خیال کرتے ہیں ان کی ناواقفیت اور غلط فہمی دور کرنی بہت ضروری ہے۔ (۱)

محمد فاروق قریشی نے لکھا ہے:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے مریدوں اور مقلدوں نے ان کے حکم وارشاد کے مطابق عمل کیا اور بریلوی مکتب فکر کے علماء اکابرین نے بحیثیت جماعت آزادی کی تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی اس کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں جب مسلمانوں کے خلاف طاغوتی طاقتیں شمشیر بکف تھیں تو حضرت پیر جماعت علی شاہ نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں کو تعویذ دیئے تھے جسے انگریزی افواج کے مسلمان سپاہی اپنے بازوؤں پر باندھتے تھے پیر صاحب کا دعویٰ تھا کہ تعویذوں کی برکت سے ترک افواج کی گولی برطانوی سپاہ پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ (۲)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۹ اگست ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں لکھا ہے:

یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ علی پور کے پیر جماعت علی شاہ تک برابر چلتا رہا انہوں نے انگریزی فوج کے ان سپاہیوں کو فتح کے تعویذ دیئے جو ترکی کے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے اور بغداد میں حضرت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روضہ پر بم باری کر رہے تھے۔

---

(۱) (سیرت امیر ملت ص ۲۳۵)

(۲) (ولی خاں اور قرارداد پاکستان ص ۳۰۹)

ان کے عمل و کردار کی عجائب کاریاں ملاحظہ ہوں:

کہ یہاں تو **یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ** کا وظیفہ پڑھتے پڑھتے ان کی زبانیں خشک ہو ہو جاتی ہیں اور وہاں اس انگریزی سپاہ کو فتح و نصرت کے تعویذ دیتے ہیں جو حضرت شیخ کے روضہ پر بمباری کرتے ہیں۔ (۱)

جانباز مرزا نے لکھا ہے:

پہلی جنگ عظیم میں بھی کچھ مریدان باصفا نے ایسی ہی غلطی کی تھی کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر ترکوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے پیر کے آستانے سے اس نیت سے تعویذ حاصل کیے تھے کہ ہماری گولی ترکوں کے سینے پر لگے مگر ہم محفوظ رہیں اور فتح انگریز کی ہو۔ نیز پنجاب کے پیران عظام نے دعائیں کیں کہ ”یا اللہ! جرمن کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں۔“ (۲)

پیر سید جماعت علی شاہ کی زبانی سنیے:

تحریک شہید گنج کے امیر منتخب ہونے کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ۱۵ ستمبر کو پہلی مرتبہ لاہور میں ہزارہا عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

انگریز کو ہمارے ملک میں آئے ہوئے چھیاسی سال کا عرصہ ہو چکا ہے اس عرصے میں مسلمانوں کی ایک درخواست بھی منظور نہیں کی گئی ہم نے حکومت سے ہمیشہ وفاداری کی اور کسی قسم کی بغاوت نہیں کی اور نہ ہم ایسا کرنا چاہتے ہیں ہم نے حکومت کی خاطر اپنے ترک بھائیوں پر گولیاں چلائیں اور انگریزوں کو فتح دلائی جس کا بدلہ ہمیں اس صورت میں دیا جا رہا ہے کہ ہماری مسجدوں کو گرایا جاتا ہے بادشاہ والد کی جگہ اور رعیت بجائے اولاد ہوتی ہے

---

(۱) (الاعتصام 9 اگست 1957ء)

(۲) (تحریک مسجد شہید گنج ص ۱۳۰، ۱۳۱)

آج تک کسی باپ نے بیٹے کا گلہ نہیں کاٹا جو باپ ہو کر بیٹے کا گلہ کاٹے وہ بادشاہ نہیں ہوتا۔ (۱)

---

(۱) (روزنامہ انقلاب لاہور ۷ ستمبر ۱۹۳۵ء بحوالہ کاروان احرار جلد دوم ص ۲۷۱)

ناظرین اس باب میں ہم آپ کی سہولت کے لیے اہل بدعت کے متعلق کچھ کتابوں کے نام لکھ دیتے ہیں اگر آپ مزید معلومات چاہتے ہیں تو ان کی طرف رجوع فرمایئے۔

(۱) فتوی میلاد شریف، مولانا احمد علی سہارنپوری

(۲) فتوی میلاد شریف، مولانا رشید احمد گنگوہی

(۳) جہد المقل، مولانا محمود حسن دیوبندی

(۴) **البراهين القاطعة على ظلام الانوار الساطعة المقلب بالدلائل الواضحة على كراهة المروج من المولود والفاتحة**، مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(۵) **المهند على المفند المعروف التصديقات لدفع التلبسيات مع ترجمه ماضى الشفرتين على خادع اهل الحرمين.** مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(۶) **تنشيط الاذان**۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(۷) بسط البنان۔ مولانا اشرف علی تھانوی

(۸) تغییر العنوان۔ مولانا اشرف علی تھانوی

(۹) **الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب**۔ مولانا حسین احمد مدنی

(۱۰) دلیل الخیرات فی **ترک المنكرات**۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی

(۱۱) **خير الصلات فى حكم الدعاء للاموات**۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی

(۱۲) **النفائس المرغوبه فى حكم الدعاء بعد المكتوبه.** مفتی کفایت اللہ دہلوی

(۱۳) تحفہ لاثانی برفرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(۱۴) نصرت آسمانی برفرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(۱۵) فتح حقانی برفرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(۱۶) سوط الابرار بجواب کاشف الاسرار۔ مولانا عبدالغنی پٹیالوی

(۱۷) **الجنة لاهل السنة بجواب التحقيقات لدفع التحريفات**
مولانا عبدالغنی پٹیالوی

(۱۸) **تزكية الخواطر عما القى فى امنية الاكابر**
مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۱۹) توضیح البیان فی حفظ الایمان۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۰) **النعل المعكوس على الاضر المنكوس المعروف به احدى التسعة والتسعين على الواحد من الثلاثين**
مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۱) **انتصاف البرى من الكذاب المفترى**
مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۲) **الختم على لسان الخصم** ۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۳) **تحذير الابرار عن مناكحة الفجار** (معرف بہ) الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۴) **اسكات المعتدى**۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۵) **شكوه الحاد ملقب به لزام على اللئام المسمى به** کفر و ایمان کی کسوٹی۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۶) **سبيل السداد فى مسئلة الاستمداد**۔
مولانا سید مرتضٰی حسن چاندپوری

(۲۷) **توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد (ملقب به) القیامة الصغری علی من یقدم رجلا ویوخر الاخری.**
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۲۸) **السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار.**
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۲۹) **اعلان لدفع البغی والطغیان.** مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۰) **بئس المهاد لمن یخلف المیعاد (المقلب به) الیوم الموعود علی ناکث العهود.** مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۱) **الطامة الکبریٰ علیٰ من کذوب وتولی.**
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۲) **الطین اللاذاب علی الاسود الکاذب (المقلب به) الفتح المبین علی اعداء الاسلام والمسلمین مع ضمیمه تکمیل الفتح یعنی واقعه بلند شهر.** مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۳) **السوء النقم علی مکفر نفسه من حیث لا یعلم المعروف به رد التکفیر علی الفحاش الشنظیر.**
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۴) شکوہ الحاد نمبر۲۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۵) **نار الغضا فی جوانح الرضا.** مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۶) **قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین (المقلب به) قطع اللسان من الخان الخوان.** مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(۳۷) السیل علی الجعیل. مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۳۸) الکفر المتبین فی الصریح المتعین المقلب علم و جهالت کی کسوٹی. مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۳۹) حبل من مسد فی جید والد وما ولد.
مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۰) کالا کافر۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۱) چپ شاہ بریلوی گرفتار۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۲) النعل الاکبر. مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۳) نو ہزاری اشتہار۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۴) آخری اتمام حجت۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۵) بریلوی مجدد سے مناظرہ۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۶) القسورة علی الحمیر المستنفرة.
مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۷) مولوی عبدالغنی صاحب رامپوری اور نو ہزار کی ہوس خام۔
مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۸) تحذیر الاخوان عن رضاء الشیطان.
مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۴۹) جیسی روح ویسے فرشتے۔ مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۵۰) تهدید المنکرین لقدرة رب العالمین.
مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوری

(۵۱) **کوکب الیمانین علی الجعلان والخراطین.**
حافظ حسین احمد وکبیر احمد وعبدالودود۔

(۵۲) سیف یمانی بر مکائد فرقہ رضا خانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۳) معرکۃ القلم المعروف فیصلہ کن مناظرہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۴) روائداد مناظرہ بریلی المعروف فتح بریلی کا دلکش نظارہ ملقب بہ
رضا خانیت پر فیصلہ کن حملہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۵) صاعقہ آسمانی اول روائد مناظرہ ضلع نینی نال۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۶) صاعقہ آسمانی دوم روائد مناظرہ علم غیب۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۷) بارقہ آسمانی ضمیمہ صاعقہ آسمانی حصہ دوم۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۸) ستہ ضروریہ اس میں چھ مسئلوں کی شرعی تحقیق بیان کی گئی ہے۔
(۱) علم غیب، (۲) توسل، (۳) استعانت لغیر اللہ، (۴) عرس،
(۶) سماع مزامیر، (۶) نذر لغیر اللہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۵۹) سایہ رسول a ۔

(۶۰) مومن کی پہچان از روح قرآن (اسلامی توحید۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۱) وہابی کی پہچان۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۲) ہدایات قادریہ اور ہماری گیارہوی شریف۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۳) حاضر وناظر۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۴) تیجہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۵) بوارق الغیب علی من یدعی لغیر اللہ علم الغیب حصہ اول، دوم۔ اس کا دوسرا
نام مسئلہ علم غیب کا قرآنی فیصلہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۶) حضرت شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات۔

مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۷) شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۸) عقیدہ علم غیب۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۶۹) تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات۔

مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۰) **امعان النظر فی اذان القبر**۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۱) جہنم کی بشارت بجواب پیغام موت۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۲) فتوحات نعمانیہ (مختلف مناظروں کے روئدادیں)۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۳) **تنزیة الاله السبوح بجواب سبحان السبوح.**

مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۴) **احکام النذر الاولیاء اللہ و تفسیر وما اهل به لغیر اللہ.**

مولانا محمد منظور نعمانی

(۷۵) عبارات اکابر۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

اس کتاب میں مولانا احمد رضا خاں کے علمائے اہل سنت پر لگائے گئے الزامات کے جوابات دیے گئے ہیں اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ علمائے اہل سنت کی جو مولانا احمد رضا نے تکفیر کی ہے وہ درست نہیں ہے۔

(۷۶) **ازالة الریب عن عقیدة علم الغیب.**

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

یہ مسئلہ علم غیب پر سب سے بڑی کتاب ہے۔

(۷۷) اظہار العیب فی کتاب اثبات علم غیب۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔

یہ کتاب ازالۃ الریب کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب اثبات علم غیب کا جواب ہے۔

(۷۸) تبرید النواظر فی تحقیق مسئلہ حاضر و ناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔

یہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فیصلہ کن کتاب ہے۔

(۷۹) تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

یہ کتاب تبرید النواظر کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب تنویر الخواطر کا جواب ہے۔

(۸۰) دل کا سرور تحقیق مسئلہ مختار کل۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(۸۱) راہ ہدایت بجواب نور ہدایت۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

یہ کتاب دل کا سرور کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب کا جواب ہے۔

(۸۲) نور و بشر۔ افادت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔

مرتب محمد فیاض خان سواتی

(۸۳) گلدستہ توحید (تحقیق مسئلہ استعانت لغیر اللہ)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(۸۴) ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(۸۵) تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

بریلویوں کی تفسیر خزائن العرفان پر تیرہ مقام پر تنقید ہے۔

(۸۶) راہ سنت (رد بدعات)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(۸۷) درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔

اس رسالہ میں اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔

(۸۸) حکم الذکر بالجہر بجواب ذکر بالجہر حصہ اول۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

غلام رسول سعیدی کے رسالے ذکر بالجہر کا جواب ہے۔

(۸۹) اخفاء الذکر بجواب ذکر بالجہر حصہ دوم۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

سعیدی نے حکم الذکر بالجہر کا جو جواب لکھا تھا یہ اس کا جواب ہے۔

(۹۰) باب جنت بجواب راہ جنت۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(۹۱) مطالعہ بریلویت ۸ جلدیں۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۲) شاہ اسماعیل شہید۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۳) نماز کا مقام توحید۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۴) علم جنات وملائکہ۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۵) عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود

(۹۶) مقدمہ تحذیر الناس۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۷) تقدیس الحرمین۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن

(۹۸) حالات وکمالات اعلیٰ حضرت۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

(۹۹) کوا حلال ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

(۱۰۰) نذر لغیر اللہ حرام ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ۔

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

(۱۰۱) بریلوی حقائق بجواب دیوبندی حقائق۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

(۱۰۲) رضا خانی مولویوں کی دربار رسالت میں گستاخیاں۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۳) اربعین۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۴) التحقیق النادر فی مسئلۃ الحاظر وناظر۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۵) تیجہ شریف۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۶) مناظرہ شیفلنڈ۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۷) بریلوی ملاؤں کا ایمان۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی

(۱۰۸) گستاخان مصطفیٰ کی خانہ تلاشی۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(۱۰۹) سیف نعمانی علی عنق نورانی۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(۱۱۰) بریلوی مذہب۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(۱۱۱) بشریت کا منکر کافر ہے۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(۱۱۲) تحقیق مذاہب۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۳) مکالمہ حقانی باطائفہ رضاخانی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۴) اربعین پیامی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۵) حقائق علم غیب۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۶) کفر وایمان کی کسوٹی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۷) ضیاء العقائد۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۸) فتاویٰ اعلیٰ حضرت۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۱۹) اسلامی عقیدے۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(۱۲۰) عقائد اہل السنّت والجماعت۔ مفتی عبدالشکور ترمذی

(۱۲۱) علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہاد آزادی۔ مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

(۱۲۲) ایک مناظرہ جو ہو نہ سکا۔ انور محمود صدیقی

(۱۲۳) سیف رحمانی علی عنق رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۴) ہدیہ رحمانی الیٰ فرقہ رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۵) مناظر دوکوٹہ۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۶) مشرف رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۷) مسلک رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۸) نور بشر کے لباس میں۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۲۹) رحمانی کی للکار رضاخانی کا فرار۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(۱۳۰) فیصلہ خصومات از محکمہ دارالقضاۃ مصنف کا علم نہیں

(۱۳۱) آئینہ رضاخانیت۔ مرتب نامعلوم

(۱۳۲) دیوبند سے بریلی تک۔ مولانا ابوالاوصاف رومی

(۱۳۳) پیغام توحید وسنت۔ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی

(۱۳۴) انکشاف حق۔ مفتی خلیل احمد برکاتی

(۱۳۵) بالعروۃ الوثقٰی ۳ جلد. مولانا محمد دین لاہوری

(۱۳۶) الجہاد فی سبیل اللہ۔ مولانا محمد دین لاہوری

(۱۳۷) باعلاء کلمة الله۔ مولانا محمد دین لاہوری

(۱۳۸) نور وبشر۔ مولانا محمد دین لاہوری

(۱۳۹) باطل فرقہ پرستوں کی تجارت۔ مولانا محمد دین لاہوری

(۱۴۰) فضل الخطاب۔ مولوی ابورحمت سعید

(۱۴۱) مقامع الحدید علی کذاب الصنید۔ مولانا محمد حنیف رہبر مبارک پوری

(۱۴۲) بریلوی فتوے۔ مولانا نور احمد

(۱۴۳) فصل الخطاب فی تحقیق مسئلة الغراب.
مولانا محمد نصیر الدین میرٹھی

(۱۴۴) قاصمة الظهر فی بلند شهر۔ عبدالغنی خورجوی

(۱۴۵) حکایت مہر ووفا۔ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب

(۱۴۶) تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار۔ انوار احمد ایم کام

(۱۴۷) آئینہ بریلویت۔ انوار احمد ایم کام

(۱۴۸) تجلیات انوار معین۔ مولانا معین الدین اجمیری

(۱۴۹) البرهان فی رد البهتان۔ مصنف نامعلوم

(۱۵۰) سیف علی برگردن غوی۔ منشی علی محمد

(۱۵۱) حق کی کسوٹی (شرک وبدعت پر تحریری مناظرہ) ۔ مصنف نامعلوم

(۱۵۲) کشف الافساد بجواب نہایت الارشاد ۔ مصنف نامعلوم

(۱۵۳) نئے مجدد کا نیا ایمان ۔ مصنف نامعلوم

(۱۵۴) درس توحید ۔ حافظ سراج الدین جودھپوری

(۱۵۵) **ترغیم حزب الشیطان ۔ بتصویب حفظ الایمان ۔**

(۱۵۶) بشریت ورسالت ۔ سید محمد انور جیلانی

(۱۵۷) تحفہ میلاد ۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

(۱۵۸) فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی حقیقت ۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں

(۱۵۹) نقد وتبصرہ بر کنز الایمان وخزائن العرفان ۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں

(۱۶۰) رضاخانی امت اپنے آئینہ میں ۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی

(۱۶۱) بریلویت اپنی تحریروں کے آئینہ میں ۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی

(۱۶۲) اعلیٰ حضرت کے باغی ۔ مولانا ابووسیم سید محمد سلیم

(۱۶۳) پاگلوں کی کہانی ۔ مولانا فاضل

(۱۶۴) رضاخانی دین ۔ مفتی محمد سعید

(۱۶۵) میزان الحق ۔ پیر جی سید مشتاق علی شاہ

(۱۶۶) بدعت اور اہل بدعت اسلام کی نظر میں ۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

(۱۶۷) ختم مرسومہ ۔ مولانا خیر محمد جالندھری

(۱۶۸) سیف حقانی ۔ ابو ناصر محمد عمر قریشی

(۱۶۹) بریلوی مذہب اور اسلام۔ مولانا ابو انور کلیم

(۱۷۰) اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

(۱۷۱) صدائے حق۔ مولانا محمد یعقوب مظاہری

(۱۷۲) کنز الایمان کا تنقیدی جائزہ۔ مولانا محمد اقبال نعمانی

(۱۷۳) بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی

(۱۷۴) محاسن موضح القرآن۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی

(۱۷۵) **تحفة الموحدین**۔ قاضی عبید اللہ نقشبندی

(۱۷۶) دھماکہ بجواب زلزلہ۔ مرتب نامعلوم

(۱۷۷) بریلویوں کا چالیسواں۔ مرتب نامعلوم

(۱۷۸) شیطان کا واویلا۔ حافظ محمد اقبال

(۱۷۹) پڑھتا جا شرماتا جا۔ حافظ عبد الرشید

(۱۸۰) بریلویوں کی مذہبی خودکشی۔ مولانا محمد موسیٰ

(۱۸۱) تحقیق مسئلہ بشریت۔ مولانا بشیر احمد جالندھری

(۱۸۲) افضل البشر۔ مولانا غلام علی

(۱۸۳) انکشاف بریلویت۔ ایک سابق بریلوی کے قلم سے

(۱۸۴) توحید اور شرک کی حقیقت۔ مولانا نور الحسن شاہ بخاری

(۱۸۵) بشریت النبی۔ مولانا نور الحسن شاہ بخاری

(۱۸۶) زلزلہ در زلزلہ۔ قاضی شمس الدین نقشبندی

(۱۸۷) بریلوی فتنہ کا نیا روپ بجواب زلزلہ۔ مولانا عارف سنبھلی

(۱۸۸) انکشافات بجواب زلزلہ

(۱۸۹) دعوت مباہلہ اور شاہ احمد نورانی کا فرار۔ مولانا امیر علی قریشی

(۱۹۰) بہتان عظیم۔ مولانا امیر علی قریشی

(۱۹۱) تکفیر افسانے۔ مولانا نور احمد

(۱۹۲) ضیاء الحق بجواب اغلاط جاء الحق۔ مولانا محمد موسیٰ لودھراں

(۱۹۳) آئینہ صداقت۔ پروفیسر روحی

(۱۹۴) چہل مسئلہ حضرات بریلویہ۔ پروفیسر رحیم بخش

(۱۹۵) تلبیسات کنز الایمان۔ مولانا عبد المعبود

(۱۹۶) بریلوی مذہب۔ قاضی کفایت اللہ میانوی

(۱۹۷) بریلویت سنت بدعت کی روشنی میں۔ مولانا مقصود احمد جالندھری

(۱۹۸) آئینہ مذہب بریلویہ۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی

(۱۹۹) القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل۔ اسماعیل محمد الانصاری

(۲۰۰) براہین اہل سنت حصہ اول۔ مولانا دوست محمد قریشی

(۲۰۱) بشریت خیر الانام a ۔ مولانا عبد السلام

(۲۰۲) سنت و بدعت اکابر صوفیا کرام کی نظر میں۔ مفتی محمد شفیع

(۲۰۳) مسلک علمائے دیوبند۔ قاری محمد طیب

(۲۰۴) علمائے دیوبند کا مسلکی مزاج اور ان کا دینی رخ۔ قاری محمد طیب

(۲۰۵) علم غیب۔ قاری محمد طیب

(۲۰۶) الکلام الموزون فی صلوٰۃ الجنازۃ علی الوجہ المسنون و قویم الصراط علیٰ مسئلۃ الاسقاط۔ سید لعل شاہ بخاری

(۲۰۷) بشریت رسول۔ سید لعل شاہ بخاری

(۲۰۸) تسکین السائل عن خمس مسائل. سید لعل شاہ بخاری

(۲۰۹) تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ اول دوم۔ مولانا عبدالعزیز کھبیکے

(۲۱۰) مروجہ میلاد شریف۔ قاری عبدالرشید

(۲۱۱) عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔ مولانا حسین احمد نجیب

(۲۱۲) اہل سنت کی پہچان۔ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

(۲۱۳) رجب المرجب کے کونڈوں کی کتاب۔ مولانا محمود الحسن بدایونی

(۲۱۴) تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند۔ مولانا اکبر شاہ بخاری

(۲۱۵) تحریک پاکستان اور علمائے ربانی۔ منشی عبدالرحمٰن خان

(۲۱۶) گستاخان رسول کون۔ حافظ محمد اقبال

(۲۱۷) برصغیر پاک وہند کی شرعی حیثیت۔ ڈاکٹر ابوسلمان سندھی

(۲۱۸) تحریک پاکستان کے حامی اور مخالف دونوں مذہبی طبقوں کا موقف ایک نظر میں۔ سید امیر علی قریشی

(۲۱۹) چراغ سنت۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(۲۲۰) الصلوٰۃ والسلام۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(۲۲۱) حیات النبی a ۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(۲۲۲) اصدق الخبر فی اذان القبر۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(۲۲۳) شرح فیصد ہفت مسئلہ۔ مفتی جمیل احمد تھانوی

(۲۲۴) فاضل بریلوی کا حافظہ۔ انوار احمد

(۲۲۵) بریلی کا نیا دین۔ مولانا ریحان الدین خان قاسمی

(۲۲۶) تنقید الفاصل علی قائل الحاضر والناظر۔ مولانا محمد فاضل

(۲۲۷) نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں۔ عبدالرشید ارشد

(۲۲۸) **اتمام البرہان فی رد توضیح البیان.**

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

تنقید متین کے جواب میں جو بریلویوں نے کتاب لکھی تھی اس کا جواب ہے۔

(۲۲۹) چہل مسئلہ۔ مولانا صوفی عبدالعزیز

ناظرین یہاں پر اس موضوع پر تمام کتابوں کے نام لکھنا ہمارا مقصد نہیں اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔ رد بریلویت پر صرف مولانا سرفراز خان صفدر کی کتابیں اور علامہ خالد محمود کی مطالعہ بریلویت ۸ جلدیں آپ کے لیے کافی رہیں گی۔